من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا
الله عليه فمنهم من قضى نحبه و
منهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا

سیرتِ
سید احمد شہید
رحمۃ اللہ علیہ

ابو الحسن علی

۵۰۹ م

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ

سیرت
سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے مفصّل سوانحِ حیات، آپکے اصلاحی و تجدیدی کارنامے
غیر منقسم ہندوستان کی سب سے بڑی تحریکِ جہاد و تنظیم، اور اصلاح و تجدید اور احیائے خلافت کی تاریخ

حصّہ اوّل

ولادت سے بیعتِ امامت تک

از

ابو الحسن علی ندوی

FAISAL JHANGIR LIBRARY ★ MAIL ★ MAS
009439

طبع چہارم

بار اول تعداد ۲۰۰۰

قیمت آٹھ روپے آٹھ آنے

ناشران

خواجہ بک ڈپو اردو بازار لاہور

خواجہ گلزار محمد مالک خواجہ بک ڈپو اُردو بازار لاہور نے گلزار عالم پریس
لاہور میں باہتمام شیخ غلام محی الدین صاحب منیجر چھپوا کر شائع کیا

TECHNICAL SUPPORT BY
CHUGHTAI
PUBLIC LIBRARY

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا
اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ
مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝

(سُورۃ الاحزاب : اَلآیۃ ۲۳)

اُن ایمان والوں میں کچھ لوگ اَیسے ہَیں کہ اُنھوں نے جس بات
کا اللہ سے عَہد کیا تھا ، اُسے سچ کر دکھایا ۔ پھر اُن میں کچھ وُہ ہیں
جو اپنی نذر پُوری کر چکے ؛ اَور کچھ وُہ ہَیں ، جو (شہادت کے)
مُشتاق ہَیں اَور اُنھوں نے ذرا سا بھی ردّ و بَدل نہیں کیا ۔

(۳۳ : ۲۳)

قلندراں کہ بہ تسخیرِ آب و گل کوشند
ز شاہ باج ستانند و خرقہ می پوشند

بجلوت اند و کمندے بمہر و مہ پیچند
بخلوت اند و زمان و مکاں در آغوشند

بروزِ بزم سراپا چو پرنیان و حریر
بروزِ رزم خود آگاہ و تن فراموشند

نظامِ تازہ بچرخِ دو رنگ می بخشند
ستارہ ہائے کہن را جنازہ بر دوشند

اقبالؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

دیباچۂ طبعِ چہارم

الحمدللہ کہ "سیرۃ سید احمد شہیدؒ" کی چوتھی اشاعت کی نوبت آرہی ہے۔ اس کا پہلا اڈیشن ۱۹۳۹ء میں نکلا تھا، اس وقت سے اس وقت تک اصل کتاب میں اتنے اضافے ہو چکے ہیں کہ موجودہ اڈیشن کو بعض حیثیتوں سے مستقل تصنیف کہنا بے جا نہ ہوگا۔

"سیرۃ سید احمد شہیدؒ" کی تالیف کا خیال کس طرح پیدا ہوا، اس کی تالیف کس طرح عمل میں آئی، اس کا پہلا اڈیشن کن حالات میں شائع ہوا، اس کی تکمیل کا سامان کس طرح فراہم ہوا، یہ ایک مستقل داستان ہے جس کا کتاب اور مصنفِ کتاب سے گہرا تعلق ہے۔ کچھ بے محل نہ ہوگا کہ مختصر طریقے پر یہ داستان بھی سنا دی جائے۔

راقم سطور نے جب ہوش سنبھالا اور عقل و شعور کی آنکھیں کھولیں، تو خاندانی مجلسوں میں سید صاحبؒ کا ذکرِ خیر سنا۔ مجھے بزرگوں کی ان مجلسوں میں اس سن میں شرکت کرنے کا شرف حاصل ہوا، جس سن میں بچے عام طور پر ان مجلسوں میں شرکت کرنے سے گھبراتے ہیں۔ اس زمانے میں خاندان کے سب سے سن رسیدہ اور باوقار بزرگ مولوی سید خلیل الدین صاحب تھے۔ ان کے دادا مولوی سید سعید الدین صاحب مرحوم سید صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، سے بیعت تھے۔ مولوی سید سعید الدین صاحب کے بڑے بھائی مولانا سید محمد ظاہر حسنی سید صاحبؒ کے خلفا میں سے تھے۔ سید خلیل الدین صاحبؒ نے دونوں کو دیکھا تھا۔ وہ بڑی عظمت و شفقت کے ساتھ سید صاحبؒ کا تذکرہ کرتے تھے۔ جہاں تک یاد آتا ہے، سب سے پہلے انھیں مجلسوں میں سید صاحبؒ کا نامِ نامی کان میں پڑا۔

سید صاحبؒ سے تعارف کرانے میں اور ان سے عقیدت اور ان کی عظمت پیدا کرنے

میں سب سے بڑا حصّہ میرے برادرِ معظّم و مُربّی ڈاکٹر مولوی سیّد عبد العلی صاحب مُدّ ظلّہٗ، کا ہے، جن کو سیّد صاحبؒ کی ذات سے والہانہ تعلّق ہے۔ ابھی مَیں پڑھ ہی رہا تھا کہ رسالۂ "توحید"، امرتسر، میں، جو مولانا داؤد غزنوی کی ادارت میں نکلنا شُروع ہُوا تھا، مولوی محی الدّین احمد صاحب قصُوری کا ایک سلسلۂ مضامین نکلنا شُروع ہُوا، جس کا عنوان غالباً "تیرھویں صدی کا مجدّدِ اعظم" تھا۔

بھائی صاحب کو اللّٰہ تعالیٰ نے تربیت کا بڑا ملکہ عطا فرمایا ہے۔ اُنھوں نے مُجھے اس مضمون کو عربی میں منتقل کرنے کا حکم دیا اور اس کے لیے مُناسب ہدایات اور مشورے دیے۔ مَیں نے عربی میں اس کا آزاد ترجمہ اور تلخیص کی اور اپنے فاضل اُستاذ ڈاکٹر تقی الدّین الہلالی المراکشی کے مشورے سے علّامہ سیّد رشید رضا مصری کی خدمت میں بھیج دیا۔ علّامۂ موصُوف نے اس کو نہ صرف اپنے رسالے "أَلْمَنَارُ" میں شائع کیا، بلکہ "ترجمة السيّد الإمام أحمد بن عرفان الشهيد" کے نام سے اس کو علٰحدہ رسالے کی شکل میں بھی شائع کر دیا۔ یہ غالباً سنہ ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے۔ اس وقت میری عُمر سولہ سترہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ مَیں اس مقالے کی تحریر کے زمانے میں خُود سیّد صاحبؒ کی عظمت اور مرتبے سے واقف نہ تھا اور نہ میرا اس موضُوع پر براہِ راست مطالعہ تھا۔ یہ رسالہ کوئی بڑی علمی قیمت تو نہیں رکھتا، لیکن اس لحاظ سے اہمیّت رکھتا ہے کہ وہ "سیرتِ سیّد احمد شہیدؒ" کے سلسلۂ تصنیف کی تمہید اور تقریب ہے۔

خاندانِ علم اللّٰہی کی جس شاخ سے مُجھ ناچیز کا تعلّق ہے، اُس کو حضرت سیّد صاحبؒ سے رُوحانی طریقے پر بہت گہرا اور مُسلسل تعلّق رہا ہے۔ میرے ددھیالی اور ننھیالی بُزرگ سیّد صاحبؒ ہی کے سلسلے سے وابستہ اور اس سلسلے میں صاحبِ اجازت ہُوئے ہیں۔ والدِ ماجد مولانا حکیم سیّد عبد الحیؒ قلبی اور ذہنی طور پر سیّد صاحبؒ کی محبّت میں ڈُوبے ہُوئے تھے۔ مُجھ پر سب سے گہرا اثر ان کی ایک قلمی کتاب "ارمغانِ احباب" کا پڑا۔ یہ اُن کے اُس سفر کا روزنامچہ ہے جو اُنھوں نے سنہ ۱۳۱۲ھ میں کیا تھا۔ اس وقت تک سیّد صاحبؒ کے بعض دیکھنے والے بقیدِ حیات تھے اور وہ لوگ تو بکثرت تھے جو سیّد صاحبؒ کے رُفقا و اصحاب کی صُحبت سے مشرف ہُوئے تھے۔ والدِ ماجد نے اُن سے جو کچھ سُنا بے تکلّف

اور سادے طریقے پر اس کو نقل کر دیا۔ اس سفرنامے میں بڑی حلاوت و سلاست ہے، خاص طور پر جہاں وہ سید صاحبؒ کا تذکرہ کرتے ہیں، وہاں بڑا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ میرے دل و دماغ پر سید صاحبؒ کی غیر معمولی شخصیت کا سب سے گہرا نقش اسی سفرنامے کے مطالعے سے پڑا اور مجھے ذہنی و ایمانی لذت و حلاوت کا نمایاں طور پر احساس ہوا۔

اس وقت تک سید صاحبؒ کی سیرت و زندگی پر اردو میں صرف دو کتابیں معروف تھیں: ایک "سوانح احمدی"، دوسری "حیاتِ طیبہ"، جو اصلاً مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی سیرت و حیات ہے لیکن جس میں ضمناً سید صاحبؒ کا تذکرہ بھی آ گیا ہے۔ میری بدقسمتی یا افتادِ طبع یا زمانے کا اثر تھا کہ میں ان دونوں کتابوں سے متاثر نہ ہو سکا۔ یہ دونوں کتابیں اگرچہ عقیدتمندانہ انداز میں لکھی گئی ہیں اور آخر الذکر کتاب میں خاصی انشا پردازی بھی ہے، لیکن دل نے ان کا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ ان دونوں کے مقابلے میں خود "سوانح احمدی" کے مصنف مولوی محمد جعفر تھانیسری مرحوم کی چھوٹی سی کتاب "تواریخِ عجیب"، جو "کالا پانی" کے نام سے معروف ہے، کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوئی۔ ان دو تین کتابوں کے علاوہ اردو میں کوئی اور کتاب اس موضوع پر اس وقت دستیاب نہ تھی۔ اچھے اچھے تعلیم یافتہ اصحاب کے معلومات سید صاحبؒ سے متعلق بہت ناقص اور سطحی تھے۔ ان کے متعلق عام تصور یہ تھا کہ وہ پچھلی صدی کے ایک صاحبِ کرامات شیخِ طریقت تھے، جنھوں نے مجاہدین کی ایک جماعت مہیا کر کے رنجیت سنگھ کی سلطنت کے خلاف اعلانِ جہاد کیا اور چند معرکوں کے بعد اپنے مخلص رفیقوں کے ساتھ بالاکوٹ کے میدان میں شہید ہو گئے اور اس طرح ان کی مجاہدانہ سعی کا خاتمہ ہو گیا۔ سنجیدہ علمی اور سیاسی حلقوں میں ان کی ذات اور ان کی شخصیت اور کارناموں کا اس سے زیادہ بلند اور واضح تصور پایا نہیں جاتا تھا اور نہ ان کی سیرت و حالات کی تحقیق و جستجو اور تبلیغ و اشاعت کی کوئی سنجیدہ کوشش و تحریک پائی جاتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مسلمانانِ ہند کا حافظہ رفتہ رفتہ اس عظیم شخصیت اور اس کے کارناموں کو فراموش کر دے گا۔

۱۹۳۵ء میں جب یہ راقمِ سطور دار العلوم ندوۃ العلما میں خدمتِ تدریس انجام دیتا

تھا اور اپنے مخلص و فاضل دوست مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کے ساتھ ایک ہی کمرے میں مقیم تھا، اس عزیز و محبوب موضوع پر اکثر گفتگو ہوتی۔ مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم خاندانِ صادق پور کے ذریعے سید صاحبؒ کی ذات سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ اپنی عربی تصنیف "حَاضِرُ الْهِنْدِ وَغَابِرُهَا" کے سلسلے میں وہ ہندوستان کی اسلامی تحریکوں اور احیائے دین کی کوششوں کے ضمن میں ہندوستان کی اس سب سے بڑی تحریک کا مطالعہ کر چکے تھے۔ انھیں مجلسوں اور مذاکرات میں میرے قلب میں سید صاحبؒ کی سیرت لکھنے کا داعیہ پیدا ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ مجھے اس کی سعادت بخشی جائے۔ میری زندگی کا حقیقۃً وہ نہایت ہی مبارک دن تھا، جب میں نے اس کام کا ارادہ کیا، اس لیے کہ اس سے میری زندگی کے نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔

۱۹۳۶ء کی گرمیوں کی تعطیل ہی میں میں اپنے محترم و محسن استاذ مولانا حیدر حسن خانؒ، شیخ الحدیث و مہتمم دار العلوم ندوۃ العلما کی دعوت پر ان کی معیت میں ٹونک گیا، جس سے ہمارے خاندان کے ایک صدی کے تعلقات تھے اور جہاں سید صاحبؒ کے اخلاف اور ان کے خاندان کا ایک بڑا حصہ مقیم تھا۔ اس وقت سید صاحبؒ کی حیات و سیرت کا سب سے بڑا مواد و مسالہ وہیں تھا۔ میں نے وہیں اس کام کا آغاز کیا۔ میں مولانا کے ساتھ دریائے بناس کے کنارے چند روز کے لیے مقیم تھا۔ ایک روز آفتاب نکلنے سے پہلے اس دریا کے کنارے، جہاں کبھی سید صاحبؒ کا قافلہ ٹھیرا تھا اور ان کے پاکباز مجاہدوں نے اس کے پانی سے بارہا وضو کیا تھا، ایک پتھر پر بیٹھ کر اس سلسلے کا آغاز کیا۔

اس وقت تک میرے پیشِ نظر صرف یہ بات تھی کہ زمانے کے مذاق اور اسلوب کے مطابق شگفتہ زبان میں ایک مختصر سیرت مرتب کر دی جائے، جو اس گرامی شخصیت اور اس کی عظیم تحریک کے تعارف کا کام دے۔ اس وقت کچھ تو اپنی کم عمری اور تصنیفی ناتجربہ کاری(1) کی وجہ سے، کچھ اپنی فطری عجلت کی بنا پر اس کی تصنیف کا بہت مختصر و محدود پیمانہ رکھا گیا۔ اس کا اندازہ ہی نہ تھا کہ یہ کتاب

---

(1) اس وقت مصنف کی عمر تئیس چوبیس سال سے زیادہ نہ تھی اور یہ اس کی اولین تصنیف تھی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] گئی تھی۔

مگر چونکہ مصروفیت، انتشارِ طبع اور انتشارِ اوقات کی وجہ سے مسلسل اور باطمینان اس کام کی تکمیل کا موقع نہ مل سکا، پھر بھی بڑا مواد فراہم ہو گیا اور پھر قلب میں اس کی اشاعت کا تقاضا پیدا ہو گیا۔ مقدمہ کچھ مکمل ہو گئی تھی کہ ۱۳۵۷ھ میں سفرِ حج پیش آ گیا۔ واپسی پر کتاب کی اشاعت کی کوشش کی گئی۔ اس وقت تک جنگ کے اثرات موجود تھے۔ کاغذ کمیاب تھا اور اشاعت و طباعت پر بڑی پابندیاں تھیں۔ بڑی کوشش سے ۱۳۵۸ھ میں کتاب کا صرف پہلا حصہ شائع ہو سکا، جو سید صاحب کے سفرِ حج تک کے حالات و واقعات پر مشتمل تھا۔ دوسرے حصے کی اشاعت کی نوبت نہ آئی۔ اس وقت تو یہی امر مجبوری سے بڑی کوفت تھی، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی مصلحت تھی۔ کتاب اگر اسی وقت شائع ہو جاتی تو اس میں بڑے نقائص و خامیاں رہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اس کتاب کے سلسلے میں ساری تحقیق و تکمیل کی کوشش جو ممکن تھی، وہ کر لی جائے اور کتاب اپنے انداز اور امکان کے مطابق مکمل صورت میں شائع ہو۔

اس طویل عرصے میں تحقیق اور تلاش و جستجو کا اپنا کام کرتے رہے اور نیا مواد برابر ملتا رہا۔ بہت سی قلمی تحریریں، یادداشتیں، دستاویزیں اور خطوط ایسی جگہوں سے اور اس طرح ملے کہ [illegible] حضرت کا انتساب ۱۲۶۵ھ کی ایک تفسیر نظر آئی۔ ان تحریروں، دستاویزوں اور خطوط سے بہت سے واقعات کے سنین اور ان کا زمانہ متعین ہو گیا، جو پہلے متعین نہیں ہو سکا تھا۔ بعض واقعات کے سنین جو پہلے یا دوسرے قرائن سے متعین کیے گئے تھے، وہ غلط ثابت ہوئے۔ بعض نئے واقعات و تفصیلات کا علم ہوا۔ دوسرے حضرات سے استفادے اور انتقاد کا کام بھی جاری رہا۔

یہاں تک کہ موجود معلومات کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ فراہم ہو گیا۔ "منظورۃ السعداء" کا وہ حصہ جو مصنف کے چشم دید واقعات و مشاہدات پر مبنی ہے، پہلے نہیں مل سکا تھا۔ اس سے بھی استفادہ کا موقع ملا اور اس طرح کتاب پہلی اشاعت کے مقابلے میں سربلند ہو گئی۔

۱۳۷۱ھ میں جناب غلام رسول صاحب مہر کی کتاب شائع ہو گئی جس کا اہلِ ذوق کو مدت سے انتظار تھا۔ مہر صاحب پندرہ بیس سال سے اس موضوع پر کام کر رہے

[illegible]

[illegible]

[illegible]　　　　[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی بڑا فضل ہے کہ اس نے اس کتاب کی اشاعت کا بھی ایسا سامان فرمایا جو حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا۔ ۱۳۷۶ ہجری کے سفرِ حج میں مدینۂ طیبہ میں مولانا غضنفر عباس صاحب [illegible] کے ذریعہ جناب حاجی نذر [illegible] صاحب کویتی سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے اس تعلق و عقیدت کی بنا پر جو انھیں سید صاحب اور ان کی جماعت سے ہے، مجھ سے وعدہ لے لیا کہ [illegible] کی چوتھی اشاعت کا اہتمام اور ذمہ داری ان کے سپرد کروں گا۔ مولانا کو اللہ تعالیٰ نے کتابوں کو صحت و تحقیق اور علمی معیار کے مطابق شائع کرنے کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے۔ وہ ہر کتاب کو اس صحت و اہتمام کے ساتھ شائع کرنا چاہتے ہیں جو اب تک غیر مذہبی کتابوں کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا ہے۔ انھوں نے اس کتاب کے چھپنے میں جو زحمت برداشت کی اور جو اہتمام فرمایا، وہ شکریہ سے بالاتر ہے۔ اس کی جزا اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔ میں اپنے محترم عزیز و بزرگ مولانا حکیم سید محسن نقوی صاحب رضوی امروہی کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں جنھوں نے خاندانِ سادات کے سلسلہ میں بعض قیمتی معلومات عطا کیں اور بعض غلطیوں پر مطلع کیا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

فہرست مضامین

باب	مضمون	صفحہ
	[illegible]	
۱	خاندان [illegible]	۴۳
۲	[illegible] تعلیم و تربیت [illegible]	۸۰
۳	دہلی کا قیام، مشق و تکمیل [illegible]	۸۰
۴	دہلی کا دوسرا سفر، نواب میرزا خاں کی رفاقت [illegible]	۹۶
۵	دہلی کا تیسرا سفر اور دوآبہ کا تبلیغی دورہ [illegible]	۱۱۴

صفحہ

[illegible]
۱۴۶ [illegible]
۱۶۰ [illegible]
۱۹۴ [illegible]
۲۱۴ [illegible]
۲۲۰ [illegible]

باب	عنوان	صفحہ
	[illegible]	
۱۱	بنارس تا کلکتہ	۲۵۵
	[illegible]	
۱۲	کلکتہ میں	۲۷۷
	[illegible]	
۱۳	کلکتہ سے مکہ معظمہ تک	۳۱۱
	[illegible]	

باب	عنوان	صفحہ
	جدہ ۳۲۰ - مکۂ معظمہ میں ۳۲۱	
۱۴	**سرزمینِ حجاز میں**	۳۲۲
	داخلہ ۳۲۲ - دن رات کے معمولات ۳۲۲ - مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی تشریف آوری ۳۲۳ - علماء اور عمائدِ مکہ کی ملاقات ۳۲۳ - صراطِ مستقیم کا عربی ترجمہ ۳۲۴ - بادو نجاح کی بیعت ۳۲۵ - مناسکِ حج ۳۲۵ - عقبہ میں بیعتِ جہاد ۳۲۶ - سفرِ مدینہ ۳۲۷ - اہلِ حرم کا احترام ۳۲۷ - [illegible] ۳۲۸ - رنود کی دوبارہ شرارت ۳۳۰ - زیارتِ نبوی ۳۳۰ - مدینۂ طیبہ کا داخلہ ۳۳۱ - محفلِ میلاد کی شرکت سے معذرت ۳۳۱ - بیت المقدس جانے کی نیت اور فسخِ عزیمت ۳۳۲ - واپسی کا قصد ۳۳۲ - زیارات ۳۳۲ - روانگی ۳۳۳ - مولانا عبدالحی اور مولانا اسمٰعیل کا درس ۳۳۴ - مکۂ معظمہ میں دوسرا رمضان المبارک ۳۳۴	
۱۵	**سفرِ واپسی اور رائے بریلی کا قیامِ عارضی**	۳۳۵
	سفر کی تیاری ۳۳۵ - سفرِ واپسی ۳۳۵ - بمبئی ۳۳۵ - مالابار ۳۳۶ - کلکتہ ۳۳۷ - ایک شخص کی بلند حوصلگی ۳۳۷ - صوبۂ بہار ۳۳۸ - یوسف پور، غازی پور ۳۳۹ - مرزا پور ۳۴۰ - اللہ کی حمد اور آخری آرزو ۳۴۱ - مسجد اور سرپرستوں [illegible] ۳۴۱ - شیخ غلام علی کی اولوالعزمی ۳۴۱ - وطن میں ۳۴۲ - قصیدۂ تہنیت ۳۴۳ - رائے بریلی کا آخری قیام ۳۴۷ - متفرق ارادت ۳۴۸ - مسجد کی تعمیر ۳۴۸ - عملی و روحانی تربیت گاہ ۳۴۹ -	
۱۶	**جہاد اور اُس کے مقاصد و اسباب**	۳۵۳
	مقاصد و اسباب ۳۵۳ - تعمیلِ حکم ۳۵۳ - رشد و محبتِ وطنی ۳۵۵ - مسلمانوں کی بے بسی اور اہلِ کفر کا غلبہ ۳۵۶ - ہندوستان پر [illegible] ۳۵۷ - ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط ۳۵۷ - [illegible] کا استخفاف ۳۵۸ - دین کا قیام سلطنت پر ۳۵۹ - احکامِ شرعی کا نفاذ ۳۶۰ - جہاد کے بغیر زبانی دعوت و تبلیغ ممکن نہیں ۳۶۱ - عام [illegible] ۳۶۱ - جہاد کی جنگ صرف اہلِ کفر سے ہے ۳۶۲ - [illegible] ۳۶۲ - [illegible] منافع ۳۶۳ - منفعت [illegible] ۳۶۴ - ہندوستان اور دوسرے ممالک کا مقابلہ ۳۶۴ - [illegible] ہندوستان ۳۶۴ - منفعت [illegible] ۳۶۵ - اصحابِ امن ۳۶۵ - [illegible] ۳۶۵ - [illegible] ۳۶۵ - [illegible] ۳۶۶ - [illegible] ۳۶۶ - [illegible] ۳۶۷ - ذاتی غرض ۳۶۷ - اہلِ حرب ۳۶۸ - [illegible] ۳۶۸ - جہاد کی مثال [illegible] کی سی ہے ۳۶۹ - جنگِ آزادی ۳۷۰	
۱۷	**سرحد کا انتخاب اور پنجاب، افغانستان اور سرحد کے حالات**	۳۷۶
	پنجاب میں مسلمانوں کی حالت ۳۸۰ - افغانستان و سرحد ۳۸۶ - درانی خاندان کا زوال اور اس کے اسباب ۳۸۶ - بارک زئی خاندان کا اقتدار ۳۹۰ - بارک زئی خاندان کی تفریق اور اس کے نتائج ۳۹۱ - پشاور پر سکھوں کا قبضہ ۳۹۲ - افغانوں کی آخری جنگ اور نوشہرہ کا معرکہ ۳۹۶	
۱۸	**رائے بریلی سے مارواڑ کی سرحد تک**	۳۹۸
	سفرِ ہجرت ۳۹۸ - رائے بریلی سے کرپا تک ۳۹۹ - [illegible] ۴۰۰ - [illegible] کی طرف سے دعوت ۴۰۱	

صفحہ	عنوان	باب
	[illegible] ۴۰۲ ۔ [illegible] ۴۰۲ ۔ [illegible] ۴۰۳ ۔ [illegible] ۴۰۴ ۔ [illegible] ۴۰۶ ۔ [illegible] ۴۰۸ ۔ [illegible] ۴۰۹ ۔ [illegible] ۴۰۹ ۔	
۴۱۰	مارواڑ اور سندھ	۱۵
	[illegible] ۴۱۲ ۔ حیدرآباد [illegible] ۴۱۹ ۔ [illegible] ۴۲۰ ۔ [illegible] ۴۲۳ ۔ [illegible] ۴۲۴ ۔ حاکم دربار شہر کی عقیدت ۴۲۵	
۴۲۶	شکارپور سے شمال تک	۲۰
	[illegible] ۴۲۶ ۔ [illegible] ۴۲۷ ۔ [illegible] ۴۲۹ ۔ [illegible] ۴۳۰ ۔ [illegible] ۴۳۱ ۔ [illegible] ۴۳۲ ۔	
۴۳۸	شمال (گوٹھ) سے پشاور تک	۲۱
	[illegible] ۴۳۸ ۔ [illegible] ۴۴۰ ۔ [illegible] ۴۴۴ ۔ [illegible] ۴۴۸	
[illegible]	[illegible]	۲۲
	[illegible]	
[illegible]	[illegible] کی جنگ	۲۳
	[illegible]	
[illegible]	[illegible]	[illegible]
	[illegible]	

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
(۴۸)	**بیعت امامت** بیعت امامت ۱۲۴۲ھ۔ [illegible] کا خط امامت کے متعلق ۱۲۴۲ھ۔ شاہ اسمٰعیل صاحب کا خط ۱۲۴۲ھ۔	۲۰۳

[illegible]

مسافرِ اسلام

ہندوستان سے ہجرت کرتے ہیں !

از

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کا نور بحرِ ظلمات کے کنارے چمکا۔

[illegible] وہیں رہ گئے۔

[illegible]

صدا سُنائی دے گی:—

تَعَالیٰ شَانُہٗ، اَللّٰہُ اَکْبَر![1]

[illegible]

[illegible][2] [illegible]

[illegible]

[illegible]

---

(1) اُس کی شان بلند ہے، اللہ اکبر۔

(2) [illegible]

(3) "تفہیمات الٰہیہ" میں شاہ صاحب نے خود [illegible] کی تصریح کی [illegible] واقعہ [illegible] کی تصدیق کی۔

[illegible]

شجرہ

شاہ وجیہ الدین فاروقی معاصر سلطان اورنگ زیب

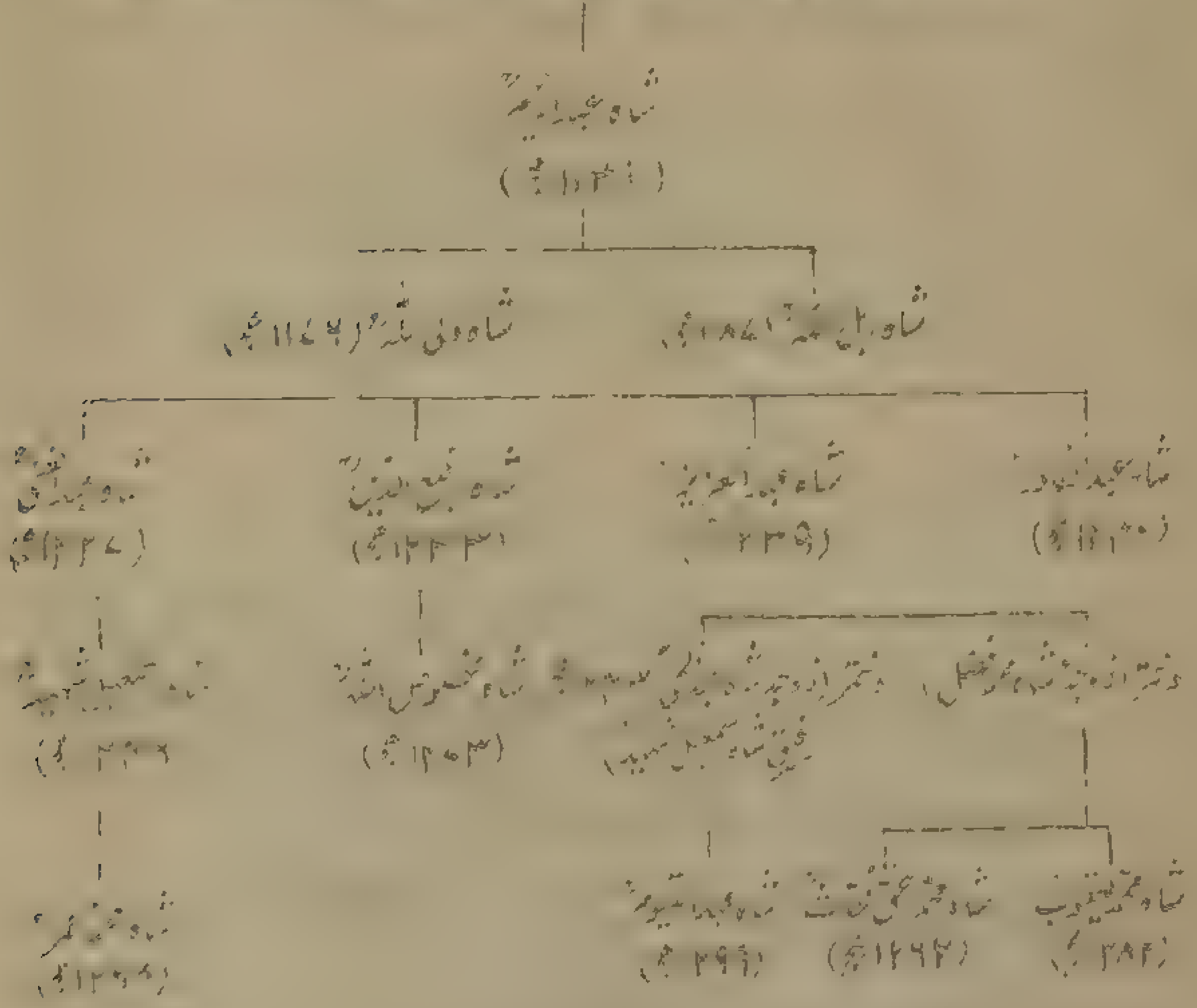
شاہ عبدالرحیم
(۱۱۳۱ھ)
شاہ اہل اللہ (۱۱۸۷ھ)
شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ)
شاہ عبدالقادر (۱۲۳۰ھ)
شاہ عبدالعزیز (۱۲۳۹ھ)
شاہ رفیع الدین (۱۲۳۳ھ)
شاہ عبدالغنی (۱۲۲۷ھ)
دختر ازدواج شاہ محمد افضل
دختر ازدواج مولانا عبدالحی (بہنوئی شاہ اسمٰعیل شہید)
شاہ مخصوص اللہ (۱۲۵۳ھ)
شاہ اسمٰعیل شہید (۱۲۴۶ھ)
شاہ محمد یعقوب (۱۲۸۲ھ)
شاہ محمد اسحٰق (۱۲۶۲ھ)
شاہ عبدالقیوم (۱۲۹۹ھ)
شاہ محمد عمر (۱۲۰۶ھ)

ایں سلسلۂ طلائے ناب است
ایں خانہ تمام آفتاب است

شاہ وجیہ الدین شہید کہ ان سے [illegible] وہ ہیں جنہوں نے کہ حضرت سلطان اورنگ زیب کی فوج میں تھے اور جنگ [illegible] میں [illegible] بہادری سے اورنگ زیب کی رفاقت کرتے تھے بادشاہ جب دکن میں ہنگامہ آرا تھے تو شاہ صاحب ممدوح بھی بادشاہ کی شرکت کے لیے دکن جا رہے تھے کہ راستے میں ڈاکوؤں سے لڑائی ہوئی اور شہید ہو گئے۔ شاہ عبدالرحیم کے [illegible]

[illegible] جس پر انھوں نے [illegible] کی ترغیب دی تھی۔

[illegible] کی تصنیف [illegible]

[illegible] کہ ان کی جمعیت [illegible] بادشاہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کا فیض [illegible] امیر کبیر [illegible] جنھوں نے [illegible] ہندوستان [illegible] جہاد کیا۔

---

(۱) [illegible] دہلی۔

اس خاندان کے آخری فرد شاہ سید محمد عدل ہیں جو عالمگیر کے زمانہ کے بزرگ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مشہور خلیفہ سید آدم بنوریؒ سے نسبت اور بزرگی کے فیض سے مستفیض تھے۔ وہ شریعت کے پابند اور سنت کے متبع خاص تھے۔ اس خاندان کے مورث اعلیٰ [illegible] محمد مدنی کے فیض روحانی اور نسبت سے سیراب تھے۔ اس طرح اس خاندان میں حضرت مجدد سرہندیؒ اور خلیفۂ مجددؒ کی برکتیں اور سعادتیں جمع ہوگئیں۔

تیرھویں صدی کا آغاز تھا کہ اس خاندان میں چودھویں کا چاند طلوع ہوا یعنی سنہ ۱۲۰۱ھ میں امیر کبیر حضرت سید احمد شہید قدس اللہ سرہٗ کی پیدائش ہوئی۔ چند سال کے بعد یہ

چاند مجاہدہ وعرفان کا آفتاب بن گیا۔

کتاب کا موضوع اسی آفتاب عالمتاب کے انوارِ کمالات کی تابش و درخشش ہے۔

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم!

تیرھویں صدی ہجری میں ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی طاقت فنا ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان میں شرک و بدعات کا زور تھا۔ مولانا اسمٰعیل شہید اور حضرت سید احمد بریلوی نے ہندوستان کے مسلمانوں میں تجدید دین کی تحریک شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب سارے پنجاب پر سکھوں کا دور تھا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ان دو بزرگوں نے اسی ہندوستان سے جہاد کا علم اٹھایا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی۔ آپ کی تحریک جہاد کی گونج ہندوستان کے شہروں سے لے کر پنجاب کے کناروں تک پہنچ گئی۔ [illegible] لوگوں کو یہاں تک معلوم ہے کہ ان مجاہدوں نے سرحد پر سکھوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔ [illegible] یہ واقعہ اس کی پوری تاریخ کا صرف ایک باب ہے۔

یہ مسلمانوں کی ایک عظیم الشان تحریک تھی جس کی [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

کتاب کے مقاصد

[illegible]

۱ – [illegible]

[illegible]

۲ – [illegible]

ہیں۔ فطری طور پر ان میں مذہب کے قبول کرنے کی استعداد و صلاحیت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو جب پانی کا کوئی چشمہ نظر آتا ہے تو پیاسوں کی طرح اس پر گر جاتے ہیں۔ اکثر یہ چشمہ گندہ، اکثر زہر آلود اور اکثر محض سراب ہوتا ہے۔ بہت بڑی انسانی خدمت ہوگی کہ ان پیاسوں کو صاف چشمہ کے کنارے کھڑا کر دیا جائے کہ پیاسے کی پیاس بجھانا بڑا ثواب ہے۔

۳ بہت سے لوگ ہیں جو پستی اور گراوٹوں سے تنگ آ چکے ہیں۔ وہ اخلاق و عمل، ہمت و عزم، ایثار و قربانی، روحانیت و تقدس کا بلند سے بلند نمونہ ڈھونڈتے ہیں۔ ان لوگوں کو [illegible] سے دیکھنے کا کمال انسانی ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا ہمیشہ لوگوں سے خالی رہی ہے [illegible] جب ان کے سامنے کچھ بلند نمونہ [illegible] دیکھ لیتے ہیں یا سن پاتے ہیں تو اپنے [illegible] اور اپنے ایمان و اعتقاد [illegible] آنکھ بند کر کے اس کی تقلید کرتے ہیں۔

۴ (۴) ایک طبقہ وہ ہے جس کے متعلق شاعر نے کہا ہے:

نوجوانان تشنہ لب خالی ایاغ
شستہ رو تاریک جان روشن دماغ

کم نگاہ و بے یقین و نا امید
چشم شان اندر جہاں چیزے ندید

ناکسان منکر ز خود مومن بغیر
خشت بند از خاک شان معمار دیر

(اقبال)

یہی نوجوان [illegible] تحریکوں کی کامیابی کا بڑا سبب [illegible] ہیں۔

۵ [illegible] سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ ان لوگوں کو انسانی عظمت اور [illegible] کی اس بلندی پر کھڑا کر دیا جائے جس سے اپنے [illegible] آئیں [illegible] مقام محمدیت کی بلندی کا تصور کرایا جائے کہ جب نبی کے [illegible] کا یہ مقام ہے تو [illegible]۔

۶ [illegible]

[illegible] آگے ہیں۔

۴ - [illegible]

[illegible] کریں۔

ناز کیا اُس پہ، جو بدلا ہے زمانے نے تمھیں
مرد وہ ہیں، جو زمانے کو بدل دیتے ہیں!

[illegible]

پیرانِ خانقاہ اور مشائخ کرام کا پیغام ہے کہ

اے پیرِ حرم رسم و رہِ خانقہی چھوڑ
مقصود سمجھ میری نوائے سحری کا
اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت
دے ان کو سبق خود شکنی خود نگری کا
تو ان کو سکھا خارہ شگافی کے طریقے
مغرب نے سکھایا انھیں فن شیشہ گری کا
دل توڑ گئی ان کا دو صدیوں کی غلامی
دارو کوئی سوچ ان کی پریشاں نظری کا

(ضربِ کلیم)

۳۰ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ
(۱۵ دسمبر ۱۹۳۶ء)

دائرۂ شاہ علم اللہؒ
رائے بریلی

◆

کتاب کے مآخذ

سید صاحبؒ کی سیرت میں اتنی کتابیں اور اس شرح و بسط کے ساتھ لکھی گئی ہیں، جو بہت کم نامورانِ اسلام اور مشائخ و مجاہدین کے حالات میں لکھی گئی ہوں گی۔ اس کے کئی سبب ہیں۔

ایک سبب تو یہ ہے کہ اُس زمانے میں کتابت و تصنیف بہت عام تھی اور سید صاحبؒ کے خود اہلِ خاندان اور آپ کے رفقاء و متوسلین نے اس طرف توجہ کی۔ اس لیے اُن کو زیادہ تر چشم دید بیانات اور جزئیات و تفصیلات آ سکیں، جن کا بعد میں فراہم ہونا مشکل ہوتا ہے۔

دوسرا سبب نواب وزیرالدولہ مرحوم والیِ ریاست ٹونک(۱) کی ذات ہے، جن کو سید صاحبؒ سے تعلق و عقیدت و ارادت ہی نہیں عشق تھا، اس کام کے لیے انہوں نے بڑی ہمت سے سید صاحبؒ کے اخبار و اذکار اور حالات کی ایک جماعت مقرر کردی تھی، جس نے سید صاحبؒ کے حالات و واقعات کا ایک ضخیم دفتر تیار کردیا۔

لیکن ان کتابوں کی موجودگی میں ایک نئی کتاب کی ضرورت پیش آئی:

(۱) جو ان سب کتابوں کو سامنے رکھ کر لکھی جائے،

(۲) جس میں سید صاحبؒ کی شخصیت و حیثیت اور آپ کے مقاصد و کارنامے وضاحت و جامعیت اور آپ کی عظیم الشان تحریک کے دینی و سیاسی ثمرات و برکات بیان کیے جائیں،

(۳) جس میں غیر ضروری جزئیات و تفصیلات و حشو و زوائد کے بجائے ضروری واقعات اور تاریخی اشارات ہوں، اور

(۴) جس میں وہ ضعیف روایات و حکایات درج نہ کی جائیں، جو اُس زمانے کے وقت اور [illegible] سے چھوڑ

---

(۱) نواب محمد وزیر خاں والیِ ریاست ٹونک، پیدائش [illegible]ھ، مسند نشینی ۱۲۵۱ھ، وفات ۱۲۸۱ھ
[illegible]

دیے گئے تھے۔

جن کتابوں سے اس کتاب کی ترتیب و تسوید میں مدد لی گئی ان کے نام ضروری تفصیل کے ساتھ لکھے جاتے ہیں۔

قلمی:

۱۔ **اعانۃ الابرار (فارسی)** مولانا شاہ اہل اللہ برادر حضرت شاہ ولی اللہ، مولانا نور اللہ، مولانا شاہ محمد عاشق اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دوسرے اکابر نے حضرت شاہ ولی اللہ کی وفات کے بعد حضرت شاہ ابوسعید صاحب رائے بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام مختلف خطوط لکھے ہیں، جن سے اس زمانے کے بہت سے حالات اور خاندان کے اشخاص اور بزرگوں کے سنینِ وفات پر روشنی پڑتی ہے، اور شاہ ابوسعید کے اس خاندان سے تعلق اور ان کے مرتبہ و شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولوی سید ابوالقاسم ہسوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان خطوط کو "اعانۃ الابرار" کے نام سے یکجا جمع کر دیا ہے، جو ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

۲۔ **وقائع احمدی (اردو)** یہ کتاب اسی جماعت کی مرتب کی ہوئی ہے، جس کو نواب سید محمد علی مرحوم نے سید صاحب کی وقائع نگاری اور تاریخ نویسی کے لیے مقرر کیا تھا۔ اس میں سید صاحب کے بعض رفقاء جو آپ کے سفر میں ہمراہ اور آپ کے ساتھ رہتے تھے، مرتب اپنے چشم دید واقعات بیان کرتا اور کاتب اس کو لکھ لیتا۔ یہ سید صاحب کے حالاتِ زندگی کا سب سے وسیع ذخیرہ اور معلومات کا سب سے بڑا خزانہ ہے، پیشِ نظر کتاب کا بھی سب سے بڑا ماخذ ہے۔ مؤلف کے پاس جو نسخہ ہے وہ تین مرتب ضخیم مجلدوں اور چند متفرق اور کرم خوردہ اجزا پر مشتمل ہے۔ یہ نسخہ مولانا سید عرفان، مولانا سید مصطفیٰ اور حافظ سید محمد یونس بزرگانِ خاندان سید صاحب کی ملکیت ہے۔ وہ عمۂ محترمہ اہلیہ سید عبدالحفیظ، دخترِ حافظ سید محمد یونس صاحب مرحوم کی عنایت سے حاصل ہوا۔ اس نسخہ کی پہلی جلد کے ابتدائی ورق ناقص تھے۔ ان کی تکمیل "وقائعِ احمدی" کے اس نسخے سے کی گئی جو سید نور احمد

صاحب پسر سید محمد اسحٰق صاحب مرحوم سے مستعار ہے اور وہ وقائع کی صرف پہلی جلد ہے۔

۲- منظورۃ السعداء (فارسی) اس کتاب کا پورا نام منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء ہے۔ تاریخِ احمدیہ تاریخی نام ہے جس سے تاریخِ تالیف [illegible] نکلتی ہے یہ کتاب مولوی سید جعفر علی نقوی ساکن مجھوا میر، ضلع بستی کی تالیف ہے اور سید صاحب کے حالات میں نہایت معتبر و مستند کتاب ہے۔ مولوی سید جعفر علی اُن کے [illegible] مرید [illegible] سید صاحب سے [illegible] میں سرحد پہنچے اور [illegible] جنگ بالاکوٹ میں شریک تھے۔ بالاکوٹ کے [illegible] کے بعد ہندوستان تشریف لے گئے اور [illegible] نواب وزیر الدولہ مرحوم کے عہدِ ریاست میں [illegible] کی تحریک سے [illegible] [illegible] سے ۲۴ ذی قعدہ [illegible] تک وہ تمام واقعات کے چشم دید راوی اور بہت [illegible] ہیں۔

[illegible]

[illegible]

نسخہ کی اس نسخے سے تکمیل ہوتی ہے۔ مؤلف کتاب کو دونوں نسخوں سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔

۲۔ مکتوبات فارسی یہ سید [illegible] مولانا اسمٰعیلؒ اور سید حمید الدین خواہرزادہ سید صاحب کے خطوط کا مجموعہ ہے جو زیادہ تر میدان جنگ سے اعزہ و احباب امراء و سلاطین [illegible] اہل ہندوستان کو بھیجے گئے۔ اس سے [illegible] ہجرت [illegible] جہاد کے واقعات اور میدان جنگ کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ سید حمید الدین [illegible] [illegible] مشتمل اور [illegible] [illegible] پر مشتمل ہیں [illegible] سفر ہجرت کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ [illegible] مجموعہ [illegible] صاحب کے کتب خانہ میں(۱) ہیں اور [illegible] کے علاوہ دوسرے کتب خانوں میں اس کے متعدد مجموعے ہیں جن میں خطوں کی تعداد کم و بیش ہے۔ جو نسخہ مؤلف کے پیش نظر ہے وہ خاندانی ہے اور غالباً سید حمید الدین یا سید عبد الرحمن خواہرزادگان سید صاحب کے پاس رہا ہے۔ اس میں خطوط کے علاوہ بعض تحریریں اور واقعات کی [illegible] ہندوستان [illegible] کی [illegible] ہیں۔ درمیان میں دو [illegible] تحریریں بھی ہیں۔ یہ نسخہ نہایت [illegible] خط [illegible] ہے۔ [illegible] کے [illegible] صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ [illegible] [illegible] قرآن و حدیث کا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہیں کہ [illegible] مشہور [illegible] کا [illegible] ہے۔

۳۔ [illegible] یہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] دیوبند [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سید صاحب کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

---

(۱) [illegible] کتب خانہ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہے۔

سے سُنی تھیں یا خود اُن واقعات میں شریک تھے اور سید صاحبؒ کی عام تاریخوں میں نہیں ملتیں۔ یہ کتاب اگرچہ سید صاحبؒ کے تذکرہ و سیرت کے موضوع پر نہیں ہے، لیکن سید صاحبؒ کے تذکرے میں اس سے نہایت بیش قیمت مدد ملی۔ یہ رسالہ اس وقت کی علمی، دینی، اخلاقی تصویر ہونے کے علاوہ سید صاحبؒ کے بہت سے عادات و کمالات کا آئینہ ہے۔(۱)

۹۔ نُزْہَۃُ الْخَوَاطِرِ وَبَهْجَةُ الْمَسَامِعِ وَالنَّوَاظِرِ (عربی) یہ آٹھ جلدوں میں مشاہیرِ ہندوستان کا تذکرہ حضرت والد مرحوم مولانا سید عبد الحی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کی تصنیف و سرمایۂ حیات ہے۔ اس میں تیرھویں صدی کے اعیان میں سید صاحبؒ اور اُن کے رُفقا کا تذکرہ ہے۔(۲)

۱۰۔ قدیم تحریریں اور دستاویزیں مخطوطات اور غیر مطبوعہ کتابوں کے علاوہ خاندانی ذخیروں میں بعض ایسی قدیم تحریریں، یادداشتیں، خطوط اور دستاویزیں ملیں، جن سے بعض اہم تفصیلات اور واقعات کی جزئیات معلوم ہوئیں، بعض سنین کی تعیین ہوئی اور عام مطبوعہ تذکروں اور بعض وقت بعض قدیم ماخذوں کی غلطیوں کا علم ہوا۔

ان قدیم تحریروں اور یادداشتوں میں سفرِ حج کی ایک یادداشت ہے، جو روزنامچے کی شکل میں سید صاحبؒ کے رفقائے خاص میں سے کسی رفیق کے قلم کی لکھی ہوئی ہے اور اس میں بنارس کی منزل سے لے کر حجاز سے واپسی تک کے اہم مقامات بقیدِ تاریخ لکھے ہوئے ہیں۔ یہ یادداشت مولوی محمد سعید صاحب نصیر آبادی کے خاندانی کاغذات میں ایک کتاب کے اندر نشانی کے طور پر رکھی ہوئی ملی جس سے سفرِ حج کی منزلوں کی تاریخ لکھنے میں بڑی مدد ملی اور بعض نئے واقعات کا علم ہوا۔

دستاویزوں میں بعض اقرار نامے اور خاندانی ہبہ نامے وغیرہ تھے، جن میں سے بعض اپنے گھر کے خطوط اور قدیم قلمی تحریروں کے مرقع میں ملے۔ بعض مولوی سید محمد علی صاحب "مخزنِ احمدی" کے صاحبزادے بخشی سید نور الہدیٰ صاحب مرحوم کے قلمی ذخیرے میں ٹونک میں دستیاب ہوئے۔ ان میں سے بھی بڑے مفید معلومات حاصل ہوئے اور ان کتابوں کے متعدد

---

(۱) رسالہ معارف دار المصنفین اعظم گڑھ [illegible] میں مسلسل شائع ہو چکا ہے۔ (۲) اس وقت تک اس کتاب کے ۶ حصے دائرۃ المعارف حیدرآباد کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں، ساتواں زیرِ طبع ہے۔

مشہور سنین کی تصحیح ہوئی۔

قدیم حسابات کے کاغذات سے بھی بڑی مدد ملی اور بعض مشہور اغلاط کی تصحیح ہوئی۔ اُن سے بریلی کے موضع لوہانی پور کی مسجد (تعمیر کردۂ سید صاحبؒ) کے حسابات کے کاغذات زیر قابل ذکر ہیں، جو مہتمم تعمیر محمد زمان خان مرحوم کے پوتے ماسٹر محمد زمان خاں درانی ہاں سے دستیاب ہوئے۔ جزاہُ اللہ خیرًا!

[illegible]

احمدی (فارسی) سید صاحبؒ کے بڑے بھانجے مولوی سید محمد علی کی تصنیف اور سید کے حج سے واپسی تک کے ابتدائی حالات میں سب سے بڑا ماخذ ہے۔ مولوی صاحب صاحبؒ سے عمر میں بڑے، اکثر واقعات کے چشم دید گواہ اور رفیق سفر تھے۔ تو سب ان کے عہد میں یہ کتاب لکھی گئی، اب نایاب ہے۔

مخزن احمدی اور ۲۔ تواریخ عجیبہ (اردو) پہلی کتاب سید صاحبؒ کے حالات میں مقبول کتاب ہے جس سے سید صاحبؒ کے حالات کی بہت اشاعت ہوئی۔ مولوی محمد جعفر تھانیسری، اسیر پورٹ بلیر و مستغیث مقدمہ سازش کی تصنیف ہے۔ آپ سید صاحبؒ سے بیعت اور سید صاحبؒ کے [illegible] اور پرجوش معتقد تھے۔ جس زمانے میں یہ کتاب [illegible] حکومت [illegible] کی اشاعت ہی ایک خطرناک کام تھا، شاید اسی وجہ سے مصنف کتاب کو [illegible] کہیں کہیں ردو بدل کرنا پڑا۔

دوسری کتاب تواریخ عجیبہ [illegible] ہے جس میں مصنف نے [illegible] اور کالے پانی کی سرگذشت اور مصائب و مشکلات کی نہایت عبرت ناک [illegible] ہے۔ اس کا دوسرا نام "کالا پانی" ہے۔

[illegible] یہ [illegible] مرحوم [illegible] تصنیف۔

ٹونک کی تصنیف ہے جو [illegible] سے [illegible] کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کی وفات [illegible]

[illegible] محمد علی خان [illegible] ریاست ٹونک کے [illegible]

[illegible] ٹونک میں [illegible] کتاب میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

ہیں، لیکن جنابِ سید صاحبؒ، شاہ اسمٰعیلؒ اور مولانا عبدالحئیؒ کے متعلق بعض کارآمد معلومات اور دلچسپ واقعات ہیں، جو اپنے اپنے موقع پر کتاب میں درج ہیں۔

۹۔ آبائی اور خاندانی حالات کے مآخذ اس خاندان کے اکابر اور بزرگوں کے جستہ جستہ حالات اور واقعات تاریخ و سیر و انساب کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ "تاریخِ فیروز شاہی"، "عمدۃ الطالب"، "تذکرۃ السادات"، "منتخب الانساب"، "بحرِ زخار"، "تاریخِ آئینۂ اودھ" اور "نزہۃ الخواطر" اس باب میں ماخذ ہیں۔

خاص خاندانی حالات اور قریب کے اجداد کی سیرت و واقعات کے لیے "اعلام الہدیٰ" سب سے بہتر اور معتبر ماخذ ہے، جو سید صاحبؒ کے عمِ حقیقی مولانا سید نعمان کی تالیف در حضرت شاہ علم اللہؒ اور ان کی اولاد و احفاد کے سیر و حالات کا مجموعہ ہے۔ مولانا سید نعمان نے ان میں سے اکثر بزرگوں کا زمانہ پایا اور ان کی صحبتیں اٹھائیں اور اپنے مشاہدات و معلومات قلمبند کیے۔

مولانا سید نعمان کے بعد اس خاندان کے ایک رکن سید عبدالشکور (۱۲۲۴ھ – ۱۲۹۲ھ) نے خاندان کے انساب میں "گلشن محمودی" نامی ایک کتاب لکھی، جس سے بعد کے لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

خاندانی حالات و معلومات کا سب سے بڑا ذخیرہ اس خاندان کے مؤرخ اور عالمِ انساب مولوی سید فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ[1] نے فراہم کیا۔ آپ نے "اعلام الہدیٰ" میں اضافہ کیا، نیز "تکملہ" نام رکھا۔ ان کا دوسرا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اپنے زمانۂ وفات (۱۲۳۶ھ) تک اس خاندان کے تمام افراد کے، جو نسب ذاتی و مکانی، سنین و حالات و خصوصیات بڑی تحقیق و جستجو سے فراہم کیے اور "سیرۃ السادات" کے نام سے ایک مفصل نسب نامہ مرتب کیا، جو خاندانی انساب، سنین و وفیات اور مختصر افرادِ خاندان کی سیرت و خصوصیات بھی معلوم کرنے کا اس وقت تنہا ذریعہ ہے۔

---

[1] مولوی سید فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ [illegible]

سیّد صاحبؒ کی سیرت پر اجمالی نظر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غیر فانی معجزہ یہ ہے کہ آپ کے فیض کا چشمہ کبھی خشک نہیں ہونے پاتا، آپ کا نمونہ آنکھوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوتا، آپ کی اُمت کی شمعیں زیادہ دیر تک گُل نہیں رہتیں اور وہ اس طرح کہ آپ کی مشعلِ نور سے براہِ راست مسلسل طریقے پر سیکڑوں مشعلیں روشن ہوتی رہی ہیں اور قیامت تک ہوتی رہیں گی۔ آپ کی کامل پیروی سے ہر زمانے میں اور تقریباً ہر جگہ کم و بیش ایسے انسان پیدا ہوتے رہے، جن سے آپ کی یاد تازہ ہوتی تھی اور انبیا کی شان نظر آتی تھی، جس سے ظاہر ہوتا کہ اللہ کا کام بند نہیں ہوا، اللہ کا دین زندہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہر زمانے میں ممکن ہے اور انہیں کی وجہ سے خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کی عملاً ضرورت نہیں۔

اِن بزرگوں کے کئی طبقے ہیں۔ پہلا اور سب سے اونچا طبقہ صحابۂ کرامؓ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و کارِ نبوت کی تکمیل کر دی، اسی طرح اُن حضرات نے آپ کی کامل پیروی کا حق ادا کر دیا۔ اُن کے بعد سلفِ صالحین، اولیائے کاملین، مجاہدین، مرشدین، مصلحین، مجددین مختلف طبقات ہیں اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلامذہ و مریدین، آپ کے نقش بردار اور آپ کے دین کے خادم ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اِن لوگوں سے اللہ ہمیشہ اپنا کام لیتا رہا، اُن سے ہزاروں کی آنکھیں روشن کیں، ہزاروں کے دل کے کنول کھلائے، ہزاروں کو جگایا، بندوں پر اپنی حجت تمام کی۔ اُن کا ذکر باعثِ برکت ہے، اُن کی محبت ذخیرۂ آخرت ہے، ان کی سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک جز ہے۔ اگرچہ اُن میں سے ہر ایک اپنے رنگ میں کامل تھا، لیکن ان کا ظل

ہیں بھی کامل وہ ہے، جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، کا نمونۂ کامل ہے، جس میں صحابہؓ کی شان سب سے بڑھ کر تھی، جس سے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ کے مذہب و مقصد کی زیادہ خدمت و ترقی ہوئی، جس کی صحبت و تربیت سے ایسی جماعت تیار ہوئی، جس نے خیرُ القرون کی یاد تازہ کر دی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، کی سیرت ایک بار مطالعہ ہو اور آپؐ کی جامعیت پر نظر کی جائے: علم و عمل کے جامع، دین و دنیا کے جامع، شب بیدار و شہسوار، خدا کے لیے اگر عبادت کرتے تھے، تو اللہ کے لیے دشمنی بھی کرتے تھے، [illegible] النفس [illegible] کے ساتھ اللہ سے جہاد بھی کرتے تھے۔

لیکن صحابہؓ کو چھوڑ کر [illegible]

[illegible]

[illegible]

صدی کے امیر المومنین کی زندگی میں اتباعِ نبوی کی یہ حیثیت بہت نمایاں نظر آئے گی [illegible] چیز نے شریعت میں اس جوان کا سر اونچا کر دیا ہے۔ مفسرین اور محدثین نے بے شبہ اسلام کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور دے رہے ہیں۔ ہزاروں بندگانِ خدا کو ان سے ہدایت ہوئی، ہزاروں کو ان کی وجہ سے کلمہ نصیب ہوا، ہزاروں کے خاتمے اچھے ہوئے۔ آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیض ان سے جاری ہے، لیکن ان سب کے حلقے اور عمل کے دائرے محدود ہیں۔

سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس نکتے کو اچھی طرح سمجھا کہ حکومتِ الٰہی کے قیام اور اسلامی [illegible] و قوانین [illegible] اور ماحول کی تبدیلی کے بغیر یہ سب کوششیں کوہ کندن و کاہ برآوردن ثابت ہوں گی۔ صرف چند خوش نصیب لوگوں کی اصلاح ہوگی لیکن فرد و ملت فضا و ماحول [illegible] کرنے کی [illegible] آپ اسی نقشے پر عمل کرنا چاہتے تھے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین نے کیا [illegible] تجربہ یہ ہے کہ سب سے زیادہ [illegible] کامیاب [illegible] ثابت ہوئی [illegible] اسلام کی تبلیغ کے لیے [illegible] عمل ہے۔

اسلام صرف [illegible] کا مذہب نہیں اور چند منتخب لوگوں کا اس پر عمل کرنا کافی نہیں [illegible] کی طرح چند عقائد و رسوم کا نام نہیں۔ وہ زندگی کا نقشہ ہے۔ وہ زمانے کی [illegible] ذوق [illegible] کا رنگ بدلنا چاہتا ہے [illegible] زندگی کے مقاصد و معیار، زاویۂ نظر اور انسانی ذہنیت کو بھی بدلنا چاہتا ہے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ اس کو مادی و سیاسی اقتدار حاصل ہو [illegible] دنیا کے لیے نمونہ [illegible] حقیقت کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے:

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ — یہ لوگ [illegible] اگر ہم ان کو زمین میں [illegible]

أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ	صاحبِ اقتدار کر دیا (یعنی اُن کا حکم چلنے لگا)
وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا	تو وہ نماز قائم کریں گے، ادائے زکوٰۃ میں سرگرم ہوں گے،
عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ	نیکیوں کا حکم دیں گے، برائیاں روکیں گے اور تمام
الْاُمُوْرِ ○ (۲۲ : ۴۱)	باتوں کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

ایک نہایت ہی اہم بات یہ ہے کہ شرعی حکومت کے بغیر شریعت پر پورا عمل بھی نہیں ہو سکتا۔ اسلام کے نظامِ عمل کا ایک مستقل حصہ ایسا ہے، جو حکومت پر موقوف ہے۔ حکومت کے بغیر قرآنِ مجید کا ایک پورا حصہ ناقابلِ عمل رہ جاتا ہے۔ خود اسلام کی حفاظت بھی قوت کے بغیر ممکن نہیں۔ مثال کے طور پر اسلام کا پورا نظامِ مالی و دیوانی و فوجداری معطل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن غلبہ و عزت کے حصول پر زور دیتا ہے اور اسی لیے خلافتِ اسلامی بہت اہم اور مقدس چیز سمجھی گئی اور اس کو اکابرِ صحابہ رضؓ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی تجہیز و تکفین پر مقدم رکھا، جسے بہت سے کوتاہ نظر نہیں سمجھتے اور اسی کی حفاظت کے لیے حضرت حسینؓ نے اپنی قربانی پیش کی، تاکہ اس کا مقصد ضائع نہ ہو اور وہ نااہل ہاتھوں میں جانے نہ پائے۔

”امر بالمعروف“ اور ”نہی عن المنکر“ اسلام میں جس قدر اہم فریضہ ہے، وہ اس سے ظاہر ہے کہ امت کی بعثت کا مقصد یہی بتایا گیا ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ	تم بہترین قوم ہو، جو لوگوں کے لیے
لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	ظاہر کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳ : ۱۱۰)	اور برائی سے روکتے ہو۔

اور قیامت تک کے لیے مسلمانوں کا یہی فرض قرار دیا گیا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ	تم میں ایک ایسی جماعت رہنی چاہیے، جو بھلائی
اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	کی طرف دعوت دیتی رہے، نیکی کا حکم کرتی رہے
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ (۳ : ۱۰۴)	اور برائی سے روکتی رہے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے لیے امر (حکم) اور نہی (ممانعت) کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اہل علم جانتے ہیں کہ امر و نہی کے لفظ میں اقتدار اور تحکم کی شان ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ بھلائی کی ترغیب دینے کے لیے درخواست و عرض کریں گے۔ پس امر و نہی کے لیے سیاسی اقتدار اور مادی قوت کی ضرورت ہے اور امت کا فریضہ ہے کہ وہ اس کا انتظام کرے۔

صحیحین کی مشہور حدیث ہے:

مَنْ رَأَىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ، فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ۔	تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے اسے ہاتھ سے روک دے، اگر ہاتھ سے نہ روک سکے تو زبان سے روکے، اگر زبان سے بھی نہ روک سکے تو دل سے برا سمجھے اور یہ آخری درجہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

ظاہر ہے کہ تغییر بالید (ہاتھ سے بدل دینے اور عملی اصلاح) کے لیے قوت و تنفیذ کی ضرورت ہے، زبان سے روکنے کے لیے بھی کچھ قوت اور آزادی کی ضرورت ہے۔ اگر یہ نہیں تو تیسرے درجے پر قناعت کرنی پڑے گی جو ایمان کا آخری درجہ ہے اور جس کے بعد بعض روایات کے مطابق ایک ذرہ برابر بھی ایمان نہیں رہ جاتا۔ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ رفتہ رفتہ دل سے برا سمجھنا اور نفرت و بیزاری کا احساس بھی مٹ جاتا ہے۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

[illegible]

[illegible] کے نمونے گو تاریخ اسلام میں جا بجا ملتے ہیں، لیکن ایمان و یقین اور [illegible] کی ایسی [illegible] ہے کہ ہم نے کم سے کم اس وقت تک [illegible] نہیں [illegible] اتنے بڑے پیمانہ پر عزم و توکل، جوش جہاد، ایمان و احتساب، شوق شہادت کے ایسے نمونے دیکھنے میں نہیں آتے۔ [illegible] اور [illegible] اتباع و [illegible] واقعات کی [illegible] تاریخ کا [illegible] باب نہیں [illegible]۔

[illegible] صدیوں میں [illegible] دنیائے اسلام میں [illegible] مذہبی تحریک ہندوستان کی اس تحریک احیائے سنت و جہاد سے زیادہ منظم و [illegible] اور [illegible] مذہبی اثرات سے [illegible] اور دور رس [illegible] ہندوستان کی کوئی [illegible] کوئی [illegible] تحریک [illegible] نہیں جو اس تحریک سے متاثر نہ ہو [illegible] مسلمانوں کی مذہبی [illegible] مسلمانوں کی [illegible] اور [illegible] [illegible] اور [illegible] اقبال [illegible] ہندوستان [illegible] کے لیے [illegible]۔

[illegible]
ریاست ٹونک
(راجپوتانہ)

مئی سنہ ۱۹۳۶ء

سید صاحب کا زمانہ

تیرھویں صدی کی دنیائے اسلام تیرھویں صدی یا اسلامی تاریخ کی پچھلی صدیوں میں ایک ایسا دور ہیں جو انتہائی دینی، اخلاقی اور سیاسی انحطاط کا منظر پیش کرتی ہیں، وہ دفعتہً پیدا نہیں ہوا اور وہ کسی وقتی یا فوری سبب کا نتیجہ نہیں، بلکہ تدریج کے ساتھ پیدا ہوا ہے۔ اس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ تاریخ اسلام کے بہت سے مسائل حل کرنے کے لیے [illegible] کی مشکلات کا اندازہ کرنے کے لیے اس کی ابتدائی تاریخ اور اس کے تدریجی ارتقا پر ایک نظر ڈالنی ضروری ہے۔

اسلام ایک دین ہے، اس کے لیے ایک خاص قسم کی اعتقادی، ذہنی، اخلاقی تربیت اور تقاضوں کی ضرورت ہے، جو بہت بڑے ایثار اور قربانی کی: جان و مال کا ایثار اور اس کے خلاف ہر قسم کے جذبات، رجحانات اور ارادوں اور خواہشوں کی قربانی بھی۔ اسلامی دعوت کے ظہور کے لیے یہ ضروری ہے کہ [illegible] ترغیبات، ماحول اور خاندانی ذہنیت کے اثرات سے آزاد ہو چکے ہوں اور اس کے اصول [illegible] ہوں اور ان کی [illegible] ہو چکے ہوں۔ اسلام کے ابتدائی [illegible] کی زندگی پر [illegible] سبب جنہوں نے خصوصیت [illegible] تربیت پائی تھی۔ صحبت نبوی کی [illegible] اثر کے باعث [illegible] ان کی ذہنی اور اخلاقی تربیت کی گئی تھی۔ ان کے دل و دماغ [illegible] ان کی زندگی کے ہر گوشے میں جاہلیت [illegible] کی کشمکش آخری دور ختم ہو چکی تھی، صرف اسلام باقی رہ گیا تھا۔ وہ اسلام کی عملی تصویر تھے اور ان کا عہد حکومت بھی وراثت نبوی کا مستند و معیاری عہد تھا۔

اس کے بعد مسلمانوں کی رہنمائی ان لوگوں کے حصے میں آئی جن کی ذہنیت [illegible] زیادہ تر جاہلیت اور اسلام کی یہ غیر فانی کشمکش ختم نہیں ہوئی تھی اور ان میں غیر اسلامی عادات

اور اثرات موجود تھے۔ بعد کے لوگوں میں یہ کشمکش جاہلیت کے غلبے اور اسلام کی مغلوبیت کی صورت میں ختم ہوئی اور قدیم جاہلیت جدید لباسوں میں ظاہر ہوتی رہی؛ کبھی ملوکیت کے بھیس میں، کبھی عربی قومیت کے روپ میں، کبھی دین و سیاست کی تفریق کی شکل میں، اور کبھی شاہانہ شان و شوکت اور شاہانہ عیش و عشرت کے رنگ میں۔ صرف حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا مختصر عہد اس سے مستثنیٰ ہے۔ انھوں نے اپنے مجددانہ کارناموں سے ثابت کر دیا کہ اس آخری وقت میں مسلمانوں کے لیے اب بھی وہ سب کچھ ممکن ہے جس سے وہ ایک پوری قوم کی گزری ہوئی جوانی واپس لا سکتا ہے، مگر [illegible] تاریخ کا یہ نمونہ وقتی ثابت ہوا، اور سلسلۂ مضمون کا تسلسل پھر ٹوٹ گیا۔

اسلام نے اپنے پیروؤں میں وہ جوشِ عشق پیدا کر دیا تھا جس نے نفسانیت اور انانیت کو بالکل مغلوب کر دیا تھا، جس کی آگ نے نفس کے میل کچیل کو بالکل جلا دیا تھا۔ لیکن جب عشق کی یہ گرمی اور حرارت سرد ہونے لگی [illegible] تو دو چیزیں نمودار ہوئیں جو دبا دی گئی تھیں [illegible] نفسانیت اور انانیت [illegible] جگہ جگہ سے [illegible] اور عیش و عشرت کی پرورش ہونے لگی [illegible] اصول سے بیگانہ [illegible] ہو گئے۔

اس زمانے کا بڑا سبب خلافتِ راشدہ کا خاتمہ ہے۔ خلافت دین کی پاسبان و علمبردار تھی، سیاست اس کے ماتحت [illegible] ان لوگوں کے ہاتھ میں آئی جو اس کے اہل نہ تھے [illegible] دین [illegible] نہیں تھے۔ جب تک عہدِ نبوی کا قرب رہا [illegible] اور [illegible] تھی۔ [illegible] کا [illegible] نہیں ہونے پایا [illegible] تک محدود [illegible] سے زیادہ [illegible] امر بالمعروف [illegible] کرتے تھے۔ وہ خلفاء کو ٹوک دیتے تھے اور وہ ان کی باتیں سن لیتے تھے۔ ایسے

نمونے موجود تھے، جنہیں دیکھ کر دین کا شوق پیدا ہوتا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ جب یہ لوگ اٹھتے گئے، تو اہلِ حکومت کا تسلط بڑھتا گیا اور اہلِ دین کا اقتدار کم ہوا، تو دین کا رنگ پھیکا پڑنے لگا۔ اہلِ علم و دین خوف سے یا امید سے حکومت کے دامن سے وابستہ ہونے لگے، نتیجہ ختم ہو گیا۔ اسی وقت سے اسلام اپنے گھر میں پردیسی اور انتہائی دنیاوی شوکت و عروج و حکومت کے زمانے میں اجنبی ہو گیا۔ دینی طبقہ اقلیت میں ہو گیا، اہلِ حق گوشہ نشین ہو گئے اور اپنے اپنے حلقے میں اپنا فرض انجام دیتے رہے، لیکن اُن کی حالت بالکل غریبوں کی سی ہو گئی تھی۔

یہ حقیقت ہے کہ خلافتِ امویہ یا عباسیہ کے عروج کا زمانہ، ولید بن عبدالملک، ہارون رشید و مامون اور عبدالرحمٰن الناصر کا عہد مادی حیثیت سے خواہ کتنا ہی درخشندہ کیوں نہ ہو، ان لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہو گی جو اسلام کے صحیح معنی اسلامی تمدن سمجھتے ہیں اور اسلامی تمدن سے ان کی مراد بغداد و قرطبہ، دمشق و غرناطہ کا تمدن ہوتا ہے۔ وہ اسلام کی ترقی کو شہروں کی بلندی، فنِ تعمیر کی ترقی اور فنونِ لطیفہ کی سرپرستی کے پیمانے سے ناپتے ہیں، لیکن جو سمجھتے ہیں کہ اسلام ایک دینی، روحانی، اخلاقی اور معاشرتی مذہب ہے، ان کو اس کی ترقی بغداد و قرطبہ کے عالی شان محلات و درباروں کے بجائے مدینہ کے جھونپڑوں میں نظر آئے گی۔

دنیادار بادشاہ اور امراء تو پہلے ہی پیدا ہو چکے تھے، زمانے کے تقاضے اور حالات کے تغیر سے دنیادار علماء و مشائخ کا گروہ پیدا ہوا، اور یہی وہ تینوں عناصرِ فساد ہیں، جو اسلام کے درخت کو دیمک کی طرح کھاتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

وَهَلْ أَفْسَدَ الدِّيْنَ إِلَّا الْمُلُوْكُ
وَأَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا[1]

خلافت کا نظامِ شرعی اور اس کی برکتیں تو پہلے ختم ہو چکی تھیں، رفتہ رفتہ جو کچھ اس کا بقیہ تھا کی آزادی اور سامانِ عیش و دولت کی فراوانی سے سخت اخلاقی خرابی پیدا ہوئی، خود غرضی و

---

(۱) دین کو بعض بادشاہوں، بُرے علماء اور تارک الدنیا پیروں نے خراب کیا۔

رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی جہاد کو زندہ کیا، اور اس سے مسلمانوں میں مجاہدانہ روح پیدا ہو گئی۔ لیکن جنگِ بالاکوٹ کے خاتمے پر (اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اس کا اس وقت خاتمہ ہو گیا تھا، تھوڑی ہی مدت میں پھر انحطاط پیدا ہو گیا۔ اس وقت سے عالمِ اسلام کے ہر گوشے میں وقتاً فوقتاً مصلح اور مجدد پیدا ہوتے رہتے ہیں جن سے مسلمانوں میں زندگی اور بیداری پیدا ہوئی، عقائد و اعمال کی اصلاح ہوئی، کہیں کہیں میدانِ جہاد بھی گرم ہوا، اور کارگر و صحیح الخیال تحریکیں پیدا ہوئیں، لیکن مسلمانوں میں عالمگیر بیداری پیدا نہ ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ روحانی، اخلاقی، دینی و سیاسی، علمی و ذہنی انحطاط کے لحاظ سے یہ صدیاں اسلام کی تاریخ میں قرونِ مظلمہ رہی ہیں۔

ہندوستان کی حالت

ذہنی تربیت

اسلام کو عربوں کی ذہنی تربیت کا زیادہ زمانہ اور زیادہ موقع ملا اور عربوں میں براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت و صحبت سے [illegible] اس لیے اسلام ان کا عقیدہ، مذہب، ان کی تہذیب و تمدن اور اخلاق و معاشرت بن گیا تھا اور بہت سے [illegible] [illegible] ان کا دماغ اس کو آسانی قبول کرتا تھا اور وہ اس کو [illegible] اور شریعت کے مقصد کے مطابق سمجھتے تھے ان میں اس کی اشاعت و تبلیغ کا شوق بھی دوسروں سے زیادہ تھا اور ان کے پاس اس کے سوا کوئی اور چیز نہیں تھی اور اس لیے جہاں جہاں وہ گئے [illegible] اور [illegible] ابتدائی شکل میں تھا اس میں مذہب کی قوت بھی زیادہ تھی چنانچہ اس نے وہاں کے مذہب، اخلاق و معاشرت کو فتح کر لیا اور اپنی تہذیب [illegible] وہ قومیں [illegible] میں گم ہو گئیں چنانچہ [illegible] آج بھی [illegible] [illegible] جس [illegible] کیا۔

لیکن ہندوستان میں [illegible] ایران و افغانستان کا چکر کاٹ کر پہنچا [illegible] [illegible] اسلام کا [illegible] [illegible] کوئی شک نہیں [illegible] تہذیب [illegible] کرنے [illegible] ان کی ذہنی تربیت [illegible] [illegible] تہذیب و معاشرت [illegible] [illegible] [illegible] تہذیب [illegible]۔

جس وقت حریفوں کی تلواریں باہم میدانِ جنگ میں دست و گریباں ہوتیں، اُس وقت اُن کی تہذیبیں اِستفادہ و تعارُف میں مشغول ہوتی تھیں۔ اِن سب کا نتیجہ یہ ہُوا کہ بقول ڈاکٹر لبان اِسلام ہندوستان میں جتنا اثر انداز ہُوا اُس سے زیادہ مُتاثّر ہُوا اور تھوڑے دنوں میں ایک بین الاقوامی اور بین المذاہب عربی، ایرانی، افغانی اور ہندوستانی مذہب و تہذیب پیدا ہو گئی تھی۔ یہاں کے اسلام میں وُہ ساری کمزوریاں تھیں، جو ایران و افغانستان کے اسلام میں تھیں اور وُہ بھی جو ہندو مذہب و تہذیب و تصوّف کے اختلاط سے پیدا ہُوئی تھیں۔ جو لوگ یہاں اپنے پُرانے مذہب سے اسلام میں داخل ہُوئے، وہ طبعاً اپنے ساتھ اپنی بہت سی مذہبی و قومی خصُوصیات، عقائد و خیالات لائے، جو قائم رہے اور بعد میں مذہب میں داخل ہو گئے۔ یہ وہ کام [illegible] ثانی دُنیا جہان میں کہیں عجب نہیں، لیکن ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ جُرم گردن زدنی تھا۔

اِس زہر کا تریاق اور اسلام کی شکل محفوظ رکھنے کے لیے دُنیا میں دو چیزیں تھیں: قرآن و حدیث۔ قرآن کے سمجھنے کے لیے یا تو عربی زبان کی ضرورت ہے یا ترجمے کی۔ عربی زبان تو ہندوستان میں مدرسوں سے باہر کبھی عام ہی نہیں، اور ترجمے کا یہ حال ہے کہ مشہور ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں سب سے پہلے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا، جس پر علما بہت [illegible] کہ لوگ قرآن مجید پڑھیں گے [illegible] حدیث [illegible] کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ گجرات و چند ساحلی مقامات چھوڑ کر ہندوستان میں حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدّث [illegible] گیارھویں صدی تک ہندوستان میں حدیث [illegible] [illegible] ولی اللہ صاحب اور اُن کے جانشینوں سے پہلے حدیث کا [illegible] ہندوستان میں [illegible]

[illegible] دورِ حکومت میں مذہب حکومتِ وقت کی سرپرستی [illegible] [illegible] کی مخالفت کی گئی [illegible] بادشاہ [illegible] حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ [illegible] دیتے ہیں:۔

غربت اسلام نزدیک بیک قرن بمرتبہ قرار یافتہ است کہ اہل کفر بمجرد اجرای احکام کفر در بلاد اسلام راضی نمی شوند۔ می خواہند کہ احکام اسلام بالکل زائل گردند و اثری از مسلمانان و مسلمانی پیدا نشود۔ کار تا بآن سرحد رسانیدہ اند کہ اگر مسلمانی از شعائر اسلام اظہار نماید، بقتل می رسانند۔

(مکتوبات ص۱۰۶)

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:۔

در قرن ماضی (عہد اکبری) کفار برملا و بطریق استیلا اجرای احکام کفر در دار اسلام می کردند و مسلمانان از اظہار احکام اسلام عاجز بودند و اگر می کردند بقتل می رسیدند۔ وا ویلاہ وا حزناہ وا مصیبتاہ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین است، مصدقان او ذلیل و خوار بودند و منکران او بعزت و اعتبار۔ مسلمانان با دلہای ریش در تعزیت اسلام بودند و معاندان بسخرہ و استہزا بر جراحت ہای ایشان نمک

ایک صدی میں اسلام کی غربت اس درجے کو پہنچ گئی ہے کہ اہل کفر اس پر راضی نہیں ہیں کہ محض کفر کے احکام کا نفاذ اسلامی بلاد میں جاری ہو جائے، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی احکام بالکلیہ مٹا دیے جائیں اور مسلمانوں اور اسلام کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ بات یہاں تک پہنچائی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اسلام کے کسی شعار کا اظہار کرتا ہے، تو اس کو قتل کے انجام تک پہنچا دیا جاتا ہے۔

اکبر کے زمانے میں کفار برملا اور غلبے کے طور پر کفر کے احکام دارالاسلام میں جاری کرتے تھے اور مسلمان احکام اسلام کے اظہار سے عاجز تھے اور اگر کر بیٹھتے تھے، تو قتل کر دیے جاتے تھے۔ وا ویلاہ وا حزناہ وا مصیبتاہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کہ محبوب رب العالمین ہیں، آپ کی تصدیق کرنے والے ذلیل و خوار تھے اور آپ کے انکار کرنے والوں کی عزت ہوتی تھی انہیں کا اعتبار تھا۔ مسلمان زخمی دلوں کے ساتھ اسلام کی تعزیت میں مشغول اور کفار ان کا

پوشیدہ ماند، آفتابِ ہدایت در تتق
ضلالت مستور شدہ بود و نورِ حق
در حُجبِ باطل منزوی۔
(مکتوب نمبر ۶۴، ص ۶۵ ج ۱)

مذاق اُڑا کر اُن کے زخموں پر نمک چھڑکا
کرتے تھے۔ آفتابِ ہدایت گمراہی کے پردے
میں چھپ گیا تھا اور حق کا نور باطل کے حجاب
میں سمٹ گیا تھا۔

اس کی تفصیل دیکھنا ہو، تو عہدِ اکبری کے مؤرخ ملا عبدالقادر بدایونی کی "منتخب التواریخ" ملاحظہ ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں اللہ تعالیٰ دو شخصوں کو پیدا نہ کرتا اور ان سے اپنے دین کی دستگیری نہ فرماتا تو یوں تو اللہ تعالیٰ اپنے دین کا نگہبان ہے اس کی حفاظت دین کے طریقے اور ہیں، لیکن بظاہر تیرھویں صدی تک یہ تو [illegible] ہندوستان سے باطل نہ ہوتا یا اتنا بگڑ جاتا [illegible] ہندو مذہب۔ یہ دو بزرگ ہندوستان کے مسلمانوں کے بڑے اللہ والوں اور اسلام کے عظیم الشان پیشوا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، اور شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

کے گرفتار تھے اور عوام خواص مسلمانوں میں کثرت سے [illegible] قبروں اور مزاروں کے متعلق ایک مستقل شریعت بن گئی تھی جس کے واجبات اور مستحبات میں تعظیم سجدہ کرنا، ان سے مرادیں مانگنا، بوسہ دینا، نذریں اور چڑھاوے چڑھانا، [illegible] کرنا، عرس کرنا، گانا بجانا، میلہ لگانا، نذر و نیاز، چراغاں کرنا، عورتوں کا جمع ہونا اور مختصر یہ کہ [illegible] ان کو قبلہ و کعبہ اور ملجا و ماویٰ سمجھنا تھا۔ اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے متعلق وہ سب عقائد و خیالات موجود تھے جن کی وجہ سے نصرانی، یہودی اور مشرکین عرب بدنام ہیں۔ ہندوؤں اور شیعوں کی بہت سی رسوم مسلمانوں کی معاشرت میں جزو بن گئی تھیں اور ان سے کوئی گھر خالی نہ تھا۔ ان کی پابندی قرآن و حدیث و اسلامی فرائض سے زیادہ کی جاتی تھی۔ شرک و بدعت اور رسوم و بدعات ان کے اجزائے ترکیبی تھے۔

سنت و شریعت سے جہل کا یہ عالم تھا کہ جو حرف [illegible] بدعت کی تعریف ہی کسی فعل پر صادق نہیں آتی تھی اور ہر بدعت [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

رہتا تھا۔ وہ مُردوں کے لیے تھا، زندوں کے لیے نہیں۔ وہ عوام کی سمجھ سے باہر تھا، اور اُس کو پڑھ کر ان کی گمراہی کا اندیشہ تھا۔ رہے علما، اُن کو شرعی و ضروری علوم سے اس کی فرصت ہی نہ تھی کہ وہ قرآن پر غور و تدبر کریں۔

فرائض و عبادات سے غفلت تھی، اس لیے کہ زندگی میں تقریبی مجلسیں اور بزرگوں کے کلمے، مرنے کے بعد قرآن خوانی، فاتحہ، قل، سوم، تیجا، چہلیسواں اور سب سے بڑھ کر پیر کا وسیلہ نجات کے لیے کافی تھا، پھر اس کے علاوہ مشغولیت تماشات تھی۔ شعائر و آدابِ اسلام سے زوال و انحطاط کا حال اس سے معلوم ہوگا کہ معتبر لوگوں کی شہادت ہے کہ سلامِ مسنون کی رسم ہی اٹھ گئی تھی، حتّٰی کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شریعت کدے میں بھی "آداب" و "تسلیمات عرض" کا رواج تھا۔ اس سنت سے اتنا بُعد ہو گیا تھا کہ عالمگیر جیسے متشرّع اور فقیہ بادشاہ بھی اس کا متحمل نہیں تھا۔ مشہور عالم و مؤرخ میر سید عبدالجلیل بلگرامی کے صاحب زادے میر سید محمد اپنی کتاب "تبصرۃ الناظرین" میں سنہ ۱۹ جلوس عالمگیری (سنہ ۱۰۸۶ھ) کے واقعات کے ضمن میں لکھتے ہیں:

بست و ششم شعبان آسیا دارے	۲۶ شعبان کو ایک سقّے نے جامع مسجد
بر زینہ ہائے مسجد جامع نزدیک رسیدہ	کے زینے پر بادشاہ کے نزدیک آ کر
سلام علیک گفت۔ حکم شد تا بہ کوتوال	سلام علیک کہا۔ حکم ہوا کہ کوتوال کے
نمایند(۱)	حوالے کیا جائے۔

اخلاقی حالت اس وقت مسلمانوں کی اخلاقی حالت بعینہٖ وہی تھی جو قوموں کے انحطاط و حکومتوں کے زوال و تنزّل(۲) کے موقع پر ہوتی ہے۔ ان کی معاشرت(۳) اس قدر خراب ہو گئی تھی کہ

---

(۱) "تبصرۃ الناظرین" مخطوطہ [illegible] مسعود عالم ندوی۔

(۲) جس طرح دو قوموں کے [illegible]

مؤرخین کا قلم بھی اس کی تصویر کھینچتے شرماتا ہے۔ فسق و معصیت ان کے آداب و تہذیب میں داخل ہو کر معاشرت کا جزو بن گئی تھی اور وہ اس پر علانیہ فخر کرتے تھے۔ شراب نوشی عام تھی۔ نشہ آور چیزوں (افیون، بھنگ، تاڑی وغیرہ) کا استعمال گھر گھر تھا، جس سے اخلاق کے ساتھ قوائے عقلیہ اور صحت بھی خراب ہو رہی تھی۔ بازاری عورتیں دینی مجالس سے لے کر ہر مجلس کی زینت تھیں۔ حد یہ ہے کہ بعض شرفا اپنے لڑکوں کو ان کے پاس زبان اور رسمِ مجلسی کی تعلیم کے لیے بھیجتے تھے۔ سید انشا کی "دریائے لطافت" (سنِ تصنیف ۱۲۲۲ھ) سے اندازہ ہوتا ہے کہ اربابِ نشاط کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ بیسوا اور زنانِ بازاری شہری زندگی اور معاشرت کا اہم عنصر اور جزو لاینفک تھیں، ان کی حکایات و روایات، محاورات و اصطلاحات اور تلمیحات و کنایات سے ادب و زبان، تحریر و انشا اور اخلاق و عادات سب متاثر ہو گئی تھیں۔ دہلی اور لکھنؤ کی معاشرت اور مجلسی اور شائستہ زندگی کا جو نقشہ "دریائے لطافت" میں نظر آتا ہے، اس سے تہذیب کی آنکھیں نیچی، اور حیا کی پیشانی عرق آلود ہے۔

بہت سے لوگ ایسے تھے جو کسی تعداد کے، بلکہ نکاح کے بھی پابند نہ تھے۔ مسلمانوں سے فوجی اور زندہ قوموں کے خصائص رخصت ہو چکے تھے اور اس دولت کو [illegible] بچا سکتا [illegible] العیش [illegible] ہر ایک نشے میں سرشار تھا۔ یہ وہ وقت تھا کہ ہندوستان کے لیے نازک ترین وقت تھا، سب بے فکر اور عیش و عشرت میں مشغول تھے۔ انگریز [illegible] ہر روز بڑھتا اور ہر شب [illegible] تھی۔ [illegible] منتقل کرتے تھے [illegible] سرسبز [illegible]

[illegible]

[illegible]

---

(۱) [illegible] دریائے لطافت [illegible]

آثار ہیں کہ انگریزوں کے قدم تمام و کمال طور پر ابھی ہندوستان میں جمے نہیں تھے اور ان کا رعب و داب، جو ۱۸۵۷ء کے بعد قائم ہوا ہے، ابھی ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں پر نہیں بیٹھا تھا۔ متعدد مسلمان عورتیں یورپین تاجروں اور عہدہ داروں کے گھروں میں تھیں۔ کانپور کے مسٹر [illegible] اور مسٹر بروک ناظم بنارس کا ذکر تو ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بعض انگریزوں کا تذکرہ تاریخ کی کتابوں اور سفرناموں میں آتا ہے جن کے گھروں میں مسلمان عورتیں تھیں۔ ۵

سیاسی حالت سلطنت مغلیہ کا شیرازہ مدت ہوئی بکھر چکا تھا۔ سارے ہندوستان پر یا تو ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط تھا یا اس کے حلیفوں اور طفیلیوں کا۔ جو بچا کھچا تھا وہ ان قسمت آزما رئیسوں اور سرداروں کے قبضے میں تھا، جو یکے بعد دیگرے شکست کھاتے اور ملک کھوتے چلے جا رہے تھے۔ شاہ عالم، جن کے عہد میں سید صاحب پیدا اور جوان ہوئے، صرف نام کے شاہِ ہندوستان تھے۔ سید صاحب کی ولادت سے بائیس سال قبل ہی ۱۷۶۵ء میں بنگال، بہار، ۱۰ اڑیسہ تینوں صوبوں کی دیوانی [illegible] بطور التمغا[1] "سرکار کمپنی" کو دے چکے تھے۔ سرکار بنارس اور غازی پور بطور جاگیر کمپنی کو مل چکے تھے۔ اب خاندانِ تیموریہ کے بادشاہ شاہ عالم کے پاس ملک میں سے صرف صوبہ الٰہ آباد تھا اور آمدنی میں وہ روپیہ تھا جو انگریز اس کو دیتے تھے۔ ۹ مارچ ۱۷۹۶ء مطابق ۱۲۱۰ھ میں جب سید صاحب دس برس کے تھے، کلکتہ گزٹ میں مشتہر کیا گیا کہ "مسلمانوں کی سلطنت تو نہایت حقیر اور ذلیل ہو گئی ہے، ہندوؤں سے ہم کو کچھ خوف نہیں ہے۔" ۱۵

اس کے اگلے ہی سال ۱۷۹۷ء (۱۲۱۲ھ) میں [illegible] آنکھیں [illegible] سلطنت کی [illegible] ۱۸۰۳ء (۱۲۱۸ھ) میں لارڈ لیک انگریزی ۲۰ فوج لے کر دلی میں داخل ہوا اور مشہور کیا کہ ہم ہندوستان اور بادشاہ کی حفاظت کے لئے [illegible] روپیہ سالانہ مقرر کر دی۔ شاہ عالم اور ان کے جانشین [illegible]

---

(۱) التمغا: انعام دائمی، عطیہ شاہی [illegible]۔ (۲) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] واپس آجاتے۔

[illegible]

[illegible]

از تہاجم کثرت ایشاں دل و جان آسائش را فراموش نمودہ۔ چنانچہ فقیر مع قبائل بمرادآباد انتقال نمودہ است تمام میان دوآب زیر و زبر از عمل فرمان ایں بدکیشاں شد۔ (ماثرالامرا، قلمی)	بے عزت و بے آبرو کرتے رہنے کی وجہ سے آرام و آسائش خواب و خیال ہو گئی۔ چنانچہ فقیر اپنے متعلقین کے ساتھ مرادآباد منتقل ہو گیا ہے۔ دوآبے کا سارا علاقہ ان ملحدوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے زیر و زبر ہو رہا ہے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:-

از تشویشات ہر روزۂ دہلی تنگ آمدہ ام۔(1)	دہلی کے روزمرہ کے ہنگاموں اور بے چینیوں سے تنگ آگیا ہوں۔

ایک دوسرے مکتوب میں اطلاع دیتے ہیں:-

از ہر طرف فتنہ قصدِ دہلی می کند۔(2)	ہر طرف سے فتنہ دہلی کا رُخ کرتا ہے۔

ایک مکتوب میں حکومت کی بدنظمی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:-

در امورِ سلطنت تشفی نماندہ۔ خدا خیر کند!(3)	سلطنت کے معاملات میں اطمینان نہیں رہا، خدا خیر کرے!

۱۱۶۶ھ (۱۷۵۳ء) میں مرہٹوں کے ایک حملے، لوٹ مار اور دیہات و قصبات کی ویرانی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:-

از آشوب و ہنگامہ کہ دریں حدود بسبب غلبۂ افواج جنوبی و فرار قوم روہیلہ واقع شدہ و قصبات و دیہات بتاراج رفتہ چہ نویسد!(4)	دکنی فوج (مرہٹوں) کے غلبے اور روہیلوں کے فرار کی وجہ سے ان حدود میں جو گڑبڑ اور ہنگامہ برپا ہوا ہے اور قصبات اور دیہات جس طرح ویران ہوئے ہیں اس کا حال کیا لکھا جائے!

---

(1) "کلماتِ طیبات"، مکتوب ۴۰

(2) مکتوب ۴۵

(3) مکتوب ۳۱

(4) مکتوب ۴۶

[illegible] سلطنت کی [illegible] اہل شہر کی پریشان حالی کا تذکرہ [illegible] ہیں :-

احوال مردم شہر [illegible] عامہ و نا ایمنی [illegible]
[illegible] مردم [illegible]
[illegible] غضب [illegible]
[illegible] سلطنت [illegible]

خیر کُند!(۱)

اپنا فضل فرمائے!

ہندوستان کے اصل سیاسی [illegible] انگریز تھے جو اس [illegible] اُن کے مقابلہ میں [illegible] کوششوں [illegible] سید [illegible] کی تھی۔ [illegible] یہ کوشش [illegible] سیاسی و اخلاقی حالت [illegible] کر دیا تھا [illegible]

[illegible]

ڈاکٹر لوتھراپ اسٹاڈرڈ (Lothrop Stoddard) مشہور [illegible] مصنف [illegible]

"جدید دنیائے اسلام" (New World of Islam) [illegible]

[illegible]

---

(۱) [illegible] (۲) [illegible]

فساد برپا کر رکھا ہے۔

نہیں ملے گی۔

دینی و علمی روایات کی جامعیت کے لحاظ سے دیکھیے تو سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) اور بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م ۱۲۲۵ھ) جیسے اکابر اسی عہد کی زینت و رونق تھے، جن کی علمی شخصیت اور روحانی فیض کا سکہ عرب و عجم میں رواں تھا۔ شاہ صاحب کے فتاویٰ اور تفسیر "فتح العزیز" اور قاضی صاحب کی "تفسیر مظہری" اور "ما لا بد منہ" اس دور کی مقبول ترین تصانیف ہیں۔ علوم دینیہ، کتاب و سنت کے وسیع علم اور تبحر و ذوق کے لحاظ سے ترجمان القرآن حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی صاحب "موضح قرآن" (م ۱۲۳۰ھ) شارح حدیث مولانا سلام اللہ محدث صاحب "محلی" (م ۱۲۲۹ھ) صاحب فتاویٰ شیخ الاسلام مولانا عبدالحکیم [illegible] (م [illegible]) اور مسند ہند شاہ اسحٰق دہلوی (م ۱۲۶۲ھ) جیسے علمائے ربانیین موجود تھے جن کا تبحر علم حدیث، فقہی نظر اور خدمت دین تاریخی مسلمات میں سے ہے۔

دوسری طرف معقول و منقول کے شہرہ آفاق شارح و مدرس ملک العلماء مولانا عبدالعلی بحر العلوم (م ۱۲۲۵ھ) جیسے سرآمد روزگار، "رسائل البراہین المحکمیہ" اور "[illegible]" اور دوسری بلند پایہ فنی کتابوں کے مصنف شاہ رفیع الدین دہلوی (م ۱۲۳۳ھ) صاحب "تکمیل الصناعۃ" و صاحب "حواشی میر زاہد و ملا جلال" مولانا فضل امام خیرآبادی (م ۱۲۴۴ھ) اور منطق و فلسفہ کے امام [illegible] خیرآبادی (م ۱۲۷۸ھ) جیسے فاضل یگانہ اسی زمانے میں تھے جن کو علوم عقلیہ میں بلند درجہ حاصل تھا۔

[illegible] اور [illegible] کے مصنف [illegible] اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] موجود تھے۔

[illegible] (م ۱۲۳۰ھ)، [illegible] کے مصنف قاضی [illegible] (م ۱۲۶۱ھ)، [illegible] فوائد الضیائیہ کے مؤلف [illegible] کے مؤلف [illegible] آبادی (م ۱۲۵۰ھ) جیسے متعدد [illegible] موجود تھے، [illegible] جن کی تصنیفات فن ریاضی و ہیئت کا قیمتی ذخیرہ ہیں۔

لغت میں [illegible] صاحب نفائس اللغات و [illegible] (م ۱۲۶۸ھ)، اور مولانا عبد الرحیم گورکھپوری صاحب منتہی الارب (م ۱۲۶۰ھ) نے [illegible] لغوی تحقیقات اور علمی خدمات کی یادگاریں چھوڑی ہیں۔

درس و تدریس کے لحاظ سے دیکھیے تو ملا مبین فرنگی محلی (م ۱۲۲۵ھ)، مولانا نور الحق لکھنوی (م ۱۲۳۸ھ)، ملا حیدر علی سندیلوی (م ۱۲۲۵ھ)، مولانا عبد الباسط قنوجی (م ۱۲۲۳ھ)، مولانا فضل رحیم [illegible] گوپاموی (م ۱۲۳۱ھ)، مولانا ولی اللہ لکھنوی (م ۱۲۷۰ھ) جیسے [illegible] موجود تھے، جنھوں نے برسوں درس و تدریس کا بازار گرم رکھا اور ہزاروں طلبہ کو مرجع [illegible] بنا دیا۔

تصنیف و تالیف و تبحر علمی کے لحاظ سے دیکھیے تو مولانا باقر مدراسی (م ۱۲۲۰ھ)، مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (م ۱۲۴۵ھ)، مولانا رشید الدین خاں (م ۱۲۴۳ھ) جیسے مصنف و مؤلف و وسیع النظر عالم و متکلم موجود تھے، جن کی ہر علم و فن پر تصنیفات ہیں۔

شعر و شاعری کے لحاظ سے یہ دور اردو شاعری کا عہد شباب اور موسم بہار ہے، [illegible] اردو شاعری [illegible] مگر اس سے کسی قدر [illegible] کا اندازہ ہو سکتا ہے تو میر تقی دہلوی [illegible] (م ۱۲۲۵ھ)، سید انشاء (م ۱۲۳۳ھ)، مصحفی (م ۱۲۴۰ھ)، شیخ [illegible]

جیسا انکار کی خانقاہ حضرت خانقاہوں میں سے تھی۔ اس خانقاہ کے آخر تک یہ حال تھا کہ شاہ احمد علی صاحب کے وقت میں مہمانوں کے لیے دو سو بکرے روزانہ ذبح ہوتے تھے۔

دین سے غفلت روز افزوں تھی مگر آنکھوں میں حیا اور دل میں گرمی باقی تھی لہٰذا ان کا ادب اور اس کی کھلے دل چیزوں (شعائر اللہ) کا احترام رخصت نہیں ہوا تھا، جس کا نتیجہ یہ تھا کہ توبہ و انابت کی توفیق سلب نہیں ہوئی تھی۔

رقت و گریہ نہیں تھی مگر فسق و فجور پر اصرار اور معاصی و منکرات کے جواز و اعلان کا رواج نہیں ہوا تھا۔ اہل دنیا کی دولت اور اہل حکومت کا رعب ضرور دلوں پر چھا گیا تھا اور اہل علم کا احترام بھی کم ہو گیا تھا اور دین کے مقابلہ میں [illegible] کا دروازہ کھل گیا تھا۔ مسلمانوں کے لیے بیماری شروع ہو گئی تھی، مگر اسلامی مردانگی و سپہ گری کا جوہر ابھی باقی تھا، شجاعت، دلیری، وفاداری، فرض شناسی، استقامت، عالی ہمتی، فراخ حوصلگی، جفاکشی، مستعدی، جیسے خصائل و اخلاق سے ابھی ہندوستانی مسلمانوں کا دامن خالی نہیں ہوا تھا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] کر لیا تھا۔

[illegible]

[illegible] کر رہ گئی تھی۔

[illegible] ہوتی تھی۔

[illegible] کے اظہار کے لیے رہ گئی تھی۔

[illegible] مصرف سمجھ میں نہیں آتا تھا۔

[illegible]

[illegible] شعراء، نغمہ سراؤں اور [illegible] کی پرورش اور سرپرستی کے سوا کچھ نہ تھا۔

[illegible]

[illegible]

پہلا باب

خاندان

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے اپنی [illegible] قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا [illegible] میں [illegible] ہے۔ مولانا ضیاء الدین برنی "تاریخ فیروز شاہی" میں سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد کا ذکر کرتے ہوئے سید قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے بعض دوسرے معاصرین کے ساتھ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں :-

چنانکہ مؤلف تاریخ فیروز شاہی
از ثقات معتبر شنیدہ ام در عصر بلبن
چند بزرگ از ابنائے بزرگان شمسی
ماندہ بودند و چند کس از نو دولتان و
[illegible] آمدہ
[illegible]
[illegible]

خاکسار مؤلف "تاریخ فیروز شاہی" نے معتبر راویوں
اور بزرگوں سے سنا ہے کہ سلطان غیاث الدین
بلبن کے عہد میں چند ہستیاں جو سلطان
شمس الدین التمش کے مبارک عہد کی یادگار تھیں
باقی رہ گئی تھیں اور اس دور کے چند نئے دولتمند ملوک
و امراء جو اس سلطنت میں موجود تھے [illegible]
ہستیاں [illegible]
[illegible]

اعتقاد ایں بیچارہ کہ از شمس ست و ثابت مؤلف تاریخ فیروز شاہی سعادت ملاقات سید تاج الدین و سید رکن الدین حاصل کردہ یافتہ است و شمۂ از اوصاف ایشاں بجا آوردہ ایں شمۂ آں سادات بزرگ از اوصاف پسندیدہ و خصلتے کہ داوم خدا ایشاں داشتند کم دیدہ است۔ سادات ہمہ پارۂ است و فرزندِ رسولِ رب العٰلمین ہمہ شرف و بزرگی و منقبت و جلالت است کہ اگر خواہم کہ در خاندانِ سادات و سائرِ سادات کہ نور دیدگانِ مصطفیٰ و جگر گوشگانِ مرتضیٰ بودہ اند و ہستند چیزے بنویسم سراسیمہ میشوم و بعجزِ ذاتِ خویش معترف می گردم (۱)۔

بلند عقیدہ مؤلف تاریخ فیروز شاہی نے سید تاج الدین و سید رکن الدین کی ملاقات کی دولت و قدم بوسی کی سعادت حاصل کی ہے۔ ان سے ایسے محامد اور پسندیدہ اوصاف یعنی شوکت و حشمت دیکھی ہے جو بادشاہوں نے کسی کو نصیب نہیں تھی۔ سادات مصطفیٰ کے قلب ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو نسبت فرزندی سے بڑا اعزاز ہے۔ اگر چاہوں کہ ان سادات اور دوسرے سادات کی تعریف میں کہ نور دیدۂ مصطفیٰ اور جگر گوشۂ مرتضیٰ ہیں، کچھ لکھوں تو حیران رہ جاتا ہوں اور اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

میر سید قطب الدین کی اولاد میں ایک مدت تک بڑی شان، عزت و حرمت دولت و ثروت اور بزرگی کے ساتھ کڑا میں مقیم رہی۔ اس خاندان کے ایک بزرگ سید قطب الدین ثانی نے کڑا سے جائس (ضلع رائے بریلی) نقل سکونت کی۔ [illegible] میں ان کے پوتے [illegible] کے صاحبزادے، قاضی سید محمود جائس سے نصیر آباد منتقل ہوئے، جو جائس سے [illegible] میل کے فاصلے پر ایک آباد قصبہ اور شرفا و سادات کا قدیم مسکن تھا۔ اس وقت سے نصیر آباد اس خاندان کا وطن قرار پایا۔

قاضی سید محمود کے صاحبزادے قاضی سید احمد مشہور بہ سید [illegible]

---

(۱) تاریخ فیروز شاہی [illegible] مطبوعہ کلکتہ [illegible]۔

ہیں ایک فریق کی زبان سے یہ لفظ نکلے کہ انہیں بھی تم شہر بدر کرو۔ ترک وطن کر کے رائے بریلی تشریف لے آئے۔ ان کا خاندان اور اولاد نصیر آباد میں مقیم رہی۔ آپ کے فرزند سید محمد نے دو فرزند چھوڑے: سید محمد تقی و سید محمد فضیل۔

(۱)

سید محمد تقی کے تین صاحبزادے تھے: دیوان خواجہ احمد صاحب، مولانا سید [illegible] و سید [illegible] صاحب۔ دیوان خواجہ احمد صاحب اور مولانا [illegible] صاحب علم و فضل، دیانت و تقویٰ، عبادت و ریاضت میں نہایت بلند پایہ تھے۔

سید محمد فضیل کے دو صاحبزادے تھے: حضرت شاہ [illegible] اور حضرت سید شاہ علم اللہ۔ سید شاہ علم اللہ حضرت سید احمد شہید کے جد امجد ہیں۔

حضرت سید شاہ علم اللہ دو شنبہ ۲ ربیع الاول ۱۰۳۳ھ میں ولادت ہوئی۔ والد ماجد کا تقریباً ڈھائی برس کے تھے اور والدہ ماجدہ کا دو تین سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ ماموں سید ابو محمد نے کہ امرائے شاہجہانی میں سے تھے، پرورش کی۔ تعلیم بڑے بھائی دیوان خواجہ احمد صاحب سے تحصیل کی۔ جوان ہوئے تو ماموں نے ملازمت کی کوشش کے لیے لشکر میں طلب کیا لیکن ملازمت سے پہلے ہی دنیا طلبی سے دل برداشتہ ہو کر خدا طلبی کی راہ اختیار کی۔ اسباب امارت کو ترک کر دیا اور دو سال لشکر [illegible] نفس کی تہذیب و تربیت کے لیے مجاہدات شاقہ میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ حضرت مجدد الف ثانی کے خلیفہ اعظم حضرت سید آدم بنوری کا آپ نے شہرہ سنا، پورے [illegible] پہنچا۔ حضرت سید شاہ علم اللہ حضرت سید کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت کی اور تھوڑی مدت میں اس درجہ مقامات و منازل طے کیے کہ [illegible] ۱۰۵۳ھ میں خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت سید [illegible] حضرت مجدد کی دستار مبارک کا ایک ٹکڑا اور خلعت [illegible]

---

(۱) آپ کا سلسلہ نسب [illegible] سید خواجہ احمد نصیر آبادی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سید صاحب کے مکان کے آثار

دائرۃ شاہ علم اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عمومی منظر

بلکہ اگر کسی سے کوئی بدعت کا فعل سرزد ہو جاتا تو اس سے اس درجہ بیزار ہو جاتے ہیں کہ اس کا چہرہ دیکھنے کے روادار نہیں ہوتے جب تک کہ وہ از سر نو تائب و متقی نہ ہو جائے۔

فقرا اور فرزندوں پر اور گھر کے اندر اور باہر کھانے کی تقسیم مساوی طور پر کرتے ہیں۔ ۵

جو عمل بھی سنت پر مرتب ہے اس سے فرو گذاشت نہیں کرتے۔ ایک رسالہ "قرۃ العین" کے نام سے تحریر فرمایا ہے جو امر بالمعروف اور ایسے بہت سے حقائق و معارف الٰہیہ پر مشتمل ہے کہ بجز مشائخ کے ہر شخص کما حقہٗ نہیں سمجھتا۔ اپنے احوال کا بہت اخفا فرماتے ہیں اور اپنی عاجزی اور شکستگی ظاہر کرتے ہیں۔ اکثر لوگ ان کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ شاید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہی ہوں گے۔ پابند شرع دوستوں اور [illegible] ۱۰ کے ساتھ بڑی خوش خلقی اور تواضع کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[1] (۶۸: ۴) کی شان آپ کی ذات میں نمایاں ہے۔

دنیا اور اہل دنیا کے ہر کسی سے سوال نہیں کرتے۔ منقول ہے کہ ایک دن دلیل خان جو عہد شاہجہانی کے امرائے کبار میں سے تھے، ملاقات کے لیے آئے ان کو آپ نے امر بالمعروف کیا اور تمام امور خلاف شرع سے توبہ کرائی۔ توبہ کے بعد ۱۵ آپ کو نذر دینے لگے تو قبول فرمائی۔ وہ رخصت ہو کر تقریباً ایک کوس گئے ہوں گے کہ ان کے [illegible] کی آمد ہوئی۔ اسی وقت نذر واپس بھیج دی۔

بیان ہے کہ [illegible] جو حضرت [illegible] کے لوگوں میں تھے[2]، آپ کی [illegible] کا حال سن کر [illegible] اور [illegible]

---

[1] اور بے شک آپ اخلاق کے بڑے پایہ پر ہیں۔ [2] [illegible]

[illegible]

کی خدمت کی ترغیب دی اور اس کا استحقاق ثابت کیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ جب تک شاہ صاحب یہاں رہیں، ان کے مصارف کے لیے ایک روپیہ روزینہ مقرر کر دیا جائے۔ چونکہ بادشاہ کو معلوم تھا کہ سید صاحب موصوف اس طرح کا روزینہ قبول نہیں فرمائیں گے، اس لیے فرمایا کہ جب تک وہ یہاں رہیں ان کے کھانے کا انتظام رہے، اس میں سے دو سو روپے سید صاحب کی خدمت میں نذر کے طور پر پیش کیے جائیں لیکن شاہ محمد اسحاق صاحب نے اس کو بھی قبول نہیں کیا۔ شاہ صاحب کا زہد و تقویٰ و ورع بدرجۂ کمال تھا۔ بعض مشائخ کے سلوک کی ابتدا میں ریاضتیں کر کے آخر میں فراغ و آسائش کے خوگر ہو جاتے ہیں لیکن شاہ صاحب نے اوائل میں تنگی و فقر کو راحت پر ترجیح دی اور فقر و فاقہ کو سنت کی پیروی میں جو اختیار کیا تو آخر تک اس میں ذرا فرق نہیں آنے پایا اور لذاتِ دنیا کو پاس پھٹکنے نہیں دیا۔(۱)

صاحبِ ابجد العلوم نے آپ کے تذکرے میں یہ فقرے لکھے ہیں:-

"مبالغہ در تقلیل زاد کہ درعہدِ ما بسبب غربتِ دنیا و اتباعِ عزیمت بروی بظہور آمدہ بود، از بعض بزرگان دیگر از اولیائے امت متاخرین کمتر یافتہ می شود۔"

صاحبِ ابجد العلوم اور صاحبِ اتحاف النبلاء لکھتے ہیں:-

"مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگ آپ کی اس قوتِ عمل، کمالِ اتباع اور عزیمت کو دیکھ کر کہا کرتے تھے: ھذا کأبی ذر یعنی شاہ محمد اسحاق اس زمانے میں ابوذر غفاری کی مانند ہیں اور یہ فقرہ ان میں زبان زد ہو گیا تھا۔"

شیخ عبدالحمید بدایونی، شاہ صاحب کے ایک معاصر بزرگ نے ان کے اتباعِ سنت اور زہد کا تذکرہ کرتے ہوئے سید عظیم اللہ صاحب کی مثال اس زمانے

---

(۱) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت کی مرضی [illegible] ارشاد کے موافق [illegible]

[illegible] شریک نہیں ہوتے فرمایا [illegible]

[illegible] ہم بھی [illegible]

[illegible] حضرت نے فرمایا [illegible]

[illegible]

[illegible] اگر یہ دلیل [illegible] تو ہر شخص کی

[illegible] کیوں کھاتا

[illegible]

[illegible] استعمال کیا اور

[illegible] کیوں نہیں دی [illegible] کسی آدمی کا

[illegible] یہ نہیں کہا [illegible]

[illegible] کہیں نہ کہیں سے [illegible]

[illegible]

[illegible] اللہ کے بندوں کو چاہیئے کہ [illegible] عمل کریں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

زیادہ تر زینت دیتا ہے۔ جب بندے کا اخلاص [illegible] ہو جاتا ہے تو اس کی طرف سے

[illegible] کرم ہو [illegible] بندے کو [illegible] [illegible]

شاہ صاحب کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر [illegible] تھا [illegible] شروع [illegible] [illegible] بات دیکھتے تو [illegible] ٹوک دیتے [illegible] کا [illegible] [illegible] اس سے مانع نہ ہوتا۔

حضرت شاہ [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

حضرت [illegible] | حضرت [illegible]

[illegible] اور [illegible]

[illegible] تھا [illegible]

[illegible]

[illegible] سید [illegible]

[illegible] حضرت سید [illegible] سید [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] سید [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت سید احمد [illegible]

[illegible] تھا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

---

(۱) تذکرہ [illegible]

[illegible]

[illegible] کی [illegible] کی لکڑی
کے شہتیر رکھے۔

[illegible] تھے۔ شاہ عالم بادشاہ [illegible] سلطنت کا [illegible] [illegible] سید محمد [illegible] بادشاہ کا [illegible] [illegible] تو [illegible] [illegible] شاہ علم اللہ کی مسجد [illegible] منتقل ہو کر [illegible] گیا۔[1]

سید محمد نور حضرت سید محمد [illegible] کے فرزند اکبر اور سید صاحب کے حقیقی دادا تھے۔ اپنے [illegible] بزرگ [illegible] یادگار تھے۔

[illegible] شاہ [illegible] تربیت یافتہ تھے۔ شاہ [illegible] شریعت [illegible] روحانی تربیت میں بہت کوشش فرمائی تھی۔ ان [illegible] کی تربیت کی [illegible] کہ [illegible]
میری مغفرت فرمادے گا۔"

[illegible] شاہ [illegible] تشریف [illegible] [illegible] السلام [illegible] [illegible]

---

(۱) اعلام الہدیٰ و سیرۃ علمیہ

سلطنت کی جو پوری نہ ہوتی تھی، آپ نے ملازمت ترک کر دی۔

سید محمد نور رحمۃ اللہ علیہ بہت متقی اور محتاط بزرگ تھے۔ غیر پابند و غیر متشرع لوگوں سے کچھ قبول نہ کرتے۔ اپنے دادا حضرت سید علم اللہ کی طرح مشتبہ چیزوں سے نہایت پرہیز کرتے اور اکل حلال کا بڑا اہتمام رکھتے۔ اپنے اوقات کو تلاوت قرآن اور ذکر و اذکار اور باطنی اشغال سے معمور رکھتے۔ اہل بدعت اور غیبت سے سخت نفرت تھی۔ نماز کی تکبیر ہو جانے کے بعد بڑی بڑی کرتے۔ علما اور مسکینوں کے حقوق کا بڑا خیال رکھتے۔ ہر کس و ناکس سے ہمیشہ شفقت برتتے۔ وفات کے وقت رقت قلب بہت بڑھ گئی تھی اور نسبت تفویض و یادداشت کی ترقی ہو گئی تھی۔ فرمایا کرتے تھے: "کوئی عمل خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے کے قابل تو نہیں ہے، لیکن بعض بشارتوں کی بنا پر خدا کی رحمت کی ضرور امید ہوتی ہے۔"[1]

۱۰ ربیع الاول ۱۱۹۸ھ چہار شنبہ کے دن انتقال کیا اور تکیہ میں اپنے نانا حضرت شاہ محمد (برادر حقیقی حضرت شاہ علم اللہ) کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔

سید شاہ ابو سعید سید صاحب کے نانا حضرت سید شاہ ابو سعید بن حضرت سید محمد ضیاء بن حضرت شاہ علم اللہ کے پڑپوتے اپنے زمانہ کے جلیل القدر مشائخ میں سے تھے۔ جوانی میں اپنے عم بزرگوار مولانا سید محمد صابر علیہ الرحمۃ کے ہاتھ پر بیعت طریقت کی۔ پھر اپنے آبائے کرام کی نسبت اپنے نانا شاہ محمد یونس سے حاصل کی۔ پھر حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دہلی حاضر ہوئے، سلوک کی تکمیل کی اور بشارت عظیمہ سے مشرف ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب نے خلافت دے کر آپ کے خلیفۂ اجل حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی سے مستفید کیا اور اجازت عطا کی۔

[illegible]

[illegible]

---

[1] "اعلام الہدیٰ" و "سیرۃ السادات"۔

فرمایا ہے (۱) اور آپ کی [illegible] حضرت شاہ ابو سعید [illegible] برادر حضرت شاہ ولی اللہ) [illegible] حضرت شاہ محمد عاشق و حضرت شاہ عبدالعزیز سے آپ نے علم [illegible]

کیا ہے۔

سید شاہ ابو سعید حضرت شاہ ولی اللہ کے خاص لوگوں میں تھے، شاہ صاحب کے [illegible] وکرامت سے جن خوش قسمت افراد نے شاہ صاحب کی زندگی میں استفادہ کیا اور آپ کو پہچانا ان کے پہلے سید شاہ ابو سعید کا شمار ہے، اس [illegible] نسبت و تعلق کا اظہار ان حضرات کے خطوط [illegible] ایک منظوم [illegible] مولانا سید نعمان نے سید شاہ ابو سعید کو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد جو خط شاہ صاحب کے [illegible] وفات کی اطلاع کے لیے لکھا ہے اس میں [illegible]
(۲)
ہیں:—

[illegible]

---

(۱) [illegible]

(۲) مجموعہ "مآثر الابرار" (قلمی)

[illegible]

ارادۂ آں دارند [illegible] اگر زود برسند بہتر باشد۔ "سید ابو سعید آنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اگر جلد پہنچ جائیں تو بہتر ہے۔"

سید شاہ ابو سعید جود و سخاوت [illegible] و غربا پروری میں اپنے زمانے میں ممتاز تھے۔ ایک مرتبہ ایک لاکھ روپیہ آیا، گھر کے باہر رکھ دیا اور وہیں سے ضرورت مندوں کو تقسیم کر دیا۔ [illegible] میں آپ کا بڑا اثر اور قبولیت تھی۔

۹ شعبان ۱۱۹۳ھ میں وفات پائی۔ [illegible] جمال الدین [illegible] عبداللہ [illegible] شاہ عبداللہ [illegible] کے مزار کے پاس دفن ہوئے۔[۱]

شاہ ابو سعید [illegible]

مولانا سید نعمان [illegible]

[illegible]

---

(۱) تذکرۃ الابرار، سیرۃ السادات، نزہۃ الخواطر۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
پہنچے۔

[illegible]
[illegible]
مدفون ہوئے۔

تصنیفات [illegible]
[illegible]

[illegible] حضرت سید محمد [illegible] دفن ہوئے۔

[illegible]
[illegible] صاحب کی اہلیہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۹ [illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۰ [illegible]

[illegible]

[illegible]

دوسرا باب

ابتدائی حالات، تعلیم، سفر لکھنؤ

[illegible] کے نام سے مشہور [illegible] کی ولادت ہوئی۔ (۱)

[illegible] نسب [illegible] درج ہے:-

[illegible] بن سید محمد [illegible] بن سید [illegible] بن سید [illegible] بن سید [illegible] بن سید [illegible] بن سید [illegible] بن سید [illegible] (۲)

[illegible] سے ہوئی تھی۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

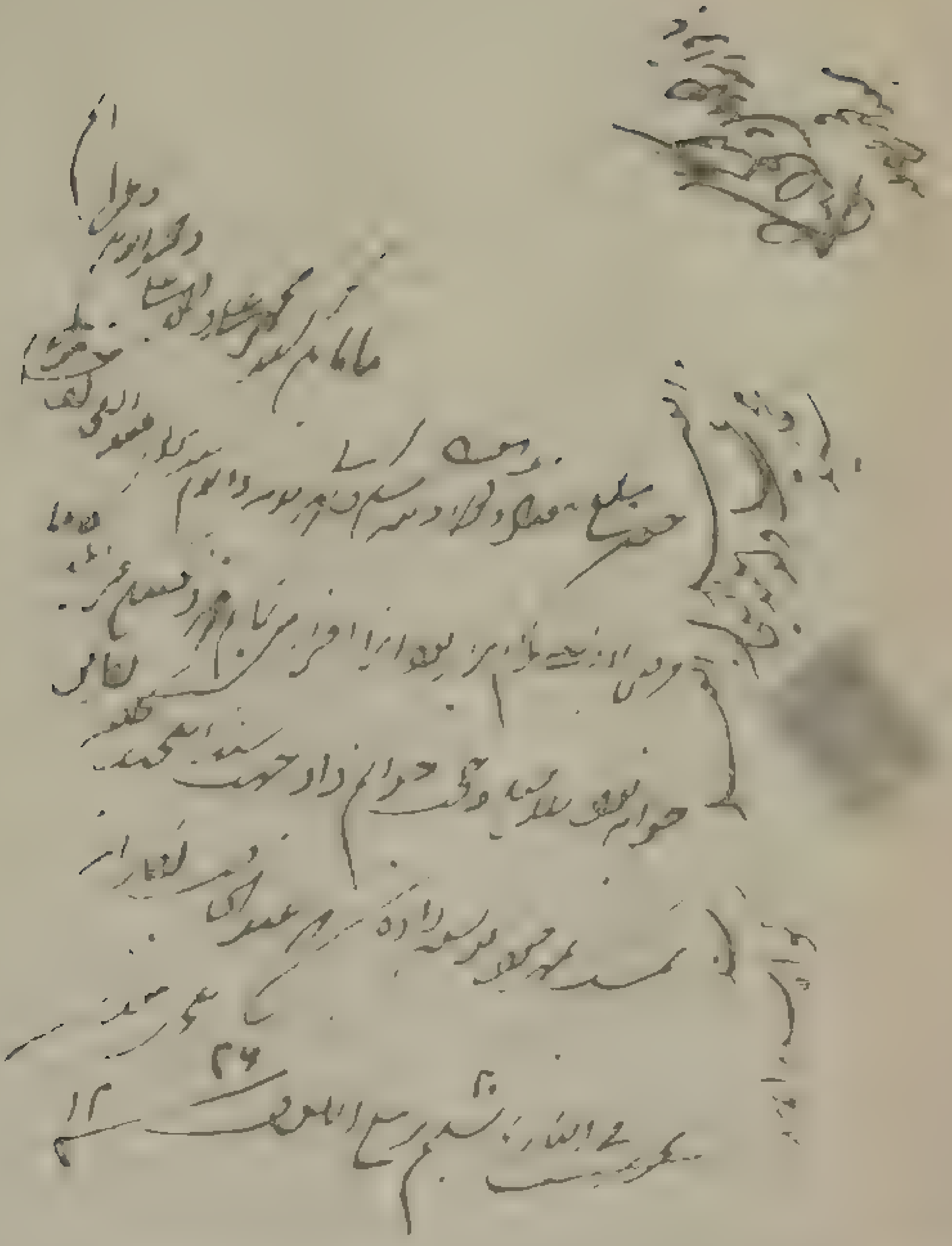

[illegible]

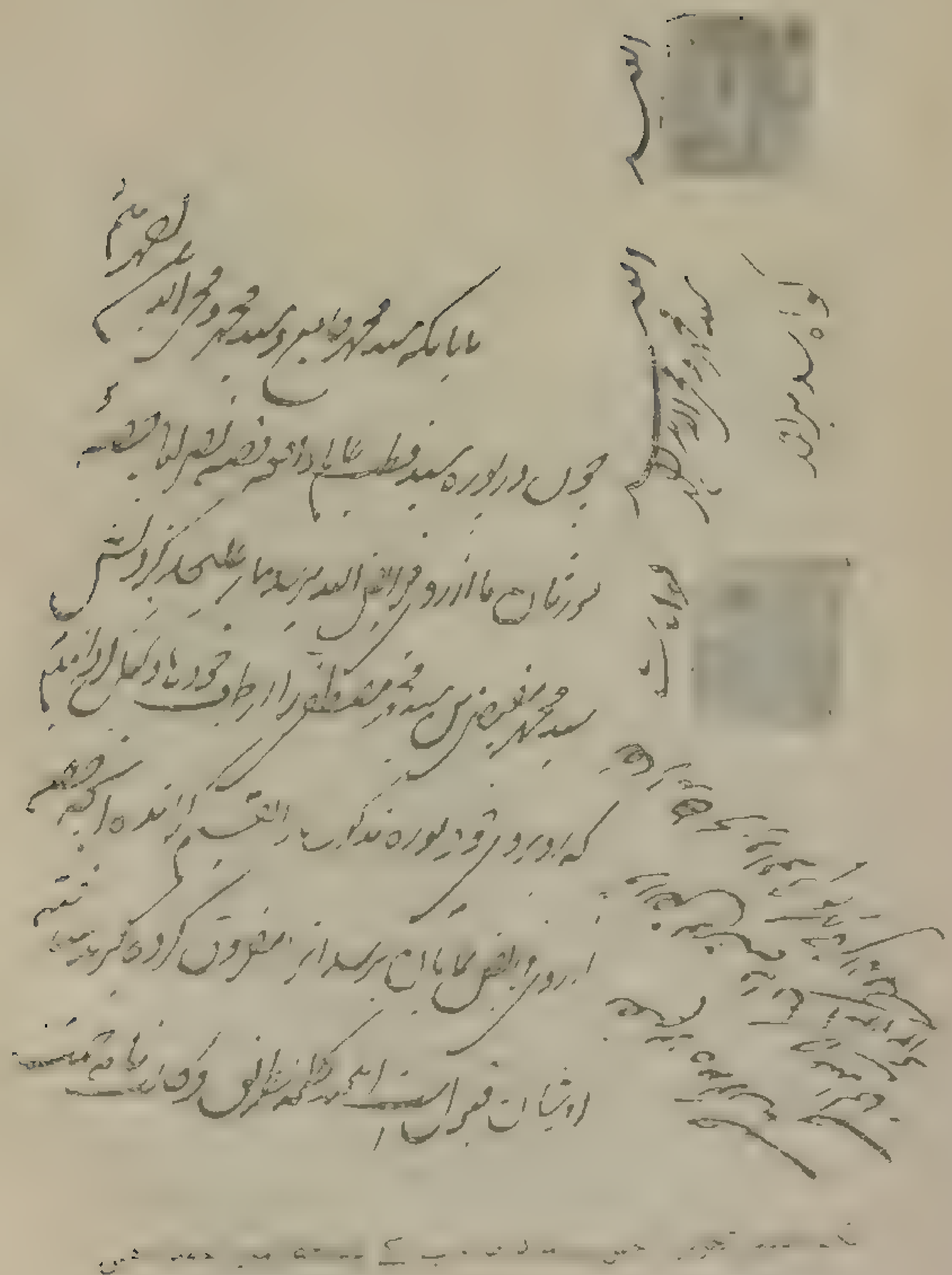

[illegible]

[illegible] سُست بھی کہتے مگر آپ اس کی پروا نہ کرتے اور کام میں لگے رہتے۔

عبادت میں [illegible] ذکر الٰہی کا [illegible] رات کو تہجد گزاری ۵ اور دن کو [illegible] دعا و مناجات میں [illegible] رہتے اور یہی سب کا مشغلہ تھا۔

آپ کا [illegible] شوق [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] جسمانی قوت اور ہیبت [illegible]
[illegible] اور آپ کے بچپن کے کھیلوں [illegible]
نمایاں تھی۔

[illegible] نواب وزیر الدولہ مرحوم [illegible]
[illegible] آپ کی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] خیال نہیں [illegible] وقت [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سفر لکھنؤ [illegible] ہو چکے تھے [illegible] کا انتقال ہو چکا تھا [illegible]

[illegible]

میں اپنے [illegible] عزیزوں کے ساتھ لکھنؤ چلے۔ لکھنؤ [illegible]

[illegible]

[illegible]

جیں وہ سب نقد سے ہوتے تو اپنا کھانا ان کو کھلا دیتے اور خود کوئی عذر کر دیتے۔ [illegible] اسی طرح گزر گئے۔ اس کے بعد [illegible] لکھنؤ کی طرف سے سو سوار بھرتی کرنے کا حکم [illegible] کر سو کے بجائے ایک ہزار [illegible] آراستہ [illegible] حاضر ہو گئے۔ [illegible] سے ایک کو نوکر رکھ لیا [illegible] میاں سید صاحب کے [illegible] سردار بنا دیا۔

اس [illegible] لکھنؤ [illegible] سید صاحب [illegible] سید صاحب [illegible] لکھنؤ [illegible] سفر [illegible] گزر گئے۔ [illegible] نہیں [illegible] سمجھو [illegible] بیٹھے تھے۔

[illegible] سید محمد علی صاحب [illegible] کہ جب سید صاحب [illegible] ساتھ [illegible] آپ [illegible] نہیں [illegible] سفر [illegible] گئے [illegible] لوگ [illegible] سید صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible] لیکن چند روز [illegible] چونکہ یہ سفر [illegible] جنگل [illegible] تھا اور وہ جنگل نہایت خطرناک [illegible] شیر [illegible] ہاتھی کے لیے مشہور تھا ۔ ہر منزل پر [illegible] سبب [illegible] کوئی [illegible] پیش نہیں آیا ۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] اسی وقت پیش [illegible] کر دے [illegible] آپ نے کہا [illegible] تھوڑی دیر [illegible] درخت کے [illegible] آپ [illegible] اس مزدور کو رخصت کر دو [illegible] مزدور [illegible] جنگل [illegible] اس جنگل میں [illegible] راستہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

* * *

تیسرا باب

دہلی کا قیام، سلوک و تکمیل

سید صاحب دہلی پہنچ کر حضرت شاہ عبد العزیز کی خدمت میں [illegible] کہاں سے [illegible] کس خاندان سے ہیں؟ کہا: وہاں [illegible] دوبارہ مصافحہ و معانقہ کیا اور [illegible] کس غرض سے [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible] شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں [illegible]

مرتبہ حاضر ہوئے تو نہایت مسرت کی [illegible] السلام علیکم کہا، یہ وہ زمانہ تھا کہ سلام مسنون کا رواج بھی ہندوستان سے بالکل اٹھ گیا تھا، حتیٰ کہ حضرت شاہ صاحب کے خاندان میں بھی اس کی رسم نہ تھی اور وہ جب سلام کرتے تھے تو کہتے تھے "عبداللہ [illegible] عرض کرتا ہے" [illegible] شاہ صاحب نے جب سید صاحب کا سلام سنا تو بہت خوش ہوئے اور آپ نے حکم دے دیا کہ سلام بطریق مسنون ہوا کرے۔(۱)

شاہ عبدالقادر کی خدمت میں سید صاحب [illegible] اکبرآبادی مسجد میں [illegible] شاہ [illegible] کی تربیت میں [illegible] حسن اتفاق ہے کہ آپ کو [illegible] خاندان کے دونوں بزرگوں سے [illegible] شاہ [illegible] سید [illegible] [illegible] کی [illegible] [illegible] (۲) [illegible] شاہ عبدالقادر [illegible]

بیعت چند دنوں کے بعد ایک شب کو آپ شاہ عبدالعزیز صاحب سے بیعت ہو گئے اور آپ نے طریقۂ چشتیہ قادریہ نقشبندیہ میں آپ کو داخل فرما لیا۔(۳)

[illegible] سید صاحب کا [illegible] [illegible] سید صاحب نے بہت ادب سے عرض کیا، حضرت [illegible] اور بت پرستی میں کیا فرق ہے؟ [illegible] صورت سنگی اور کاغذی ہوتی ہے اور اس [illegible] دل میں جگہ پکڑتی ہے اور اس کی طرف توجہ اور اس سے استعانت ہوتی ہے۔ شاہ صاحب

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

اُن کے مُنہ لگتے ہیں، تو شہد کہتے ہیں: بھائی [illegible] کرو۔ مجرمین و منافقین سے تعرض نہیں کرتا۔ گوشہ گزینی اس کو محبوب ہوتی ہے۔ اس کا عمل اکثر اشارۃ النص اور قرآن کی تاویل یا صوفیوں کی اصطلاح پر ہوتا ہے۔ ان اعمال کو قرب نوافل کہتے ہیں۔

۵ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ ولایت نبیت سے سرفراز کرے، اس کے دل کی جڑ میں اللہ کی محبت اس طرح گڑ جاتی ہے، اور اس طرح راسخ ہو جاتی ہے کہ اس ارشاد کا ثبوت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ(۱) (۳: ۹۲) میں بیان کیا گیا ہے اور اللہ کے ان نیک و برگزیدہ پیغمبروں کی عادات جن کے متعلق وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ(۲) (۳۸: ۴۷) میں فرمایا ہے

۱۰ اور جن کی تفصیل وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ
ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ
وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى
الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ
فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ ۱۵
الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ(۳) (۲: ۱۷۷) میں

---

(۱) تم ہرگز نیکی نہیں حاصل کر سکتے، جب تک راہِ خدا میں اپنی محبوب چیزیں خرچ نہ کرو۔

(۲) وہ ہمارے برگزیدہ اور نیک بندے ہیں۔

(۳) نیکی یہ ہے، جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور نبیوں پر اور دے مال اس کی محبت پر رشتے داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں، اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت، یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

ان کی شخصیت [illegible] پیغمبرانہ اخلاق و عادات تھی، جن کا اثر صورت و سیرت میں نمایاں ہوتا تھا۔ وہ [illegible] نفسانی و جسمانی مشقتیں [illegible] کرکے دوسروں کو معذور کر دیتی۔ وہ ہمیشہ خلقِ خدا کی ہدایت، مجرمین و فساق کو نصیحت، اللہ کے ذکر و شغل کو جاری اور قائم کرنے اور جس سے مرسلین کی سنتوں کو زندہ کرنے، کفار کے خوف کی کوشش، اشرار کی تادیب اور گنہگاروں کی تعزیر میں مشغول رہے۔ اکثر مسلمانوں کی مجلسوں اور دوسرے مجمعوں میں جا کر ان کو وعظ و نصیحت کرتے، اگرچہ اہل مجلس ان کے سننے کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ اس مشرب کو نبیوں کی سنت اور قربِ فرائض کہتے ہیں۔ اس مشرب کے لوگوں کا عمل اکثر عبارۃ النص اور تنزیل قرآنی پر ہوتا ہے۔ اس مرتبہ کو ولایت کے تمام مرتبوں سے اعلیٰ یقین کرتے ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ[۱] (۶۲ : ۴)[۲]

تصورِ شیخ سے ممانعت کی وجہ سید صاحب نے تصورِ شیخ سے اس شدت کے ساتھ ممانعت کیوں کی اور اس پر کیا قباحتیں اور مضرتیں ہیں، اس کی تفصیل خود سید صاحب کی زبان سے سنئے۔ صراطِ مستقیم میں فرماتے ہیں :-

> "جو اشغال کہ رائج ہیں انہیں میں سے شغلِ برزخ (تصورِ شیخ) بھی ہے کہ اکثر سلاسلِ طریقت کے پیشواؤں میں بہت شائع و رائج ہے، بلکہ بعض اکابر کے کلام میں تعلیمِ مریدین میں بھی داخل ہے۔ اس شغل کی حقیقت یہ ہے کہ خطرات و وساوس کے دفع کرنے اور توجہ کی مرکزیت و یکسوئی کے لیے شیخ کی صورت کو تعین و تشخص کے ساتھ دل میں جماتے ہیں اور پورے ادب و تعظیم اور اپنی پوری توجہ و ہمت کے ساتھ اسی صورت کی طرف متوجہ رہتے ہیں، گویا نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ شیخ کے سامنے بیٹھے ہیں اور دل اور پورے طور پر اس کی طرف

---

(۱) [illegible] (۲) صراطِ مستقیم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] چونکہ [illegible] الفاظ ہیں [illegible]

[illegible] نہیں اس لیے [illegible] بات کی دلیل ہے کہ [illegible] تکلف [illegible]

[illegible] کے معنے ہیں "لزوم [illegible]" خواہ [illegible] نشست کی شکل میں ہو [illegible]

[illegible] ہیں [illegible] تعظیم و ادب و محبت کے ساتھ [illegible] اور اس کو لازم [illegible]

[illegible] اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ ظاہری تصویر کے ساتھ [illegible]

[illegible] کرے گا، عاصی و گنہگار ہوگا۔ اس ظاہری تصویر کے ساتھ [illegible]

[illegible] برزخ (تصور شیخ) کے قائل ہیں [illegible]

صرف اتنا فرق ہے کہ پہلی صورت میں کاغذ [illegible] چیز پر ایک [illegible] تصویر [illegible]

ہے، اور دوسری شکل (شغل برزخ) میں صفحۂ خیال پر شیخ کی [illegible] صورت [illegible]

[illegible] اور [illegible] تصویر پرستی

[illegible] صورت پرستی ہے۔ کاغذی تصویر [illegible]

[illegible] صورت خیالی [illegible]

[illegible] دونوں بے جان اور [illegible] ہیں۔ اس لیے جہاں تک تصویر

[illegible] صورت خیالی [illegible]

[illegible] دونوں کے درمیان صرف اس بات سے فرق [illegible] ہے کہ اگر [illegible]

یا [illegible] کی تصویر کی اجازت دی جائے، تو ظاہری شریعت کے [illegible]

آپ اپنے مسکن پر آئے اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ شاہ عبدالقادرؒ نے بھی ایک مدت تک آپ کو سلوک کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ (۱)

سلسلۂ تعلیم کا افتتاح اس زمانے میں سید صاحبؒ نے اپنی تعلیم کا سلسلہ پھر شروع کیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ سے بعض کتابیں پڑھتے تھے۔ ایک دن عجیب واقعہ ہوا کہ آپ کتاب دیکھتے ہیں تو سامنے سے حروف غائب ہو جاتے ہیں۔ آپ نے مرض سمجھ کر طبیبوں سے رجوع کیا، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو معلوم ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ باریک چیزوں کی طرف نظر کرو، تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی فرق نہیں، صرف کتابوں کی خصوصیت ہے۔ شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ پڑھنا چھوڑ دو۔ (۲)

بینی اندر خود علوم انبیا
بے کتاب و بے معید و اوستا

سید صاحبؒ نے اگرچہ درسیات کی تکمیل نہیں کی، لیکن آپ کو دینی علوم سے ضروری واقفیت ہو گئی۔ آپ ہر وقت علماء، مفسرین، محدثین، فقہا کی صحبت میں بیٹھتے تھے، جہاں ہر وقت علم کا چرچا رہتا تھا، جہاں کا گھر بھی مدرسہ تھا اور جہاں کی تفریح بھی درس تھی، وہاں کی ہوا بھی علم پرور تھی اور وہاں کے بچے بھی دین کی سمجھ اور شریعت سے واقفیت رکھتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا شریعت کدہ ہندوستان میں بالاتفاق علم کا سب سے بڑا مرکز تھا، جس میں منتخب علماء و فضلا حاضر ہوتے تھے۔ ایک وقت میں صرف اس خاندان میں حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالقادرؒ، شاہ رفیع الدینؒ، مولانا عبدالحئیؒ، مولانا اسمٰعیلؒ، مولانا شاہ محمد اسحٰقؒ، مولانا محمد یعقوبؒ موجود تھے اور سید صاحبؒ کی صحبت انہیں حضرات سے تھی۔ قرآن مجید کو آپ نے خاص طور سے پڑھا، ترجمۂ قرآن حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی توجہ اور صحبت نے اس کو جلا دی۔

---

(۱) [illegible] (۲) امیر الروایات۔

خدمت شاہ عبدالعزیز سے رخصت اس کے بعد آپ اپنے کام میں زیادہ مشغول ہو گئے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب آپ کی خدمت کے لیے ایک شخص جن کا خود تعلق بھی شاہ صاحب سے تھا، مقرر کر دیتے وہ آپ کی ضروریات مہیا کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ چند بے تکلف لوگوں نے تماشا کی خاطر ہندوؤں کے ایک میلے میں چلنے کے لیے آپ سے بہت اصرار کیا اور باوجود آپ کے عذر و انکار کے زبردستی آپ کو لے گئے، لیکن آپ میلہ میں پہنچ کر بے ہوش ہو گئے اور اس میں شریک نہ ہو سکے اور اٹھا کر آپ کو مجبوراً واپس لانا پڑا۔ اس کے بعد پھر کسی کو کبھی جرأت نہیں ہوئی۔

باطنی ترقیات آپ کو چند دنوں میں اس قدر باطنی ترقی ہوئی اور وہ بلند مقامات حاصل ہوئے جو سالہا سال کی ریاضت و مجاہدات سے بھی کم حاصل ہوتے ہیں اور آپ پر ذوق و شوق اور عبادت میں اس قدر لذت و کیفیت پیدا ہوئی جس کی نظیر کم ملتی ہے۔ صاحب "مخزن احمدی" لکھتے ہیں:—

"قیام دہلی کے اثنا ہی میں ایک دن شب کو آپ حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اس شب کی کرامات میں شب بیداری کی جائے تاکہ شب قدر کی سعادت حاصل کی جائے؟ مولانا نے متوجہ ہو کر فرمایا: عزیز من! شب بیداری تو روزانہ معمول ہے، اس طرح کی راتوں میں کیا کرو۔ صرف شب بیداری سے کیا ہوتا ہے؟ دیکھو چوکیدار اور سپاہی ساری رات جاگتے رہتے ہیں مگر اس دولت سے بے نصیب رہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے تو شب قدر میں اگر تم سوتے بھی رہو تو اللہ تعالیٰ جگا کر اس کی برکات میں شریک کر دیتا ہے۔ سید صاحب یہ سن کر اپنے [illegible] شب بیداری کا معمول [illegible]

---

(۱) صاحب مخزن احمدی نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے (صفحہ ۲۵، ۲۶)۔

چوتھا باب

دہلی کا دوسرا سفر اور نواب امیر خاں کی رفاقت

دہلی کا دوسرا سفر رائے بریلی سے سنہ ۱۲۲۲ھ[1] میں آپ دہلی تشریف لے گئے۔ یہ دہلی کا دوسرا سفر تھا۔ کچھ مدت دہلی قیام فرما کر آپ سنہ ۱۲۲۶ھ[2] میں نواب امیر خاں کے لشکر میں تشریف لے گئے جو وسط ہند کے بعض رجواڑوں سے برسرپیکار تھے۔

نواب امیر خاں کی رفاقت اور سید صاحب کے مقاصد سید صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جس عظیم مقصد کے لیے

[illegible]

تیار کیا تھا اور آپ نے جس بلند مقصد کو اپنے پیش نظر رکھا تھا اس کی مزید تکمیل و پختگی و عملی مشق و تربیت کی متقاضی تھی۔ اگرچہ سید صاحب نے شروع سے سپہ گری و سپاہیانہ اعمال و مشاغل اپنے فطری ذوق و رجحان سے سیکھے تھے لیکن آپ کو عملی معرکہ آرائی و میدان جنگ و اس کے نشیب و فراز سے گزرنے کا اس سے پیشتر موقع نہیں آیا تھا۔ اس کے لیے کسی محاذ جنگ کی ضرورت تھی، جہاں رہ کر آپ نوجوانوں کی قیادت اور دست بدست جنگ کا عملی تجربہ حاصل کریں۔

نیز ایک ایسے شخص کو جو ہندوستان میں اسلام کے غلبے اور دینی حکومت کے قیام کے لیے کوشاں ہو سب سے پہلے اس کا جائزہ لینا ضروری تھا کہ اس ملک میں کہاں کہاں ایسی آزاد قوتیں اور طاقت پائی جاتی ہے، جو صحیح رہنمائی کے بعد اس عظیم مقصد کے حصول میں معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

انیسویں صدی کی ابتدا میں سارے ملک میں چار قابل ذکر قوتیں تھیں: ایک بیدار مغز اور نوخیز طاقت انگریزوں کی جن کا ستارۂ اقبال روز بروز بلند ہوتا جا رہا تھا؛ دوسرے دکن میں نظام؛ تیسرے شمالی ہند میں اودھ کی سلطنت، لیکن دونوں طاقتیں انگریزوں کی سرپرستی قبول کر چکی تھیں، اور اس ملک میں اسلامی اقتدار کے لیے ان سے امید رکھنا فضول تھا؛ چوتھے، مرہٹے، جو وسط ہند اور دکن میں اپنی ریاستیں قائم کیے ہوئے تھے، لیکن ان کی آپس میں سخت رقابت اور خانہ جنگی تھی؛ اٹھارویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں ان کے چار سردار، دولت راؤ سندھیا، جسونت راؤ ہلکر، باجی راؤ پیشوا، رگھوجی بھونسلہ اقتدار اعلیٰ کے لیے کشمکش کرتے تھے۔

ان چاروں طاقتوں کے علاوہ جن سے اسلامی اقتدار کے قیام کے لیے کسی مدد کی امید نہیں تھی [illegible] طاقت [illegible] تھی جس کو وقت کا کوئی مبصر نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ یہ [illegible] پٹھانوں کی طاقت تھی جن کی قیادت [illegible] کا ایک جمعیت منظم [illegible] امیر خاں [illegible] روہیلکھنڈ اور شمالی ہند کے دلیر اور جنگجو پٹھانوں اور سپاہی پیشہ نوجوانوں کی ایک کثیر التعداد اور طاقتور جمعیت رکھتی تھی، جس کو مرہٹہ

[illegible] ملتی ہیں۔

[illegible] ہو چکے تھے لیکن ریاست ہمیشہ اپنے سابقہ رفقاء کی کشش میں رہا کرتے تھے اور ان کی خیر طبیعت و فتح و شکست کے لیے اکثر فیصلہ کن ثابت ہوا کرتی تھی۔ اس جمعیت میں ہندوستان کا بہترین ذخیرۂ [illegible] زور آزما و خون [illegible] ہندوستان کی حفاظت کا بچا کھچا سرمایہ اور وقت کے بہترین شہسوار و شمشیر زن تھے۔

امیر خان

امیر خان کا خاندان سالار زئی پٹھانوں کی ایک شاخ تھا، جو علاقۂ بنیر کے [illegible] باشندہ تھا۔ اس خاندان کے پہلے فرد طالع خان محمد شاہ کے عہد میں ہندوستان آئے اور سنبھل ضلع مراد آباد میں سکونت اختیار کی۔ ان کے فرزند محمد حیات خان امیر خاں کے والد تھے (۱)۔

امیر خاں ۱۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدا سے سپہ گری کا شوق تھا [illegible] [illegible]

---

(۱) امیر نامہ صفحہ [illegible]

مخزن احمدی میں لکھتے ہیں:

خدا کے توکل اور اس کی حفاظت پر [illegible]	"متوکلاً و معتصماً بفضل الٰہی [illegible]
ہوئے [illegible] کے ساتھ جب آپ [illegible]	شدہ [illegible] مانند کہ بہ [illegible] بوستان
وطن [illegible] کی باغ کی سیر اسی وقت [illegible]	باغبانہ دوستان [illegible] از بلدہ شاہجہان آباد
جاتا ہے شاہجہاں آباد سے روانہ ہوئے [illegible]	نہضت فرمودہ [illegible] و منازل
اور مرحلے طے کرتے ہوئے کہ ہر مرحلہ [illegible]	کہ ہر مرحلہ نہضت [illegible]
کے بعد [illegible] آپ نے لشکر کو اپنے	روز [illegible] فرمودہ بوجود فیض آمود خود لشکر
شرف قدوم سے مشرف فرمایا۔	منور و مشرف ساختند۔"[1]

مخزن احمدی سے معلوم ہوتا ہے کہ جس دن اہل لشکر آپ سے [illegible] اس سے زیادہ نہیں جانتے تھے کہ آپ ایک صالح اور شریف النفس شخص ہیں۔

"حضرت [illegible] کے حال خیر مآل سے [illegible] آگاہ نہ تھے [illegible] بعض بعض جانتے تھے کہ یہ شخص سید آل رسول [illegible] ہے۔"[2]

لیکن یہ حالت زیادہ دنوں تک قائم نہیں رہی۔ بہت جلد آپ کی قابلیت [illegible] عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ اور قابلیت [illegible] لوگوں نے جب آپ کی قابلیت کی [illegible] بیعت سے [illegible] نواب [illegible] کی [illegible] حقیقت [illegible] واقعہ [illegible] ہے:

"[illegible]

[illegible]

[illegible]

---

[1] مخزن صفحہ ۲۲

[2] مخزن صفحہ ۲۲

کی کثرت [illegible] کے سبب اکثر پیادے اور سواروں پر کھانے دانے کی تنگی و تکلیف ہوتی تھی، مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت بے نہایت سے حضرت سید المجاہدین کی جماعت میں سب طرح سے فراغت اور فراخی رہتی تھی۔ یہ حال خیال کر کے اکثر مردم دل میں گمان کرتے تھے کہ ان کو نواب صاحب مرحوم شاید چپکے پوشیدہ بھیجتے ہیں یا ان کو کیمیا آتی ہے یا دست غیب ہے جو آپ کے یہاں تنگی و تکلیف نہیں۔ اور بعض مردم آشنا یہ بات آپ کے سامنے کہتے۔ آپ ان سے فرماتے کہ ان تینوں باتوں سے ایک بھی نہیں۔ میرا پروردگار محض اپنے فضل و کرم سے روزی پہنچاتا ہے اور جس روز نواب مستطاب سے کچھ عنایت ہوتا ہے، سب کو معلوم ہے کہ میں لوگوں کو تقسیم کر دیتا ہوں۔"(۱)

لشکریوں میں دعوت و تبلیغ: آپ بھی عبادت و ریاضات اور لشکر کی سپاہیانہ زندگی کے ساتھ اصلاح و ارشاد میں بھی مشغول تھے۔ یہ لشکر جس میں ایک ایک وقت میں چالیس چالیس پچاس پچاس ہزار [illegible] رہتے تھے، دعوت و تبلیغ کا ایک وسیع میدان تھا۔ سپاہی پیشہ لوگ عموماً خود [illegible] دین داری اور دینی و اخلاقی [illegible] کے اثرات سے دور ہوتے ہیں۔ آپ [illegible] سپاہیانہ [illegible] شفقت [illegible] بہترین موقع [illegible] لشکر کے سپاہی اور سردار ہمیشہ آپ [illegible] ہمیشہ [illegible] آپ کے پاس آتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ آپ [illegible] دلجوئی [illegible] کرتے اور [illegible] توحید کی تعلیم [illegible] اور [illegible] فرائض دینی کی پابندی کا اقرار لیتے۔ [illegible] کے اثرات کا اندازہ [illegible]

[illegible] حضرت امیر المومنین کی خدمت [illegible]

---

(۱) [illegible]

نے فرمایا، اگر تم سب [illegible] سے توبہ کرو [illegible]۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھنے کا

اقرار کرو تو [illegible] اور معبود [illegible] دعا کروں [illegible]

سے شفا بخشے۔ وہ سب [illegible] بیچارہ مصیبت [illegible] تمام [illegible]

[illegible] نماز پنجگانہ کا اقرار کیا۔ آپ نے [illegible] اس کے [illegible]

[illegible] ۵

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ۱۰

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کرے گا اور جن کی بدولت خود اُس کا بیٹا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کچھ خیال نہ کیا اور تیر سواروں کے مقابلے میں آگے بڑھے۔ جب دشمن کے سوار ایک گولی کی زد پر پہنچے تو چاند سنگھ [illegible] پیادوں [illegible] کے ساتھ [illegible] بھاگ [illegible] سید صاحب نے رومال ہلا کر اشارہ کیا کہ آپ جلد فوج لے کر پیچھے آئیں [illegible] سید صاحب نے [illegible] پر چڑھ کر رومال کے اشارے [illegible] نواب صاحب باغ میں داخل ہو کر ایک مکان کے کوٹھے پر چڑھ گئے اور دوربین لگا کر [illegible] کو دیکھنے لگے۔ سید صاحب [illegible] برج سے اتر کر [illegible] آم کے درخت کے سایے میں باغبان کے جھونپڑے کے قریب بائیس آدمیوں کے ساتھ بیٹھے۔ وہاں بہ نسبت اور جگہ کے زیادہ امن تھا۔ ہر طرف توپوں کے گولے اولوں کی مانند گرتے تھے۔ کچھ دیر میں شام ہوئی۔ سید صاحبؒ دوبارہ آدمیوں کے ساتھ پھر اسی برج پر تشریف لے گئے۔ وہاں نماز مغرب وہیں ادا کی۔ نماز کے بعد لوگ آپس میں کہنے لگے کہ آج اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل فرمایا۔ ہم کو فتح عظیم کی اور چاند سنگھ باوجود اتنے سواروں کے ہمارے مقابلے سے ہٹ گیا۔(۱)

نواب امیر خاں کی انگریزوں سے مصالحت: نواب امیر خاں اگرچہ فی الجملہ مرہٹہ سرداروں [illegible] کے حلیف اور رفیق رہے، لیکن اس [illegible] انگریزوں کے [illegible] رہے۔ ۱۲۲۸ھ میں جب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

---

(۱) وقائع احمدی [illegible] صفحہ [illegible] (۲) [illegible] امیر نامہ صفحہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

> [illegible]

بعد آپ سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ یہ کفار بہت دغا باز اور فتنہ [illegible] ہیں۔ پھر آپ کے واسطے تنخواہ یا جاگیر وغیرہ مقرر کر کے کہیں بٹھا دیں گے کہ روٹیاں توڑتے بیٹھیے۔ پھر یہ بات [illegible] یہ فرما کر آپ تشریف لے گئے۔ مدت کے بعد ایک مرتبہ پھر آپ لشکر میں تشریف لائے تب کسی سے کچھ [illegible] اور نواب صاحب سے ملاقات کی۔ نواب صاحب بہت آبدیدہ ہوئے اور کہا کہ آنحضرت نے جو کچھ فرمایا تھا وہی ہوا۔ حکم الٰہی سے چارہ نہیں۔ اب آپ [illegible] [illegible] آپ نے قبول نہ کیا اور چند دن کے بعد ایک خط شاہ عبدالعزیز صاحب کو لکھا کہ "خاکسار [illegible] حاضر ہوتا ہے۔ یہاں لشکر کا کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ نواب صاحب انگریزوں سے مل گئے۔ اب یہاں رہنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔"[1]

---

[1] "وقائع احمدی" صفحہ ۸۲ ۔ صفحہ ۸۵ (باختصار)

◆

پانچواں باب

دہلی کا تیسرا سفر اور دو آبے کا تبلیغی دورہ

دہلی کا تیسرا سفر سنہ ۱۲۳۳ھ میں [illegible] نواب امیر خاں کی انگریزوں سے مصالحت کے بعد سید صاحب نواب سے جدا ہو کر دہلی تشریف لائے۔ اگرچہ [illegible] سال کے [illegible] آپ [illegible] ان کی فطری استعداد وصلاحیت [illegible] اور [illegible] سید [illegible] اور ان کی [illegible] تھے [illegible] آپ کی [illegible] سنہ ۱۲۳۳ھ میں [illegible]

[illegible] ۱۲۳۳ھ [illegible]

[illegible]

[illegible] کی [illegible] اور تہذیب و [illegible] کا فرض انجام دیتی ہیں۔

شاہ عبدالعزیز کا خواب دہلی پہنچنے سے ایک ہفتہ قبل جس شب کو آپ نے لشکر سے دہلی کا رخ فرمایا حضرت شاہ عبدالعزیز نے خواب دیکھا کہ آنحضرت [illegible] جامع مسجد دہلی میں تشریف رکھتے ہیں، اور لوگ دور دور سے جوق در جوق زیارت [illegible] آ رہے ہیں [illegible] اور عصائے مبارک دے کر فرمایا کہ [illegible] دروازے پر بیٹھ جاؤ اور [illegible] [illegible] بندگانِ خدا نے حضورؐ کی زیارت کی۔

[illegible]

[illegible] فرمایا اور لوگوں کا رجوع شروع ہوا۔[1]

[illegible]

---

[1] مخزنِ احمدی صفحہ ۲۲۔

تفصیلات دریافت کیں۔ آپ نے تفصیل کے ساتھ وہاں کے حالات سنائے۔ شاہ صاحبؒ نے اپنے خواب کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ اس خواب کو ایک ہفتہ نہیں گزرا کہ آپ کی آمد ہوئی۔ شاہ صاحبؒ نے آپ کے قیام کے لیے آپ کی قدیم جگہ مسجد اکبرآبادی تجویز کی اور مولانا محمد اسمٰعیل، مولانا عبدالحی، حافظ قطب الدین، مولوی محمد یعقوب، مولوی محمد یوسف اور مولوی وجیہ الدین اور کئی صاحبوں سے فرمایا کہ آپ کا اسباب سرائے سے مسجد میں منتقل کر دیں۔ مولانا شاہ عبدالقادرؒ کا کئی سال پیشتر انتقال ہو چکا تھا۔ سید صاحب مسجد اکبرآبادی میں داخل ہوئے، دو رکعت نماز ادا کی اور جس حجرے میں شاہ عبدالقادرؒ رہا کرتے تھے تشریف لے گئے۔ پھر صحن مسجد میں آکر بیٹھے اور لوگوں سے ملاقات کی۔ (۲)

ارشاد و تربیت کا آغاز اس زمانۂ قیام میں شاہ صاحبؒ کا معمول تھا کہ جو صاحب مستعد اور طالب صادق سلوک کی تعلیم اور توجہ و افادۂ باطنی کا طالب ہوتا اس کو سید صاحبؒ کے سپرد کر دیتے۔ چنانچہ ایک بخاری عالم کو جو ملا بخاری کے لقب سے مشہور تھے، سید صاحبؒ کے سپرد کیا۔ [illegible] آپ کی [illegible] وضع دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ [illegible] یہ مجھ کو کیا تعلیم دیں گے۔ اور سید صاحب سے پوچھنے لگے کہ آپ نے کون کون سی کتابیں پڑھی ہیں اور کن علوم کی تحصیل کی ہے؟ آپ خاموش رہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ملا صاحب آپ کو اس [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

نائب خدا نہیں دیکھا اور وہ ... صاحب یہ کہتے تھے کہ میں بہت شہروں میں پھرا مگر ایسا مرشد شفیق تعلیم کرنے والا نہیں پایا۔(۱)

مولانا عبدالحئی اور مولانا شاہ اسمٰعیل کی ارادت و بیعت

مولانا عبدالحئی اور مولانا اسمٰعیل خاندانِ ولی اللّٰہی کے چشم و چراغ تھے اور شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ کے بعد ہندوستان کے ممتاز ترین علما میں ان کا شمار تھا۔ علمی تبحر، رشد و صلاحیت اور تقویٰ و للّٰہیت میں اپنے ہم عمروں اور اقران و امثال میں ممتاز تھے۔ ان کی علمی عظمت اور بلند منزلت کا اندازہ شاہ عبدالعزیزؒ کے اس تصدیق نامہ سے ہوتا ہے جو آپ نے منشی خیر الدین کو لکھنؤ جانے کے متعلق لکھا تھا(۲)۔ اس میں آپ نے مولانا عبدالحئی کو شیخ الاسلام اور مولانا اسمٰعیل کو حجۃ الاسلام کے لقب سے یاد کیا ہے اور دونوں کو منجملہ افضل سر آمد علمائے محققین کا خطاب دیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ دونوں حضرات تفسیر، حدیث، فقہ و اصول، منطق وغیرہ میں اس فقیر سے کم نہیں ہیں۔ جناب باری کی جو عنایت ان دونوں بزرگوں کے شامل حال ہے اس کا شکر مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا۔ ان دونوں کو علمائے ربانی میں شمار کرو اور جو مشکل حل نہ ہو ان کے سامنے پیش کرو۔ البتہ ان کمالات سے اپنی تعریف لکھنا ٹھیک نہیں لیکن مرتبۂ حق کا اظہار دوستوں پر واجب ہے۔(۳)

پہلے مولانا عبدالحئی نے اور ان کے بعد مولانا اسمٰعیل نے سید صاحب سے بیعت کی درخواست کی اور دونوں حلقۂ ارادت و اصحاب بیعت میں شامل ہو گئے۔ ان کی بیعت کا واقعہ مختلف کتابوں میں مختلف طریقے پر بیان ہوا ہے۔ ان سب میں سب سے زیادہ مفصل روایت وہ ہے جو مولانا کرامت علی جونپوری نے خود مولانا عبدالحئی سے روایت کی ہے۔

[illegible]

رسالہ "[illegible]" میں لکھتے ہیں :-

"اس حکایت سننے کے پہلے یاد رکھو کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ و حضرت سید احمد صاحب کو اُن کے ابتدائے وقت سے "میر صاحب" کہا کرتے تھے اور حضرت مولانا عبدالحی صاحب وغیرہ سب معتقد لوگ "میاں صاحب" کہا کرتے تھے اور مولانا عبدالحی و مولانا محمد اسمٰعیل کو میاں [illegible] کیا کرتے تھے۔ چونکہ اس حکایت کو بعینہٖ لفظ بلفظ بیان کریں گے [illegible] کے یاد رکھنے کو لکھا۔ اب وہ حکایت سنو۔

ایک روز اس عاجز مسکین نے حضرت مولانا مولوی عبدالحی [illegible] عرض کیا کہ آپ جو اس قدر میاں صاحب سے الفت رکھتے ہیں اور سب چھوٹے بڑے دنیا و دین کی چیزوں کو چھوڑ کے میاں صاحب کی صحبت اختیار کی ہیں اور آپ سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سے ان کو کچھ علاقہ نہیں! مگر ہمیشہ کی دوستی اور صحبت کی مروت سے ہم لوگ کچھ نہ بولے۔ اب تمہارا دینا کیا ضرور! اور چپ کر کے سو رہے۔ پھر آدھی رات کے کچھ قبل یا بعد حضرت میاں صاحب نے پکارا: "مولانا!" اس پکارنے سے مجھ کو قشعریرہ(۱) ہوا اور بدن پر رونگٹیں کھڑے ہو گئے اور اس جناب سے مجھ کو بڑا خوف آ گیا۔ تب میں نے جواب میں کہا "حضرت!" تب فرمایا کہ "جاؤ اس وقت اللہ کے واسطے وضو کرو۔" تب میرے بدن پر پھر قشعریرہ ہوا اور میں نے کہا کہ بہت خوب۔ دو تین قدم چلا تھا کہ پھر پکارا، "مولانا! سن لو۔" میں پھر کے حضرت کے پاس حاضر ہوا۔ فرمایا "تم نے خوب سمجھا میں نے کیا کہا؟" میں نے کہا کہ "اللہ کے واسطے وضو کرو۔" پھر میں نے کہا "بہت خوب" اور پھر دو تین قدم چلا تھا کہ پھر پکارا اور [illegible] اسی طرح تین بار کیا اور تنبیہ کی [illegible] میں وضو کرنے کو [illegible] دل اور [illegible] کے خوف سے میں نے سب کے ساتھ [illegible] وضو کیا [illegible] وضو کیا [illegible] تھا۔ پھر وضو کر کے حضرت کے حضور میں حاضر ہوا۔ فرمایا کہ "جاؤ، اللہ رب العالمین کے واسطے اس وقت دو رکعت نماز پڑھو۔" تب میرے بدن پر قشعریرہ [illegible] دو تین قدم [illegible] پھر پکارا اور پھر حضور میں [illegible] تم نے خوب سمجھا نہیں [illegible] کہا کہ جاؤ اس وقت اللہ رب العالمین کے واسطے دو رکعت نماز پڑھو۔ میں نے کہا "بہت خوب!" [illegible] کے واسطے [illegible] پھر تیسری بار [illegible] تب میں نے ایک گوشہ میں [illegible] شروع کی تو تکبیر تحریمہ کے [illegible] میں خوش ہوا کہ [illegible] اور [illegible] قدر [illegible] اور [illegible] قدر [illegible] کہ [illegible] نہایت خوف [illegible] لذت [illegible]

---

(۱) لرزہ اور رونگٹے کھڑے ہو جانا۔

خوب کیا۔ میاں ایک حضرت ہی واسطے [illegible] تھا کیوں [illegible] صاحب [illegible] تب میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے [illegible] کی خدمت کیا اور حضرت [illegible] کے موافق میں نے شغل اور مراقبہ [illegible] حاصل نہ ہوا۔ حضرت سید صاحب نے [illegible] حضرت یہ کون طریقہ کہلاتا ہے؟ تب فرمایا کہ ایسے لوگ کسی طریقے کے محتاج نہیں ہوتے۔ ایسے لوگ جو [illegible] اپنے [illegible] ہیں [illegible] ایسے لوگ [illegible] ہوتے [illegible] کو حضرت [illegible] طریقہ [illegible] اور [illegible] نہیں پایا [illegible] خدا کی مرضی ہے۔[1]

خاندانِ ولی اللّٰہی کے دو ممتاز افراد کی بیعت

مرشدِ وقت شاہ عبدالعزیز کی زندگی ہی میں [illegible] کی بیعت میں داخل ہونا [illegible] شاہ عبدالعزیز کے خاندان کے [illegible] صاحب کی [illegible] مولوی [illegible] حضرت شاہ ولی اللہ [illegible][2] [illegible] وغیرہ [illegible] سے [illegible] لوگ نہیں [illegible] انھوں نے بیعت [illegible] کی دعوت دی۔

---

[1] [illegible]

[2] [illegible] محمد یوسف [illegible] صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible] مخزن احمدی، صفحہ ۳۷

[illegible]

[illegible] فرمایا [illegible]

[illegible]

[illegible] پوچھا، مولانا نے فرمایا کہ

> [illegible]

[illegible] مولانا نے فرمایا کہ [illegible] ⁽²⁾

مقبولیت و شہرت [illegible]

[illegible] آپ کی مقبولیت و شہرت [illegible] معلوم ہوتا تھا کہ [illegible] آپ کی طرف [illegible] ہو گئی [illegible] صاحب کی [illegible] اور [illegible] صاحب نے [illegible]

[illegible] (۲) [illegible]

[illegible]

[illegible]

سید اسحٰق وہاں سے رائے بریلی روانہ ہوئے۔

[illegible]

تمام برقنداز بیعت سے مشرف ہوئے۔

[illegible]

[illegible] استقبال کیا [illegible]

[illegible] کے ساتھ بیعت ہو گئے۔

[illegible] بیعت [illegible]

[illegible]

[illegible] بیعت [illegible]

تھے۔ قدن خاں کے بیٹے ایک پالکی اور دو گھوڑے لے کر آئے۔ آپ نے ان کو ایک گھوڑے پر اور دوسرے گھوڑے پر حافظ شہاب الدین کو سوار کیا، اور خود پالکی پر قدن خاں کے یہاں تشریف لے گئے۔ خان صاحب نے مکان تک آکر استقبال کیا اور سلام و مصافحہ کے بعد زنان خانہ میں لے گئے اور [illegible] کے [illegible] آپ کے قدموں پر [illegible] ۵ [illegible] کھانے کے بعد شرف بیعت حاصل کیا اور سات خوان [illegible] شیرینی کے تھے، اور دو قیمتی پوشاک اور [illegible] کے ایک سو تیس روپے نقد کے ساتھ پیش کیے۔ اس کے بعد پانچ پگڑیاں پیش کیے۔ آپ نے ایک پگڑی خان صاحب کو اور ایک ان کے بڑے صاحبزادے کو اپنے ہاتھ سے دی۔ انھوں نے اپنا اپنا پگڑا [illegible] عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو یہ [illegible] شیرینی کا ایک خوان بھی ہماری طرف سے لے جائیے۔ خاں صاحب ۱۰ نے عرض کیا کہ [illegible] اس میں سے جناب تناول فرمالیں۔ آپ نے اس میں سے ذرا سا اٹھا کر باقی رکھ دیا۔ خان صاحب اس خوان کو اپنے سر پر اٹھا کر گھر لے گئے۔ اس کے بعد آپ کو مستورات کی بیعت کے لیے مکان تک زحمت دی۔ بیعت کے بعد خان صاحب کے چھوٹے صاحبزادے دو کشتی لائے، جن میں سے ایک شیرینی کی تھی اور ایک قیمتی پوشاک کی۔ اس سب سے فراغت کے بعد آپ کو جائے قیام تک پہنچایا اور اپنے اور مستورات کے لیے توجہ کی درخواست کی۔ آپ نے ۱۵ شیر دل خاں کے لڑکے کو جس کی عمر گیارہ سال ہوگی، مستورات کی توجہ کے لیے اور [illegible] کو ان کو توجہ دینے کے لیے مقرر فرمایا۔ جب تک میرٹھ میں قیام رہا، یہ دونوں توجہ دیتے رہے۔

[illegible] حمید الدین اور ان کے بھائی [illegible] بخش [illegible] حاضر ہوئے۔ ان کی گزران اہل دنیا میں [illegible] ہوتی تھی۔ انھوں نے بھی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد [illegible] [illegible] الدین حاضر ہوئے۔ [illegible] ۲۰ ہونے کے بعد [illegible] انھوں نے [illegible] دعوت کی درخواست کی اور آپ نے قبول فرمائی۔ شام کا کھانا قدن خاں کے ہاں تناول فرمایا اور اس کے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بچے جمع ہوئے تھے ان کو تعلیم دے کر رخصت کیا۔

روانگی کے وقت اس شہر پر یہ اثر تھا کہ وہ شہر [illegible] جس وقت آپ شہر کے دروازے پر پہنچے ہزاروں آدمی رقت و زاری سے بے تاب ہوگئے۔ آپ ہر ایک کو تسکین دیتے تھے، مگر ہر ایک بے قرار تھا۔ آپ کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔ آپ نے سب کو رخصت کیا۔ بعض آدمی جو سوار تھے موضع دائل [illegible] تک پہنچانے آئے۔

میرٹھ کے نواح و اطراف موضع دائل میں پانچ چھ گھر مسلمانوں کے تھے۔ ان سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور دعوت کے لئے عرض کیا۔ آپ نے معذرت کی اور فرمایا کہ واپسی میں ادھر سے گذر ہوئی تو تمہاری ضیافت قبول کریں گے۔ ان [illegible] کا یہ حال تھا کہ آپ کی جدائی ان پر بہت شاق تھی۔ جب تک قافلہ نظر سے اوجھل نہیں ہوا وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔

موضع [illegible] میں دو تین گھر مسلمانوں کے تھے، سب اہل بیعت ہوگئے۔ آپ نے ایک گھڑی وہاں توقف کیا۔ [illegible]

موضع [illegible] میں نماز ظہر پڑھی۔ وہاں مسلمانوں کے [illegible] گھر تھے، انھوں نے سب سے پہلے بیعت کی۔ [illegible] نے عرض کیا کہ تشریف [illegible] کھانا تناول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ [illegible] لوگوں نے شربت حاضر کیا اور [illegible]

[illegible]

قیام فرمایا۔ [illegible] حضرت کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کی، بیعت کے بعد [illegible] اور دو [illegible]

نے عرض کیا کہ آج آپ کی دعوت ہمارے ہاں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ گھر میں ہو وہی پکانا۔ یہ سن کر سب خاموش ہو گئے۔ ایک لمحے کے بعد عرض کیا کہ جو کچھ ارشاد ہو۔ فرمایا: [illegible] کی دال۔ جب اہلِ دعوت اپنے گھر آئے تو انھوں نے آپس میں کہا کہ پہلے [illegible] دیکھیے آپ کیا فرمائش کرتے ہیں لیکن جب آپ نے فرمائش کی تو معلوم ہوا کہ یہ تو سب سے آسان اور سستا کھانا ہے جس سے زیادہ تو غربا بھی اپنی دعوت میں اہتمام کرتے ہیں۔ آپ نے تو صرف [illegible] فرمائش کی ہے لیکن ہم عرض [illegible] کہ قلیہ بھی [illegible] تیار کر لیں۔ [illegible] نے [illegible] کی [illegible] فرمائش کی دال کے ساتھ [illegible] اور قلیہ گوشت بھی [illegible] رکھا۔ آپ [illegible]

[illegible]

[illegible] نماز عصر [illegible]

ادا فرمائی۔ نمازِ عصر کے بعد مولانا عبد الحئی صاحب کے خورد سال صاحبزادے عبد القیوم[۱] نے بیعت کی۔ مغرب کی نماز آپ نے مولانا عبد الحئی کے پیچھے پڑھی۔ نمازِ عشاء کے بعد کھانے سے فراغت ہوئی تھی کہ اس وقت میاں نظام الدین چشتی، شیخ محمد حسن اور شہر کے بہت سے شرفاء و غرباء حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ اسی روز اور دوسرے روز آپ مولانا عبد الحئی صاحب کے مہمان رہے۔ اس کے بعد میاں نظام الدین چشتی نے دعوت کی اور وہاں ان کے گھر کی تمام مستورات داخلِ سلسلہ ہوئیں۔ اس کے بعد شیخ ابوبکر کی طرف سے دعوت ہوئی اور انھوں نے اور ان کے تمام گھرانے کی عورتوں نے بیعت کی۔

بارہ روز قصبۂ پھلت میں قیام رہا۔ زیادہ تر مولانا عبد الحئی کی طرف سے میزبانی اور دعوت رہی۔ مولانا کے یہاں زیادہ تر کھانا یہ ہوتا تھا کہ تھوڑی روٹی شوربے میں چور کر کے ثرید تیار کیا جاتا تھا جس کا حدیث میں ذکر آتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا! آپ اس قدر کیوں تکلیف فرماتے ہیں؟ مولانا نے جواب دیا کہ حضرت! یہ کیا تکلیف ہے؟ اگر میں اپنا سارا گھر بیچ کر آپ کو کچھ بھی راحت نہ پہنچا سکوں تو اپنی سعادت سمجھوں گا۔ آپ نے بہت دعائے خیر فرمائی اور پھلت سے روانگی ہوئی۔

راستے کی میزبانی مولانا محمد اور قصبہ کے دوسرے بزرگ ہمراہ تھے۔ جب موضع [illegible] میں پہنچے وہاں کا زمیندار دس بارہ آدمیوں کے ہمراہ راستے پر بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے ہی آپ پہنچے بڑے ادب اور بڑے خلوص کے ساتھ عرض کیا کہ "آج غریب خانے پر قیام فرمائیں اور خاکسار کی دعوت قبول فرمائیں۔ جس روز سے آپ کی تشریف آوری کی خبر سنی ہے روزانہ آپ کے انتظار میں یہاں آکر بیٹھ جاتا ہوں۔ آج تو میں جانے نہیں دوں گا۔" آپ نے ارشاد فرمایا کہ "بھائی! ابھی بہت وقت ہے اور اپنی جگہ سے ہم دو کوس نکل آئے ہیں۔ قیام کرنے کی بالکل مہلت نہیں۔" اس نے عرض کیا کہ "اچھا تو پھر ایک گھڑی ٹھہر کر ٹھنڈا پانی تو پیتے جائیں۔" آپ نے قافلے کو ٹھہرنے کا حکم دے دیا۔ وہ زمیندار چار گھڑے گنے کے رس کے اور چار گھڑے پکے ہوئے دودھ کے لایا اور دونوں

---

(۱) مولانا عبد القیوم مفتی بھوپال (م [illegible])

کو شاکر آپ کو اور تمام اہلِ قافلہ کو شربت پلایا اور دو روپیہ دعوت کے نذر کیے اور دوسرے دن تک ساتھ آیا۔

موضع چھلی میں وہاں کا زمیندار حاضر ہوا اور گاؤں کے دوسرے مسلمانوں کو لا کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ وہاں سے موضع بہرسر پہنچے۔

پھلت میں پھلت سے باہر قصبے کے بائیس پچیس اشخاص استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ انھوں نے عرض کیا کہ تین روز سے ہم منتظر ہیں۔ آپ شیخ ولی محمد کے مردانے میں مقیم ہوئے نمازِ عصر کے بعد بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ میاں محمد فضیل، شیخ ولی محمد صاحب کے فرزند شیخ نور محمد اور محمد عارف، دونوں بھائی غلام علی و حافظ معین الدین، حافظ احمد الدین اور عبد الغنی وغیرہ نے بیعت کی۔ کھانا بھی شیخ ولی محمد صاحب کے یہاں تناول فرمایا۔ دوسرے روز محمد عثمان بیعت میں داخل ہوئے۔ ان کی وضع بالکل سپاہیانہ تھی۔ آپ نے فرمایا "بھائی، اگرچہ اس وقت تمھارا ظاہر اچھا نہیں، لیکن تمھارا باطن صاف ہے۔ ان شاء اللہ چند دنوں میں ظاہر بھی باطن کی طرح ہو جائے گا۔" ان کے گھر کی مستورات بھی بیعت ہوئیں۔ شیخ ولی محمد صاحب کی والدہ اور دوسری مستورات بھی بیعت سے مشرف ہوئیں۔ مولوی وحید الدین صاحب نے دو وقت دعوت کی اور اپنے مکان پر لے جا کر مستورات کو بیعت کرایا۔ میاں نعمت اللہ اپنے فرزند شیخ عبد اللہ کے ساتھ بیعت ہوئے۔ میاں سعد الدین نے بھی [illegible] اور ان کے گھر کی مستورات نے بھی بیعت کی۔ دوسرے روز حافظ محمد حسین نے بھی دعوت کی۔ [illegible] محمد اسمٰعیل صاحب کے خالہ زاد بھائی میاں [illegible]، حافظ محمد بخش، عبد الرزاق [illegible] [illegible] قمر الدین، میاں سعد الدین، شیخ عبد الحکیم و عبد الرؤف اور دوسرے لوگوں نے ایک ایک وقت دعوت کی۔

جب آپ پھلت میں [illegible] تھا کہ شیخ ولی محمد [illegible] پر [illegible] اس وقت شیخ ولی محمد، شیخ عبد [illegible] عبد الحکیم، محمد [illegible] [illegible] موجود تھے [illegible] کچھ [illegible] چیز تناول فرمائی [illegible]

[illegible] فرماتے۔ محسن خاں کہتے ہیں کہ مجھے حکم تھا کہ بائیں بازو اور شانے پر مالش کروں۔ [illegible] آپ نے کشتی کا تودہ تیار کرایا تھا۔ ورزش سے فراغت کے بعد تیر اندازی فرماتے تھے۔ [illegible] اپنے ساتھ لے گئے تھے اور تیر کمان بھی خریدے تھے۔ جماعت کے بعض لوگ بھی اس مشق میں شرکت کرتے تھے۔

[illegible] کے بعد آپ [illegible] سے روانہ ہوئے۔ [illegible] [illegible] وہاں کے لوگوں نے بیعت کی [illegible] سے پہلے وہاں سے روانہ ہوئے۔

[illegible] [illegible] کے ساتھ استقبال کیا۔ [illegible] [illegible] بیعت سے مشرف ہوئے۔

[illegible] آپ دیوبند تشریف لے گئے۔ [illegible] بیعت سے مشرف ہوئے۔ [illegible] شیخ حفیظ اللہ [illegible] [illegible]

سے مجبور تھا، اب ان کی سیرت بالکل بدل گئی اور ایسا ہوا کہ اپنے تمام [illegible] سے توبہ کی اور سید صاحب سے [illegible] بیعت کرکے داخل سلسلہ ہو گئے۔

شیخ رجب علی اور ان کے تمام عزیز و اقارب [illegible] نور علی اور قصبہ کے دوسرے شرفاء [illegible] بیعت سے مشرف ہوئے۔ ایک روز [illegible] ان کے بھائی [illegible] [illegible] آپ نے [illegible] نماز [illegible] وہاں کے بعض [illegible] حضرات [illegible] شیخ [illegible] وغیرہ بیعت ہوئے۔ شام کے [illegible] بعد [illegible] بیعت [illegible] داخل ہوئیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دیوبند سے آپ قصبہ شیخپورہ گئے اور وہاں سے موضع سونپتی تشریف لے گئے اور وہیں ماحضر تناول فرمایا۔ وہاں کے مسلمانوں نے اور شہر والی مستورات نے بیعت کی اور تمام منہیات سے توبہ کی۔ چند گھنٹے اس موضع میں ٹھہر کر روانہ ہوئے۔ موضع لکھنور اور قصبہ شیخپورہ کے درمیان ایک نہر ہے۔ عصر کی نماز کا وقت وہیں ہو گیا۔ آپ نے نماز پڑھی۔ قصبہ کا رئیس جس کا نام چودھری امام الدین تھا دس پندرہ آدمیوں کے ساتھ آیا اور اپنے مکان لے گیا۔ بہت آدمیوں نے بیعت کی۔ رات وہاں گزار کر دوسرے دن دوپہر کو سہارن پور کی طرف روانہ ہوئے۔

سہارن پور سہارن پور سے باہر ایک جم غفیر استقبال کے لیے موجود تھا۔ آپ نے مغرب کی نماز مسجد بوبنی میں پڑھی۔ اس کے ایک حجرے میں حاجی عبدالرحیم صاحب ولایتی رہتے تھے جو بڑے مشائخ میں سے تھے۔ سینکڑوں آدمی ان کے مرید تھے۔ انھوں نے اپنے تمام مریدوں کے ساتھ بیعت کی اور اپنے تمام نیاز مندوں کو بلا کر کہہ دیا کہ سب آپ سے بیعت ہو جاؤ، ایسا مرشد کامل پھر ملنا مشکل ہے۔ تین رات تک بیعت کرنے والوں سے آپ کو فرصت نہیں ہوئی۔ دو روز تک انھیں کے گھر دعوت رہی۔

سہارنپور میں ولی محمد صاحب جو بڑے متمول رئیس تھے اور بارہ سو سپاہی اور منشی ان کے یہاں نوکر تھے اور متدین اور خوش نصیب آدمی تھے، بڑے اعزاز و اہتمام کے ساتھ دعوت کی اور اپنے تمام اعزا کے ساتھ مرید ہوئے۔ ان کے یہاں کی مستورات بھی بیعت میں داخل ہوئیں۔ ولی محمد صاحب نے [illegible] کی درخواست کی اور عرض کیا کہ: اللہ کے فضل و کرم سے دنیا و مال و دولت کی کمی نہیں۔ صرف یہ دعا چاہتا ہوں کہ اسراف و فضول خرچی سے اللہ محفوظ رکھے اور حلال [illegible] آپ نے [illegible] ایمان کے لیے دعا فرمائی۔ آپ کے آرام کرنے کے وقت تک لوگ گروہ در گروہ بیعت کے لیے حاضر ہوتے اور بیعت سے مشرف ہوتے۔

صبح کے وقت [illegible] شہر کے دوسرے شرفا حاضر خدمت ہوئے۔ [illegible] شرف بیعت

صاحب نے دعوت کی درخواست کی۔ ایک دوسرے شخص بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، انھوں نے بھی دعوت کی درخواست کی، جانبین سے کچھ گفتگو ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ "ایک ہی دن میں دونوں کی دعوت منظور ہے لیکن وقت کی تعیین آپ کے اختیار میں ہے" آخر میں یہ طے پایا، چنانچہ شاہ صاحب کو پہلا وقت دیا گیا، وہ بیشتر لوگ تمام مستورات و متعلقین کے ساتھ بیعت ہوئے، اس کے بعد تک اس محلہ میں عورت و بیعت کا سلسلہ جاری رہا اور بیعت کرنے والوں کا ازدحام رہا۔

چودھریوں کی توبہ و بیعت سہارنپور میں قوم چوہان کی برادری کے ... سے دلان بیس سے کچھ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔ کیفیت ان کی یہ تھی کہ مونچھیں بڑھی ہوئی، داڑھیاں منڈی ہوئی، لنگوٹ بندھے ہوئے، آپ سے حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب نے ان کو نصیحت فرمائی کہ "تمہاری صورت بالکل ہندوؤں کی سی ہے، مونچھیں کترواؤ، داڑھیں رکھو، دھوتی چھوڑو، پاجامہ پہنو اور یہ لنگوٹ اتارو اور پنجوقتہ نماز کی پابندی کرو" انھوں نے سب باتیں قبول کیں اور فرمائش کی کہ ایک معلم ان کو دیا جائے۔ آپ نے حافظ شعیب کو ان کے لیے مقرر کیا۔ دو تین دن میں تین سو آدمیوں نے اپنی مونچھیں اور سر درست کرائے۔ ان میں ایک چودھری تھے۔ آپ نے پوچھا: "بھائی تمہارا کیا نام ہے؟" انھوں نے کہا: "امام بخش" آپ نے فرمایا: "آج سے تمہارا نام امداد الٰہی ہے" اور سب کو تاکید کی کہ اس نام کے سوا دوسرے نام سے ان صاحب کو نہ پکارا جائے۔

مولانا عبدالحی صاحب کو وعظ کا حکم ہوا، مولانا نے تعزیہ داری، قبر پرستی اور شرک و بدعت کی دوسری باتوں کے خلاف وعظ کہا اور کھول کھول کر ان باتوں کی برائی بیان کی اور ان سے منع کیا۔ لوگوں نے یہ وعظ دل سے سن کر کہا: "ہم تو ابھی تک ان باتوں کو عین دین و ایمان سمجھتے تھے" انھوں نے تمام خلاف شرع باتوں سے توبہ کی، سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور عرض کیا کہ "آپ ہمارے اس بستی پر ثابت قدم رہنے کے لیے دعا فرمائیں" آپ نے استقامت کی دعا فرمائی اور وہ اللہ کے

فضل و کرم سے [illegible] متوجہ ہو گئے۔ آپ نے ان میں چار چھ آدمیوں کو اپنی طرف سے خلیفہ مقرر کیا۔ اُن کے نام یہ ہیں: محمد یار، الٰہی بخش، امام الدین، کریم الدین۔

ان قصابوں کی مستورات بھی بیعت میں داخل ہوئیں اور اُن کے گھروں میں آپ کی دعوت ہوئی۔ بیس روز سہارن پور میں آپ کا قیام رہا۔ اس عرصے میں قصابوں کی عورتیں خود بھی نماز روزہ پر مستعد ہو گئیں اور دوسروں کو بھی راہِ راست پر لائیں۔ یہ عورتیں آپ سے بیعت کر چکی تھیں لیکن ان کے مرد بیعت سے مشرف نہیں ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اپنے مردوں سے کہہ دیا کہ:

"اگر تم نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تو ہم تم کو شوہر [illegible] [illegible] کا پکا اقرار نہیں کیا، اُنھوں نے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] بیان کرتے ہیں کہ سید صاحب نے مولوی شاہ عرفان [illegible] والے کو خدمت علاقہ [illegible] دی کہ اطراف و جوانب کے دیہات میں تعلیم و نصیحت کے لیے دورہ کریں۔ مولوی صاحب موصوف بانکا میں پہنچے، جو اس خاکسار کا وطن ہے اور وہاں ایک مسجد میں وعظ فرمایا۔ میرا سن اُس وقت نو سال کا تھا اور ہندو تھا۔ میں نے مسجد کے نیچے بیٹھ کر آپ کا وعظ سنا۔ آپ نے روزہ، نماز وغیرہ اور دوسرے نیک اعمال کے فضائل بیان کیے۔ تین روز تک اسی طرح میں آپ کا وعظ سنتا رہا۔ میرے دل میں آیا کہ جب ان کا دین اتنا اچھا ہے تو میں بھی اگر یہی دین قبول کر لوں تو بہت اچھا ہے۔ میرا یہ شوق دن بدن بڑھتا رہا۔ تیسرے روز میں نے ہمت کی کہ [illegible] مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو جاؤں۔ میں مسجد میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ مسلمان آپ کا وعظ سننے کے لیے بیٹھے ہیں اور بہت سے ہندو علیحدہ مسجد کے نیچے کھڑے ہوئے ہیں۔ میں بھی وہیں جا کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے دل میں ایسا سرور پیدا ہوا کہ میں اس کے نشے سے سرشار ہو گیا، یہاں تک کہ بے اختیار ہو کر مولوی صاحب کے پاس جا کر عرض کیا کہ "میں مسلمان ہوتا ہوں۔ مجھے آپ مسلمان کر لیجیے۔" مولوی صاحب نے اپنے پاس بلا کر پوچھا، "تم مسلمان ہوتے ہو؟" میں نے کہا، "جی ہاں!" آپ نے مجھے اپنے ایک بھائی کے ساتھ سید صاحب کی خدمت میں سہارنپور بھیج دیا اور میں اسی ذوق و شوق کی حالت میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔

محسن خاں ولد محمد حسین سہارنپوری بیان کرتے ہیں کہ جب یہ بچہ آپ کی خدمت میں سہارنپور پہنچا، آپ نے اس کو اپنے پاس بٹھایا۔ بار بار اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس ہادیٔ مطلق کی شان دیکھو، اس کا نورِ ہدایت جس کے دل میں پڑتا ہے، وہ خود راہِ راست تلاش کرتا ہے۔" پھر مولانا عبدالحئی صاحب سے فرمایا کہ "آپ خود اس بچہ کو کلمۂ توحید کی تلقین کیجیے اور اس نیک کام میں ذرا دیر نہ کیجیے۔" مولانا ممدوح نے کلمے کی تلقین کی۔ آپ نے فرمایا کہ "اس کا کوئی نام بھی تجویز کر دیجیے۔" مولانا کی زبان سے نکلا: "[illegible]"۔ اس وقت

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نہیں رکھا۔ (۱)

[illegible]

[illegible]

---

(۱) منظورۃ السعداء

ہیں؟" انھوں نے کہا: "ہندو زادہ"۔ فرمایا: "یہ کیا پہنے ہوئے ہیں؟ کیا یہ [illegible] ہے؟" کچھ ایسی تقریر فرمائی کہ وہ شرمندہ ہوئے اور اسی وقت اُنھوں نے اُس کو کٹوا ڈالا۔ عورتوں نے بہت شور مچایا کہ "یہ کیسے مولوی کہاں سے آئے ہیں؟ ہمارے مولویوں نے کبھی نہیں منع کیا! اب نئی کتابیں بنی ہیں؟ [illegible] تھیں وہی سب کچھ ہیں"۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ "وہی کتابیں تو اب بھی ہیں، جو پہلے تھیں، لیکن تم نہیں جانتے کہ تم کو کیا ہو گیا تھا۔"(۱)

اس دورے میں کم از کم چھ مہینے کی مدت صرف ہوئی، دورے سے دہلی واپس آئے۔ کچھ عرصہ قیام فرما کر آپ نے رائے بریلی کے سفر کی تیاری کی۔(۲)

سفر کے برکات واثرات آپ کا یہ پورا سفر ابرِ رحمت کی طرح تھا کہ جہاں سے گزرتا ہے سرسبزی و شادابی بہار و برکت چھوڑ جاتا ہے۔ دیکھنے والوں کا متفقہ بیان ہے کہ جہاں آپ تھوڑی دیر ٹھیر گئے وہاں مساجد میں، ذکر اللہ، رسول کا چرچا، ایمانوں میں تازگی، [illegible] کا شوق، اسلام کا جوش پیدا ہو گیا اور بہت کچھ شرک و بدعت اور [illegible]

---

(۱) [illegible] (۲) [illegible] دورے کا زمانہ [illegible]

[illegible]

[illegible] دہلی میں داخل ہوئے۔ [illegible] (وقائع صفحہ ۱۴۲)۔

جو لوگ اور جو بستیاں اور متعلقین آپ کے قدم سے محروم رہے، وہاں نعمتوں سے محروم رہے سالہا سال تک یہ اثر دور نہ ہوا۔ راقم سطور کے والد مرحوم مولانا سید عبدالحی صاحب نے سفرنامہ ارمغانِ احباب میں مولانا ذوالفقار علی صاحب کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

> مولانا ذوالفقار علی صاحب فرماتے تھے کہ سید صاحب اس نواح (دیوبند و سہارنپور) کے اکثر قصبات میں تشریف لے گئے۔ جہاں اب تک خیر و برکت ہے اور دو ایک گاؤں اور قصبے ایسے ہیں جہاں نہیں گئے۔ وہاں اب تک وہی نحوست و شامت باقی ہے۔ چنانچہ منگلور نہیں گئے۔ وہاں کے لوگوں میں وہی جہالت و قساوت ہے۔ ایک مختصر گاؤں ہے جہاں مسلمانوں کے دو چار گھر ہیں۔ اتفاقاً سید صاحب کسی ضرورت سے وہاں بھی گئے ہیں۔ وہاں بھی خیر و برکت پائی جاتی ہے، کہ کئی نوجوان مستقیم ہیں، جو کہ بعد میں ہوگئے، الغرض اثر وہ کچھ باقی ہے۔

میاں محمد حسین نون سہارنپور کے ایک بزرگ اور سید صاحب کے مرید نے والد مرحوم سے فرمایا:

> جہاں جہاں حضرت کے قدم گئے، وہاں وہاں برکت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ایک جگہ تشریف لے گئے۔ اس قصبے میں نومسلموں کا محلہ پہلے تھا، تیلیوں نے حضرت کو روک دیا۔ تو کسی کے محلے تک نہ جانے دیا۔ اب خدا کی قدرت دیکھیے، نومسلموں کا محلہ نہایت سرسبز ہے اور وہ لوگ بہت خوشحال ہیں اور تیلیوں کا محلہ ویران پڑا ہوا ہے۔

سب سے زیادہ سید صاحب کا اثر دہلی اور سہارنپور کے نواح میں ہوا۔ درحقیقت یہی آپ کے مرکز رہے۔ چنانچہ دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون جو اطراف ملک ہندوستان میں مشہور ہیں، وہ بیشتر

[illegible]

دعوت دیتے اور اپنے گھروں اور اولاد میں برکت حاصل کرتے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ لوگوں نے دعوت کی ہے اور دس پانچ آدمیوں کے اندازے سے کھانا پکوایا، لیکن وقت پر سو ڈیڑھ سو آدمی سید صاحب کے خدام اور معتقد آ گئے۔ صاحب خانہ نہایت پریشان ہوئے۔ سید صاحب نے اپنی چادر دے دی۔ وہ کھانے پر ڈال دی گئی اور کھانا نکالا گیا اور سب کے لیے کافی ہوا بلکہ بچ گیا۔

مولانا عبدالحیؒ و مولانا اسمٰعیلؒ کا یہ حال تھا کہ سواری کے ساتھ پیدل چلتے، [illegible] جوتیاں اٹھاتے، آپ سوتے تو وہ ساری رات جاگتے۔

* * *

چھٹا باب

سلطان پور کو واپسی اور مشرقی اضلاع کا دورہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] سید محمد نور نے انتقال کیا۔ [illegible] سید محمد نور صاحب کی بیماری [illegible] کی شب میں [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] صبر کیجئے۔ حق تعالیٰ اس کا عوض عنایت فرماوے۔ لوگوں نے کھانا کھایا۔ آپ نے بھی آدھی رات کو کچھ تناول فرمایا۔(۱)

[illegible] ہیں کہ سب نے نماز (مغرب) پڑھی۔ بعد اس کے حضرت سید احمد بیٹھے تھے [illegible] ایک جماعت آپ کے یہاں سے خط دیا۔ آپ نے [illegible] کر [illegible] پڑھنا شروع کیا پھر تھوڑا سا پڑھ کر خط لپیٹ ڈالا اور آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا لوگوں نے پوچھا کہ حضرت کیا خبر ہے؟ آپ نے کچھ نہ بتایا۔ [illegible] صاحب [illegible] نے کہا کہ حضرت کھانا تیار ہے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ "تم سب صاحب کھانا کھاؤ میں اس وقت نہ کھاؤں گا"۔ [illegible] مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے کہا کہ "حضرت کچھ سبب تو معلوم ہو، ویسے تو ہم کھا لیتے مگر اب ہم بھی نہیں کھا سکتے"۔ آپ نے وہ خط مولانا کے حوالے کیا اور فرمایا کہ "ہمارے بھائی صاحب مولوی سید محمد نور کا انتقال ہو گیا"۔ یہ بات سن کر سب کو بہت رنج ہوا۔ پھر [illegible] صاحب نے کہا کہ "حضرت اب تو جو ہونا تھا ہو گیا سوائے صبر کے کچھ چارہ نہیں، مگر [illegible] کھانا کھا لیجئے کہ آپ کے سبب سے سب [illegible] آپ کے کوئی نہ کھائے گا"۔ [illegible] حضرت نے منظور فرمایا۔ تھوڑا کھانا [illegible] سب لوگوں نے تھوڑا تھوڑا کھایا۔ پھر نماز عشا پڑھ کر سب لوگ سو رہے۔(۲)

[illegible]

[illegible]

فرمانے کے بعد قاضی صاحب مع اپنے اہل و عیال کے بیعت ہو گئے۔ آپ نے قاضی صاحب کو خلافت عطا فرما کر وعظ و نصیحت کی اجازت دی۔ اسی شب نواب غلام محمد خاں ایک اشارۂ غیبی سے متوجہ ہو کر ایک بڑی جماعت کے ساتھ سرائے میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ "ہمارے آپس میں کچھ نزاع و اختلاف ہے۔ جناب والا ایک ہفتہ مرادآباد میں قیام فرمائیں اور ہمارا آپس میں اتفاق کرا دیں" انھوں نے شام کے کھانے کی دعوت بھی دی۔ آپ نے فرمایا کہ "دعوت تو قبول ہے، لیکن ایک ہفتے کے قیام میں ہمارا حرج ہوگا۔ رمضان شریف قریب ہے"۔ انھوں نے عرض کیا کہ "کچھ تو قیام ضروری ہے، اس لیے کہ یہ بھی خدا کا کام ہے"۔ شام کو قاضی صاحب آئے اور آپ ان کی ہمراہی میں نواب صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ کھانے سے فراغت کے بعد نواب مع خاندان کے مرید ہو گئے۔(۱)

دوسرے روز شام کو مرادآباد کے دوسرے رئیس محمد میاں کے یہاں دعوت ہوئی۔ ان کے یہاں بھی بہت مردوں اور عورتوں نے بیعت کی۔(۲)

مرادآباد میں دو چار روز قیام فرما کر آپ رامپور تشریف لائے اور حاجی زین العابدین خاں کے یہاں فروکش ہوئے۔(۳)

رامپور سے بریلی منزل ہوئی۔ نواب بریلی آپ کی زیارت کے لیے جامع مسجد آئے اور آپ کو سوار کرا کے اپنے مکان لے گئے۔ نواب صاحب کے دیوان خانے کے سامنے چند قبریں تھیں۔ حضرت نے پوچھا کہ "یہ قبریں کس کی ہیں؟" نواب صاحب نے کہا کہ "ہمارے گھرانے کے لوگ یہیں مدفون ہیں۔ آپ یہاں چل کر ان کے واسطے دعا کریں"۔ حضرت نے فرمایا "بہت خوب، مگر آج نہیں، کل کسی وقت ہمارے ہاں آئیے گا تو پہلے شہر کے گورستان میں جا کر وہاں کے مُردوں کے واسطے دعا کریں گے، پھر یہاں ان مُردوں کے واسطے بھی دعا کریں گے"۔ نواب صاحب یہ سن کر بہت [illegible] ہو گئے۔ رات کو [illegible] نواب صاحب کے [illegible]

---

(۱) منظورہ (۲) وقائع صفحہ [illegible] (۳) منظورہ

کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ دوسرے دن آپ گاڑی پر سوار ہو کر شہر کے تالاب پر تشریف لے گئے اور دیر تک وہاں دعا میں مشغول رہے۔ اس کے بعد وہاں سے نواب صاحب کے گھرانے کے مقبرے میں تشریف فرما ہوئے۔ وہاں دیر تک دعا کی پھر جامع مسجد میں آ گئے۔[1]

کئی روز کے بعد بانس بریلی سے اپنے وطن رائے بریلی کو روانہ ہوئے۔ میاں دین محمد کہتے ہیں کہ "راہ میں کئی جگہ کچھ کچھ حالات گزرے، مگر وہ مجھ کو یاد نہیں۔"

"ماہ رمضان کی چاند رات (۲۹ شعبان ۱۲۳۴ھ) کو حضرت مع اخیر تمام رفقاء کے ساتھ شہر رائے بریلی میں داخل ہوئے۔ فجر کو سب نے روزہ رکھا۔"[2]

رائے بریلی کا قیام جب آپ رائے بریلی پہنچے تو ستر سے اوپر آدمی آپ کے ساتھ تھے۔ قحط کا زمانہ تھا۔ تقریباً سو آدمیوں کی خور و نوش کا بار آپ پر تھا۔ بڑی تنگی تھی جس کی وجہ سے مسجد اور گھر میں چولہا نہیں جل سکتا تھا۔ بڑی ابتلا کا زمانہ تھا، لیکن سکینتِ الٰہی کی وجہ سے غم غلط تھا اور جماعت مطمئن تھی۔ کبھی اگر کسی عزیز نے بہت شکایت کی اور دعا کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فوراً غیب سے انتظام فرما دیا۔

اس موقع پر مولوی محمد علی صاحب "مخزنِ احمدی" نے اپنا چشم دید واقعہ لکھا ہے، جس سے اس زمانہ کی عسرت پر روشنی پڑتی ہے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں:

> "مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ تو دو روز سے ایک دانہ میرے حلق سے نہ اُترا تھا۔ وقت یہ کہ رمضان کا فاقہ اور بارش کا یہ حال کہ معلوم ہوتا تھا کہ [illegible] نہ رہے گی۔ معلوم ہوتا تھا کہ آسمان کے پانی کھل گئے ہیں۔ ہر طرف سے سیلاب اُمنڈا چلا آتا تھا۔ [illegible] دو روز کے فاقے کے بعد بستر پر [illegible] تھا۔ چنانچہ اسی حالت میں [illegible] پریشان ہو کر [illegible] مسجد میں [illegible] کی وجہ سے [illegible] حضرت چند آدمیوں کے ساتھ [illegible]

---

(۱) وقائع، صفحہ [illegible]　　(۲) وقائع، صفحہ ۱۰۲

رہتے تھے۔ میں جب مجلس کے قریب پہنچا تو میں نے کہا: دوستو تمہارا کیا حال ہے
مولانا محمد [illegible] نے فرمایا کہ [illegible] یہاں کوئی [illegible] دیکھو حضرت
نے میرا ہاتھ پکڑ کر [illegible] بٹھا لیا۔ میں نے مجلس کا عجیب حال [illegible]
کہ [illegible] تھے [illegible] سے [illegible] دور تھا۔ میں نے [illegible]
حضرت کا دامن پکڑا اور عرض کیا کہ حضرت کے [illegible] مرد [illegible] اور [illegible] نہیں [illegible]
بتلایئے جس کا [illegible] سے نہیں ہو سکتا۔ آپ [illegible] اور [illegible]
[illegible] ہیں لیکن [illegible] اس درجے کے [illegible] نہیں۔ [illegible] اور رشتہ کا
دنیا [illegible] کلمات [illegible] اور [illegible] کے [illegible]
[illegible] آپ نے [illegible] مجلس سے فرمایا [illegible]
[illegible] ہو گئے ہیں [illegible]
[illegible] اس کے بعد آپ نے نہایت [illegible]
کے ساتھ دعا فرمائی۔ ایک گھڑی سے زیادہ نہیں گذری تھی [illegible]
نکل آیا۔ حضرت [illegible] مجلس کے ساتھ [illegible]
آپ نے [illegible]
جب [illegible] وقت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

خاندان، خوش حال، رئیس، امیرزادے تھے، بہت سے نازک طبع اور ناز پرورد نوجوان تھے، ان کے گھر میں کسی بات کی کمی نہ تھی، بعضوں کے سیکڑوں ہزاروں معتقد و مرید تھے، مگر گھر بار، عیش و آرام، نشست و مخدومیت چھوڑ کر اس در پر پڑے ہوئے تھے اور ہزار جی سے خوش تھے۔

ایک تبلیغی دورہ: اسی زمانۂ قیام میں آپ نے ایک تبلیغی دورہ فرمایا(۱)۔ یہ دورہ رائے بریلی سے مشرق کی جانب سلون، [illegible] گنج، الہ آباد، بنارس وغیرہ کی طرف تھا۔

رائے بریلی سے چل کر سب سے پہلی منزل سلون ہوئی(۲)۔ سلون میں سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کی ایک مشہور خانقاہ ہے۔ یہاں گیارھویں صدی ہجری میں شاہ پیر محمد صاحب (المتوفی ۱۰۹۹ھ) نے جو شاہ عبدالکریم صاحب مانکپوری کے ممتاز خلیفہ اور حضرت شاہ محب اللہ کے مسترشد تھے، قیام اختیار کیا۔ ان کی اولاد میں بڑے بڑے صاحب علم اور صاحب سلسلہ بزرگ گزرے، ان میں شاہ محمد اشرف خاص طور پر نامور اور ممتاز تھے، سید صاحب جب سلون تشریف لے گئے تو شاہ کریم عطا صاحب(۳) سجادہ نشین تھے اور

---

(۱) اس زمانے کے حالات اور خدمات [illegible] منظورۃ السعداء کی ترتیب دی گئی ہے۔ دونوں کی ترتیب واقعات حسب ذیل ہے: [illegible] الہ آباد، بنارس وغیرہ [illegible] اس کے بعد [illegible]

[illegible]

(۲) سلون شہر رائے بریلی سے [illegible] پر ایک قدیم قصبہ ہے۔ آج کل ضلع رائے بریلی کی ایک تحصیل ہے۔

(۳) شاہ کریم عطا سجادہ نشین سلون شاہ محمد پناہ کے صاحبزادے اور شاہ محمد اشرف کے پوتے [illegible] تھے۔ [illegible] سخاوت و ایثار، تواضع و حسن خلق میں اپنے آباء کرام کی یادگار تھے، [illegible] میں وفات پائی۔

[illegible] مدت سے چلا آرہا تھا(۲) ایک بار مولانا [illegible] دونوں [illegible] تشریف [illegible] مرید ہو گئے [illegible] شاہ [illegible] صاحب [illegible] خاندانوں میں باہم احترام و اعتراف کا معاملہ رہا تھا اور دونوں ایک دوسرے سے قریب [illegible] صاحب سے [illegible] گفتگو فرمائی۔ آپ نے فرمایا: "آپ لوگ درویش [illegible] قرآن [illegible] حدیث [illegible] اگر موافق ہے قبول [illegible] ورنہ اس کو ترک کر دینا چاہیے۔"(۳)

[illegible] کا جواب [illegible] وقت [illegible] موقع پر دیا [illegible] دوسرے دن آپ نے مولانا عبدالحی صاحبؒ کو آپ کے پاس بھیجا [illegible] آپ کے پاس گئے اور [illegible] گفتگو کی۔ [illegible] نے فرمایا کہ [illegible] گفتگو [illegible] سید صاحبؒ کو [illegible] سید صاحب یہ پیغام [illegible] خود تشریف لے گئے۔ [illegible] گفتگو [illegible] صاحب نے [illegible] فرمایا کہ ان اعمال و حالات کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں [illegible] سلسلہ [illegible] آتی ہیں۔ آپ [illegible] کہ اللہ تعالیٰ [illegible] ترک کرنے کی توفیق [illegible]

[illegible]

(۳) "وقائع" صفحہ ۲۶۳

[illegible]

[illegible]

[illegible]

---

(۱) "وقائع" صفحہ ۱۶۹ (۲) ایضاً

[illegible]

بیان کی اور آگے آپ کو اختیار ہے!"

[illegible]

[illegible]

جانتے تھے انہیں پر وہ ہم کو چلاتے تھے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ لوگ غلطی پر تھے، دین حق اور خدا کا طریق یہی ہے جو آپ تعلیم فرماتے ہیں۔ اب ہم نے ان سب اگلی باتوں سے توبہ کی۔"[1]

عورتوں نے خصوصیت کے ساتھ بیعت کی۔ مرزا کریم اللہ بیگ رئیس شہر [illegible] عبداللہ جن کا [illegible] ہوا کرتا تھا، جو میاں عبدالبخش دہلوی سے بیعت تھے، اس وقت بیعت میں داخل ہوئے۔ اہل شہر نے مولانا عبدالحی صاحب سے مسائل دریافت کرکے بہت فائدہ اور ہدایت پائی۔[2]

بنارس سے کوچ فرماکر آپ نواح سلطانپور وغیرہ میں رونق افروز ہوئے۔ [illegible] کے لشکر میں جو کہ لکھنؤ کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا، دو ہفتے تک قیام رہا اور بہت لوگوں کو ہدایت ہوئی۔[3]

مولوی سید محمد علی صاحب "مخزن احمدی" جو اس سفر میں ہمراہ تھے [illegible] کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ "قصبہ [illegible] اور [illegible] اور شہر الہ آباد وغیرہ [illegible] والوں سے متعدد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] نہیں کرتے تھے کہ جب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] تک [illegible] حاصل کرنے کے۔ آپ [illegible] [illegible] کے منتظمین نے بیعت کی سعادت حاصل کی۔ [illegible] دعوت قبول کرنے کے بعد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] رائے بریلی سے الہ آباد پہنچے ہیں [illegible] منزل [illegible] ایک [illegible] [illegible] حضرت [illegible] ہوگئی۔

اس سفر میں ایک روز مغرب و عشاء کے درمیان ایک خیمہ کے اندر ہم چند آدمی

---

(۱) وقائع احمدی، صفحہ ۲۷۶ سے ۲۷۱ بالاختصار (۲) منظورہ ص ۱۳۱ (۳) وقائع [illegible] و منظورہ

ویران و بے چراغ تھا۔ بڑی تلاش و جستجو سے بعض کاشتکاروں کے یہاں سے روغن، دال، چاول، نمک، دیگ وغیرہ وہاں کے [illegible] کسی کسان کے یہاں بمشکل دس بارہ پائے جا سکے۔ مجبوراً انھیں میں کچھ دے کر دیگیں منگائیں، کہاں جنگل میں ایک کنویں کی جگت پر دھو دھا کر صاف کرکے [illegible] ہنڈیاں لی گئیں اور آپ نے اور قافلے نے خدا کا شکر کرکے کھا لیا۔[1]

دس پندرہ روز الٰہ آباد میں قیام رہا۔ شہزادہ و امراء میں سے بہت سے لوگوں نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اسی دوران میں بنارس سے بہت سے خطوط اور درخواستیں تشریف آوری کے لیے آئیں۔ آپ نے بنارس کا عزم فرمایا اور چند روز بسرعت قیام فرمایا۔ ایک مہینہ بنارس میں قیام رہا۔ تقریباً دس ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ اس زمانۂ قیام میں آپ تمام رفقاء کو ذکر سری و جہری کی بڑی تاکید فرماتے تھے کہ یہ شہر کفر و شرک کی ظلمت سے بھرا ہوا ہے۔ اس کو اپنے ذکر کے انوار سے منور کر دو۔ ایک ہفتہ نہیں گزرا ہوگا کہ بہت سے گروہ، جوگی حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ جب سے حضرت تشریف لائے ہیں، ہم جو کچھ کرتے ہیں دھیان گیان میں ہمارے فتور اور خلل واقع ہو رہا ہے۔ آپ نے ان کو نرمی اور محبت سے ان کو نصیحت فرمائی اور ان کو ہدایت فرمائی، لیکن انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔[2]

بنارس سے روانہ ہو کر سلطان پور اور سیوالی وغیرہ میں قیام کرتے ہوئے [illegible] کے لشکر میں جو دانا پور [illegible] کی طرف سے [illegible] تھا قیام فرمایا۔ کثیر سپاہ و جیش [illegible] اور [illegible] نے جو [illegible] حاضر خدمت تھے، بیعت کی اور آپ نے دو ہفتہ اس لشکر میں قیام فرمایا۔ وہاں سے آپ لکھنؤ ہوتے ہوئے شاہ رائے بریلی واپس تشریف لائے۔

---

[1] مخزن احمدی، صفحہ ۵۵　[2] مخزن، صفحہ ۵۵

ساتواں باب

سفرِ لکھنؤ

لکھنؤ کا سفر ایک سو ستر آدمیوں کے قافلے کے ساتھ آپ نے لکھنؤ کا سفر فرمایا۔ یہ لکھنؤ کا پہلا سفر تھا، جو آپ نے اصلاح و تبلیغ کی نیت سے فرمایا۔[1]

لکھنؤ کا نوابی عہد یہ نواب غازی الدین حیدر (سن جلوس ۱۲۲۹ھ) کی بادشاہی اور معتمد الدولہ آغا میر کی وزارت کا آغاز تھا۔ لکھنؤ میں دولت، شاہی بدنظمی، حق تلفی اور عیش کا دور دورہ تھا۔

غازی الدین حیدر نے قسم کھائی تھی کہ وہ منکرات کے قریب نہیں جائیں گے۔ چند روز بڑی کوشش سے کام کرتے رہے۔ آغا میر کو جو بڑے جوڑ توڑ سے منصبِ معتمدی پر فائز ہوئے تھے یہ کیوں کر گوارا ہو سکتا تھا؟ انھوں نے عرض کیا کہ "پیر و مرشد نے حضرت عباس کی قسم کھائی ہے اور غلام حضرت عباس کا بندہ ہے، اس کا کفارہ غلام کے ذمے ہے ع

تو مشقِ ناز کر خونِ دو عالم میری گردن پر"

پھر تو ایسے بدمست ہوئے کہ جس بدنصیب کو نواب نے داخلِ اموات کر دیا، اس کو اگر بادشاہ نے کہیں راہ میں دیکھ کر پہچانا اور نواب سے کہا کہ یہ تو جیتا ہے، عرض کرتے کہ اس کو فدوی چشمِ بشری سے نہیں دیکھ سکتا۔ پیر و مرشد کی چشمِ مبارک البتہ عالمِ ارواح کو دیکھ سکتی ہے۔ حاضرین بھی نواب کے خوف سے یہی عرض کرتے۔ ہر شخص کی عافیت تنگ تھی۔ جعل فریب کا بازار گرم تھا۔ بدنظمی و

---

[1] وقائع احمدی اور منظورۃ السعداء دونوں کی ترتیب میں لکھنؤ کا سفر تبلیغی دورے کے بعد ہی متصل ہے۔ وقائع میں یہاں تک لکھا ہے کہ جب سفرِ بنارس سے حضرت امیر المومنین بخیریت تکیہ پر تشریف لائے، چند روز کے بعد سفرِ لکھنؤ ہوا۔ وقائع، ص ۲۰۳

[illegible] کئی کئی سال کی چڑھی ہوئی [illegible] قیمت [illegible] رفع نہیں ہوا۔

[illegible]

[illegible] مال لے لیا۔(۳)

[illegible]

[illegible]

گئی ہیں ان سے اس زمانہ کے اخلاق و تمدن اور سب عقیدتوں کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ سعادت یار خاں رنگین کے ہوا سے بیگمات کی زبان کے جو نمونے اور محاورات و مصطلحات نقل کیے گئے ہیں ان سے اس وقت کی معاشرت کی پستی و اخلاقی آلودگی کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ [illegible] [illegible] کا ترجمہ بھی اسی زبان میں کیا گیا ہے۔ زنانی "گانا" "منکار" "کمانا" رنگین صاحب [illegible] "[illegible]" "فرع" کا "ترجمہ" "صاحب ملائکہ" یا "کنیزان خانگی" نام مقرر کیا ہے۔ [illegible] "[illegible]" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

سلطنت کا مرکز ہونے کی وجہ سے لکھنؤ اودھ کے شرفا، اہلِ حرفہ و [illegible] مرجع اور امیدواروں کا قبلۂ حاجات ہو رہا تھا۔ قصبات کے صد ہا شرفا اودھ کی سرکار کے ملازم اور صد ہا امیدوار قسمت آزمائی کے لیے پڑے رہتے تھے، جو لکھنؤ کے ثقافت سے متاثر ہوتے تھے۔ قصبات اور شریف خاندانوں کا جوہر بھی لکھنؤ آ جاتا تھا۔ خاندانوں کے اس ذخیرہ میں [illegible] موتی تھے، جو گویا ایک نظرِ کیمیا اثر کے منتظر تھے۔ مولوی [illegible] لکھنوی، شاہ [illegible] بیٹے مولوی عبدالوہاب، [illegible] خاں اور بھائی [illegible] خاں [illegible] ایک ذخیرہ یہیں سے ہاتھ آئے جو بعد میں عجیب و غریب سیرت و اخلاق کے انسان ثابت ہوئے [illegible] باوجود [illegible] زندگی اور [illegible] تہذیب کا نچوڑ تھیں، اہلِ لکھنؤ میں [illegible] اثر پذیری کی صلاحیت تھی [illegible] شرافت [illegible] تھی [illegible] اور تذکرہ شرقی سیرت و اخلاق کی بہت سی ایسی خصوصیات پائی جاتی تھیں [illegible] ہیں۔

لکھنؤ کے [illegible] سید صاحب [illegible] نہیں تھے۔ آپ کے [illegible] بزرگوں کا تقدس، تقوی، استقامت و اتباعِ شریعت دور دور مشہور ہو [illegible] ان کا عقیدت [illegible] شاہ غلام [illegible] کے [illegible] اور [illegible]

---

(۱) تذکرۂ [illegible] (۲) دریائے لطافت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سید عبدالرحمن کچھ رات رہے سوار ہوئے۔ سید صاحبؒ نماز فجر کے بعد روانہ ہوئے اور پہر دن چڑھے سید عبدالرحمن کے مکان پر پہنچے۔ سب سامان تیار تھا۔ انھوں نے گڑ اور چنے حاضر کیے۔ سب نے تھوڑے تھوڑے چابے اور کچھ دیر سو رہے۔ ظہر کے وقت سب نے وضو کر کے نماز پڑھی۔ (۱)

پہلے ملاقاتی اس عرصے میں عبدالباقی خاں قندھاری ملاقات کے لیے آ گئے۔ پھر تمام چھاؤنی کے لوگ آنے لگے۔ عصر کے وقت محمد حسن خاں اور خلیل اللہ خاں (عبدالرحمن خاں قندھاری کے بیٹے)(۲) اور [illegible] خاں محمد حسن خاں کے بیٹے اور عبدالرحیم اور عبدالمعبود خاں، یہ سب حضرات ملنے کو آئے۔ ہر ایک نے کچھ کچھ اشرفیاں نذر دیں اور کھانا عبدالباقی خاں کے یہاں سے آیا۔

دوسرے وقت مرزا اسد علی بیگ کمیدان اور مرزا اشرف بیگ رسالدار کے بیٹے چند دوستوں کے ساتھ آپ کی ملاقات کو آئے اور عرض کی کہ آپ شہر میں تشریف لے چلیں۔ سید صاحبؒ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ کل شہر میں چلیں گے۔ (۳)

لکھنؤ میں آپ کی قیام گاہ مرزا صاحب ممدوح بہت خوش ہوئے۔ آپ سے رخصت ہو کر اپنے مکان گئے۔ اکبری دروازے کے ایک سید میر مسکین مشہور تھے۔ ان کی حویلی خالی کرا دی۔ دوسرے دن آ کر سید صاحبؒ کو اور تمام ہمراہیوں کو اپنے ساتھ لے گئے اور اسی حویلی میں اتارا۔

پہلے روز لوگ [illegible] سے مولوی [illegible] صاحبؒ [illegible]

---

(۱) وقائع [illegible] صفحہ ۲۹۶ [illegible] خلیل اللہ خاں [illegible] عبدالرحمن خاں [illegible]
[illegible]
ہو گئے۔ عبدالرحمن خاں عالی ہمتی اور وفاداری میں بے نظیر تھے۔

(۲) [illegible] لکھنؤ [illegible]

(۳) [illegible]

کی۔ قیام گاہ کے قریب جو مسجد تھی، اس میں سب آدمیوں کی گنجائش نہ تھی۔ آپ نے مرزا اسد علی بیگ سے فرمایا کہ: "یہاں جماعت کو تکلیف ہے، قیام گاہ کے لیے کوئی دوسری جگہ تجویز کرنی چاہیے جہاں بڑی وسیع مسجد ہو" مرزا صاحب، شیخ امام بخش سوداگر کے پاس گئے۔ سوداگر صاحب نے دریائے گومتی کے کنارے ٹیلہ والی عالمگیری مسجد شاہ پیر محمد صاحب کی مسجد کے قریب ایک نفیس حویلی تعمیر کی تھی، اس حویلی میں حضرت کا قیام ہوا۔ اس روز سے شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلے کی مسجد میں نماز فراغت سے ہونے لگی۔(۱) ۵

شہر میں شہرت و مقبولیت دوسرے سہ شنبہ کو نماز ظہر کے بعد مولانا عبد الحی صاحبؒ نے کچھ تھوڑی دیر وعظ فرمایا۔ شہر کے چند آدمی موجود تھے۔ انہوں نے بہت خوش ہو کر شہر میں اپنے احباب سے تذکرہ کیا کہ آج تھوڑی دیر وعظ ہوا، یقین ہے کہ جمعہ کے روز خوب وعظ ہوگا۔

۱۰ سید صاحب کے لکھنؤ تشریف لاتے ہی لوگوں کا رجوع اور بیعت کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ شیخ امام بخش سوداگر کی کوٹھی میں بیعت کے لیے صبح سے پہر رات گئے تک لوگ آتے رہتے تھے۔ آپ کو اتنی فرصت نہیں ملتی تھی کہ کوئی گھڑی دو گھڑی تنہا بیٹھ کر اپنا حال عرض کرے۔

چوتھے روز جمعہ کے دن لوگ نماز پڑھنے اور وعظ سننے کے لیے بکثرت آئے۔ مولانا عبد الحی صاحب نے جمعہ و عصر کا وعظ شروع کیا، یہاں تک کہ جمعہ کا وقت آگیا۔ حاضرین مجلس کیا عامی کیا عالم، سب فریفتہ ہو گئے اور کہتے تھے کہ ہم نے اپنی عمر میں اس خوش تقریری کا وعظ نہیں سنا تھا۔ ۱۵ سنّت و شیعہ سب مرزا مغل کے گھرانے کے لوگ تقریر و زبان کے معترف تھے، مرزا مغل نے سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔

سہ شنبہ کو پھر مولانا عبد الحی صاحب نے کچھ دیر وعظ فرمایا۔ اب شہر بہت متوجہ اور متأثر ہو چکا تھا۔(۲)

مزید قیام آپ کا ارادہ واپسی کا قصد تھا، لیکن لوگوں نے عرض کیا کہ ابھی سے تشریف لے جانے کی اجازت نہ دیجیے۔ زیادہ دن نہیں ہوئے۔ بہت لوگ مشتاق ہیں۔ مولانا عبد الحی صاحب کو بھی اس کا خیال تھا کہ ابھی پڑھے لکھے شہر والے

---

(۱) وقائع احمدی صفحہ ۲۸۷ - ۲۶۵   (۲) وقائع احمدی صفحہ ۲۸۹ - ۲۹۰

مسلمانوں کی اتنی بڑی آبادی میں جو تغیر و اصلاح ہونی چاہیے تھی، اس کی نسبت سے ابھی کچھ نہیں ہوا لیکن شہر بہت بڑا ہے، زیادہ قیام سے توقع ہے کہ لاکھوں آدمی ہدایت پائیں۔ آپ نے یہ سن کر مولانا عبدالحی صاحب سے فرمایا کہ: مولانا! کس تعجب ہے آپ کو، حضرت یہ تو کوئی بڑی مدت نہیں ہے۔ مدت گو آج سے کئی دن جمعے کے باقی ہیں۔ اگر خدا نے چاہا تو دیکھیے گا کہ لوگوں کو کیسی ہدایت ہوتی ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ روز بروز وہ ہدایت بڑھتی جائے گی۔ اب تو ہم نے بیعت لینی موقوف کر دی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تب مکان کو چلیں گے۔

اگلے جمعہ کو پہر دن آئے، دوپہر کے قریب جمعہ کی نماز کے بعد مولانا عبدالحی صاحب نے بہت دیر وعظ فرمایا۔ پھر لوگ مسائل پوچھنے لگے۔ آپ نے ہر ایک کو جواب دیا۔ سید صاحب کے حضور میں بیعت کرنے والوں کا ہجوم بکثرت تھا۔ عصر کی نماز کے بعد مولانا عبدالحی صاحب مسجد کے صحن میں لوگوں کے سوالات کا جواب دینے بیٹھے، عشا تک لگے رہے، آپ تکیہ سے لگ کر بیٹھے رہے، گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔(۲)

شہر کی دعوتیں ہفتے کی شام کو شہر کے ایک معزز بزرگ میر حسن علی [illegible] کی طرف سے مولانا عبدالحی صاحب اور ان کے ہمسایہ رفقا کی دعوت تھی۔ [illegible] کے آدمی سواری لے کر حاضر ہوا اور [illegible]

[illegible]

(۲) وقائع احمدی صفحہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سکتے تھے۔ صاحبِ دعوت نے کھانے کا جو انتظام کیا تھا، اس کا خیال کر کے [illegible] سے کم کھانا کم ہے اور کھانے والے بہت ہیں۔ سید صاحب [illegible] متردد دیکھ کر [illegible] مرزا صاحب ذرا یہاں تشریف لائیے۔ وہ اس وقت اپنے نوکروں سے کھانے کی کمی کی شکایت کر رہے تھے۔ [illegible] ہوں۔ آپ نے فرمایا: "آپ تشریف لائیے۔" وہ آئے۔ آپ نے فرمایا: "آپ کیوں متردد ہیں؟" مرزا صاحب نے [illegible] "حضرت [illegible] بہت ہیں [illegible] کس قدر [illegible]" [illegible] کھانا آپ کے [illegible] آپ نے [illegible] کے تو لے کر دیکھیے [illegible] کا [illegible] مٹا دیجیے [illegible]

مرزا صاحب [illegible]

ایک [illegible] صاحب نے [illegible] مرزا صاحب [illegible] آپ نے دو [illegible] چاول [illegible] دو [illegible] چاولوں کی [illegible] مرزا صاحب [illegible] ہم لوگ [illegible] کھانے والے [illegible] اور اب [illegible] کر [illegible] وہ لوگ [illegible]

[illegible]

[illegible]

تھے پر جو شعر تھا وہ بھی سبحان علی خاں کا [illegible] ہوا تھا۔

[illegible]

(۲) وقائع احمدی، صفحہ ۲۳۰-۲۳۱

[illegible]

تھا۔

[illegible]

رکوع سے وعظ کہنا شروع کیا۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بھر بھر کر ہم نکالتے تھے۔ ہر آدمی کو دو پیالے بھر چاول تقسیم کرتے تھے اور [illegible] سید صاحب کی [illegible] ان چاولوں [illegible] اس مال کا مزہ ایسا تھا کہ [illegible] اس واقعہ میں ذرا مبالغہ نہیں۔ جو لوگ موجود تھے وہ سب اس کے گواہ ہیں۔

اسی طرح ایک دیگ چاولوں میں کوئی [illegible] سو آدمیوں کا [illegible] آدمی [illegible] کھا سکتے تھے۔ لوگوں نے خبر دی کہ سید صاحب کے یہاں [illegible] چاول میں [illegible] سو آدمی [illegible] سید صاحب نے مولوی محمد یوسف صاحب سے کہا [illegible] کوئی چاول [illegible] ایک دیگ چاول [illegible] سو آدمیوں نے کھایا اور کوئی بھوکا نہ رہا۔

[illegible] لکھنؤ کی بیعت [illegible] ایک جمعہ کو [illegible] مولانا محمد اشرف صاحب [illegible] لکھنوی (۲) [illegible] مولوی محمد اشرف صاحب [illegible] (۳) [illegible] بیعت سے مشرف ہوئے۔ [illegible] بیعت کی اور مولوی محمد اشرف صاحب [illegible] وغیرہ نے [illegible] بیعت کی۔ (۴)

[illegible]

[illegible] [illegible] ہندو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] آپ [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] انھوں نے [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] آپ [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] انھوں نے [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] کہا آپ نے فرمایا [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] آپ نے [illegible]

[illegible] [illegible] انھوں نے کہا [illegible] [illegible]

[illegible] آپ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر کا [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] انھوں نے کہا ہم [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] آپ نے [illegible] لوگوں سے فرمایا کہ [illegible]

[illegible] اور ان کو [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] انھوں نے [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] آپ نے [illegible]

[illegible] فرمایا کہ [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آدمی تیمیر سے تلوار تک

[illegible]

علاقہ حاصل کی۔

[illegible] کے بعد وہ بعض صاحب [illegible] کریں گے۔ آپ نے فرمایا: کیا مضائقہ؟ دونوں صاحب تشریف [illegible] آئے۔ [illegible] کے بعد [illegible] دونوں صاحب [illegible] آپ [illegible] کے ساتھ وہاں تشریف لے گئے۔ [illegible] سواروں نے [illegible] کی۔

اس [illegible] آپ کی [illegible] عرض کیا کہ:

[illegible] آپ نے فرمایا [illegible] کی [illegible] صاحب [illegible] لوگوں کا [illegible] اور ندامت [illegible] ہوتی ہے [illegible] کے چھوٹنے کے لیے آپ سے فرماتے ہیں۔ دوسرے یہ عرض کریں گے کہ سرکار مہاراجہ [illegible] لاکھوں روپے کی بڑی بڑی خدمت [illegible] ہیں لیکن ہم [illegible] لوگ [illegible] آپ سے دعا [illegible] جو آپ سے گزارش ہے کہ اکثر اوقات ہماری اس بستی میں مہمان اور مسافر آتے ہیں۔ ہم لوگوں میں اتنی وسعت نہیں کہ کھانا کھلانے سے ان کی خبر لیں۔ وہ بیچارے بھوکے سو رہتے ہیں۔ مہاراجہ کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ یہاں کے مہمان مسافر بھوکے رہتے ہیں یا نہیں۔ آپ اگر اس بات کا انتظام ان سے کرا دیں تو یہ بڑے ثواب کا کام ہے۔

سید صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ نے بہت اچھی بات کہی۔ انشاء اللہ اس کی تدبیر ضرور کریں گے۔

پھر آپ پنڈت دِتّو مل کے مکان پر گئے۔ وہاں پنڈت دِتّو مل اور عبداللہ خان نے تجارت کی اور اُنھیں دونوں باتوں کے متعلق عرض کیا جن کی بابت آپ کو پہلے ہی اُن سے پتہ مل چکا تھا۔ آپ نے فرمایا: "ہم اس معاملے میں دعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے امید قوی ہے کہ تمہاری دونوں حاجتیں روا فرمائے گا، مگر اس کے ساتھ تمہارا ایک ضروری کام ہے کہ جس قدر تم اس کا اثر اپنے اوپر منضبط رکھو گے، اسی قدر تمہاری ترقی انشاء اللہ تعالیٰ روز بروز زیادہ ہوگی اور جتنا اس میں قصور کرو گے، اتنا اس میں فتور واقع ہوگا۔"

اُنھوں نے عرض کیا کہ وہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ: "ہم نے سنا ہے کہ تمہارے ہاں بھی بہت سے مہمان اور مسافر آیا کرتے ہیں، مگر تم ان کی خبرگیری نہیں کرتے۔ یہ ایک صورت غضب الٰہی کے نزول کی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں [illegible] بنا دیا ہے تو اپنے مقدور کے موافق اُن کی خبر لیا کرو۔ جب تک تم اس کا التزام اپنے ذمے رکھو گے، تمہارے اقبال و دولت دنیوی کی ترقی ہوتی رہے گی اور جس قدر اس میں قصور واقع ہوگا، اسی قدر اس میں فتور پڑے گا۔"

اُنھوں نے کہا کہ: "ہم عہد کرتے ہیں کہ [illegible] اُن کی خدمت [illegible] تک کریں گے [illegible] [illegible] رہیں گے۔" آپ نے فرمایا: "اچھا [illegible] ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا سب [illegible] ہو جائے گا [illegible]۔" پھر حضرت وہاں سے [illegible] پر تشریف لے گئے [illegible]۔ وہاں عبداللہ خان نے اپنے رسالے کا [illegible] [illegible] [illegible] ظاہر کیا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]۔

دو تین ماہ گزرنے کے بعد پنڈت دِتّو مل نے بہت ترقی کی [illegible] کا حال [illegible]

گھر کی عورتوں کو ہمیشہ تاکید کرتے رہو کہ کسی طرح کا شرک نہ کریں، اور جو اللہ تعالیٰ تم کو مزدوری کی فراغت دے، تو نیت خالص ہو اور فی سبیل اللہ کی رکھنا خواہ جان سے خواہ مال سے اور جو نیت خالص نہ ہوگی، تو تمھارے حق میں نقصان ہوگا۔ اس بات کو خوب سمجھ لو۔"

انھوں نے عذر کیا کہ "اگر ہم اپنی جان سے جہاد کی نیت کریں اور جائیں تو یہاں ہمارے اہل و عیال کی کون خبر لے گا اور کون کھانا کپڑا دے گا؟ اور جو جہادِ مالی کی نیت کریں تو ہمارے پاس مال کہاں؟" فرمایا "جب اللہ تعالیٰ تمھیں مال و دولت دے تب تم پر یہ حکم ہے اس کے بغیر نہیں۔" سب نے اس کا عہد کیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کریں گے۔ آپ نے میر امید علی کو تاکید مزید فرمائی کہ تم ان عورتوں کو نماز روزے کی تعلیم کیا کرنا۔[1]

اشاعتِ شرک کا انجام۔ گومتی کے کنارے گھاٹ پر خدا بخش نام ایک شخص لکڑی کی دوکان کرتے تھے۔ اکثر انھیں کی دوکان سے لکڑی جاتی تھی۔ انھوں نے بھی سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور چند دنوں میں ان کی حالت کچھ سے کچھ ہو گئی۔ ان کی دوکان کے آس پاس بانس والوں کی کئی دوکانیں تھیں۔ انھوں نے جو میاں خدا بخش کا یہ حال و قال دیکھا سنا کہ یہ تو بڑے عابد و زاہد صالح و متقی ہو گئے، ان کو بھی اشتیاق ہوا اور سات آٹھ شخص بیعت ہوئے۔ دوسرے روز اپنے اور آٹھ دس بھائی بند لے کر آئے۔ انھوں نے بھی بیعت کی اور توبہ کی اور حضرت سے عرض کیا کہ "ہمارے لوگوں کے کوئی تیس چالیس گھر ہوں گے۔ سب کو اشتیاق ہے کہ بیعت کریں۔ اگر کسی روز آپ ادھر قدم رنجہ فرمائیں، تو عین سرفرازی ہو۔" آپ نے قبول کیا۔ پھر ایک دن معین کر کے دو سو آدمیوں سے حضرت کی دعوت کر گئے۔ آپ نے منع بھی کیا کہ تم غریب لوگ ہو دعوت کی تکلیف نہ کرو۔ انھوں نے کہا کہ "ایک دن آپ کی دعوت کرنی ہم پر ہرگز ہرگز گراں نہ ہوگی۔" اس روز آپ ان کے یہاں گئے۔ کھانے کے بعد سب نے بیعت کی اور مقدور کے موافق ان میں سے اکثر نے نذر دی۔ پھر پلٹ کر اپنے گھر آ گئے۔

---

(۱) "وقائع"، صفحہ ۲۹۳، ۲۹۴

عورتوں اور مردوں کو مرید کیا۔

ایک صاحب کے یہاں خاکی یعنی مٹی کے کئی گھوڑے رکھے تھے۔ آپ کی نظر پڑ گئی۔ فرمایا: یہ بہت بُری بات ہے، یہ شرک کی نشانی ہیں، ان کو توڑ ڈالو، گھر سے دُور کرو، خبردار کچھ کبھی نہ لینا۔ پھر دیر تک شرک و بدعت کی بُرائی اور توحید کی خوبی بیان فرماتے رہے۔ صاحبِ خانہ نے اسی وقت وہ گھوڑے توڑ کر گھر سے باہر پھینک دیے۔ اُن کا یہ حال دیکھ کر جن کے یہاں مٹی کی مورتیں اور کھلونے تھے سب نے توڑ کر پھینک دیے۔ ٹوٹے ہوئے [illegible] کھلونے اس وقت وہاں پر پڑے تھے۔

آپ نے ان میں سے دو شخصوں کو اپنا خلیفہ کیا اور ایک ایک ٹوپی اور کُرتا ان کو دیا۔ آپ کے ہمراہیوں میں سے کسی نے کہا کہ ان کا خلیفہ کسی پڑھے لکھے قابل آدمی کو بنانا چاہیے کہ وعظ و نصیحت کیا کرے، یہ بیچارے آپ ہی کچھ نہیں جانتے اوروں کو کیا تعلیم کریں گے؟ آپ نے فرمایا: "ہاں تم بھی اچھا کہتے ہو، مگر یہ اُن کی برادری کے چودھری ہیں۔ جو کچھ ان کا حکم ہوگا سب مانیں گے۔ اگرچہ ناخواندہ ہیں، ایسا دوسرے کا کارگر نہ ہوگا۔ اگر ان کا کہنا کوئی نہ مانے گا تو یہ اس کو اپنی برادری سے باہر نکال سکتے ہیں۔ دوسرے غیر برادری کے عالم سے یہ بات نہ ہوگی۔ درحقیقت واقعہ ان کو چند روز کے بعد دیکھنا کہ خدا کی عنایت سے کس طرح کے ہوں گے۔"(۲)

[illegible] آپ نے ان چودھری صاحبان کو تعلیم کی کہ بیاہ برات، شادی غمی میں خدا و رسول کے خلاف شرک و بدعت کے رسوم کوئی نہ کرنے پائے۔ ہر امر میں رسولِ مقبول کی پیروی و متابعت کے طریقے پر نگاہ رہے۔ اس میں کوئی خویش ہو یا ناخویش، اللہ تعالیٰ تم سب پر برکت کرے گا اور تم کو خوش اور محفوظ رکھے گا۔ پھر آپ ٹیلے پر تشریف لائے

---

(۱) سید صاحب کی عادت تھی کہ کسی بات کی برملا تردید نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ خلافِ شرع نہ ہو، بلکہ [illegible] بات کرنے والے کی [illegible] جس سے عقلمند [illegible] سمجھ جاتا تھا۔ (۲) وقائع، صفحہ ۲۲۶-۲۲۷

میاں دین محمد صاحب کہتے ہیں کہ جب سید صاحب جہاد کو تشریف لے گئے، تو میرا ہندوستان آنا ہوا اور لکھنؤ بھی جانا ہوا، تو ان بانس والوں سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان کی دینداری اور پرہیزگاری کا حال معلوم ہوا اور ان کا کردار پہلے کے مقابلے میں چار گنا، بلکہ بعضوں کا زیادہ دیکھنے میں آیا۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت کی دعا سے ہمارا یہ حال ہے کہ جس مالِ تجارت میں ہم ہاتھ لگاتے ہیں، اگر وہ مال مٹی کا ہو، تو سونا ہو جاتا ہے۔

یہ بھی کہتے تھے کہ: "شادی بیاہ میں ہم نے اپنے یہاں یہ دستور رکھا ہے کہ دھلے ہوئے کپڑوں کے سوا دولہا دلہن کے لیے نیا کپڑا بھی نہیں بنواتے، گرچہ بنانا درست ہے اور بیاہ اور عقیقے کے کھانے کے سوا نہ کھاتے ہیں نہ کھلاتے ہیں اور جو جو خرافات اور رسوم بدعات لوگ اپنے یہاں شادی بیاہ میں کرتے ہیں، جیسے سہرا، کنگنا، منڈھا، رت جگا کرنا، گیت گوانا، طوائف کا ناچ کرانا اور اسی طرح کی کوئی بات ہم نہیں کرتے اور جو کرتے ہیں، اُن کے بیاہ شادی میں ہم لوگ شریک نہیں ہوتے۔

اور پہلے ہم لوگ جب لڑکوں کے چیچک نکلتی تھی، تو کیا کیا شرک و بدعات کی خرافات کرتے تھے اور کسی کو اس کے پاس نہیں جانے دیتے تھے اور اکثر لڑکے مر جاتے تھے اب ہم خدا پر لڑکے کو چھوڑ دیتے ہیں، کسی بات کا پرہیز نہیں کرتے اور خدا کے سوا کسی کی نذر و نیاز بھی نہیں مانتے۔ اوّل کے بہ نسبت اب لڑکے کم مرتے ہیں۔"

جب میں ہندوستان سے سرحد گیا، میں نے حضرت سے ان بانس والوں کی دینداری پرہیزگاری کا سب حال بیان کیا۔ آپ نے خوش ہو کر ان کے واسطے دعا کی۔(1)

جرائم پیشہ قزاقوں کی توبہ و بیعت

میاں دین محمد کہتے ہیں کہ ہادی خاں، اُن کے بھائی سبحان خاں اور کئی شخص جن کے نام یاد نہیں، یہ لوگ ادھر ادھر جنگل میں قزاقی میں مشہور آدمی تھے۔ ایک روز لکھنؤ میں سید صاحب کی ملاقات کو شاہ پیر محمد صاحب کے ٹیلے پر

---

(1) "وقائع احمدی"، صفحہ ۴۰۱-۴۰۳

آ گئے۔ لوگوں نے اُن کو آتے دیکھ کر حضرت سے آہستہ کہا کہ یہ لوگ بڑے بدمعاش چور اور حرام کار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ: "خبردار! اُن کے سامنے اس کا کوئی تذکرہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ برے کام چھوڑ کر اُن کو نیک کاموں کی توفیق دے اور عاقبت بھی اُن کی اچھی ہو۔"

اُنھوں نے آ کر آپ سے مصافحہ و معانقہ کیا۔ آپ نے اُن کو بڑے اخلاق و احترام سے پاس بٹھایا اور دیر تک متوجّہ ہو کر اُن کی طرف دیکھا۔ کچھ دیر کے بعد انھوں نے رخصت چاہی۔ فرمایا: "بہتر، مگر تم کیا پیشہ کرتے ہو؟" اُنھوں نے بہت عذر کیا کہ آپ اس بات کو نہ پوچھیں، اسی طرح رہنے دیں۔ اُن کے واقف کاروں میں سے کسی نے کہا کہ: "بتا دو، کیا مضائقہ ہے؟ بلکہ تمھارے لیے بہتر ہے۔" آپ نے بھی فرمایا کہ بیان کرو۔ انھوں نے اپنی چوری اور حرام کاری کا تمام حال صاف صاف بیان کیا کہ: "اب تک ہمارا پیشہ یہ تھا، مگر اب سے آپ کے دست مبارک پر توبہ کرتے ہیں۔ ہم کل جب آپ کے پاس آئے تھے، اس وقت ہمارا کچھ خیال نہ تھا۔ صرف سیر تماشے کی غرض سے آئے تھے، مرید ہونے کا مطلق ارادہ نہ تھا، مگر جب ہم آپ کے پاس بیٹھے اور آپ کا اخلاق دیکھا تو ہمارے دل کا عجیب حال ہو گیا کہ ہم اس کیفیت کو بیان نہیں کر سکتے۔ یکایک ہمارے دل میں آیا کہ سب گھر بار چھوڑ چھاڑ کر ہم بھی آپ ہی کے پاس رہیں۔ اسی واسطے ہم آئے ہیں۔" آپ نے فرمایا کہ آج موقوف کرو، [illegible] کریں گے۔ یہ سن کر وہ چلے گئے۔

جمعے کو وہ اور ان کے ساتھی حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: "[illegible] کے بعد بیعت کریں۔" نماز کے بعد بیعت ہوئے اور کچھ نقدی آپ کی نذر کی۔ آپ نے لے کر پھر اُن کے حوالے کیا اور فرمایا کہ ہماری طرف سے اپنے لڑکوں بالوں کو دینا۔ انھوں نے کہا کہ اپنے بال بچوں کو بھی لا کر آپ سے بیعت کرائیں۔ فرمایا: بہتر۔ [illegible] مرید ہو گیا تھا۔

ایک روز آپ [illegible] گنگا کی [illegible] تھے۔ [illegible] کہ پھر [illegible] تو [illegible]

کھڑے رہے۔ آپ اُن کے یہاں تشریف لے گئے اور اُن کے گھر والوں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

امان اللہ خان، سبحان خان اور مرزا ہمایوں بیگ آپ سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ ان کے زمرے کے تین اور شخص غلام رسول خان، غلام حیدر خان اور احمد رضا [illegible] تھے۔ اُن کو یہ حال معلوم نہ تھا۔ ایک روز یہ تینوں صاحب امان اللہ خان کے پاس گئے اور کہا کہ "اِن دنوں خرچ کی تنگی ہے، اس کی تدبیر کرنی چاہیے۔" [illegible] نے جواب دیا کہ "اب ہم سے کچھ نہ ہوگا۔" کہا: "کیا سبب ہے؟ آج کل تم دونوں بھی [illegible] قصہ کیا ہے؟"

مرزا ہمایوں بیگ نے کہا کہ "بات یوں ہے کہ ہم نے اس بات سے توبہ کر لی ہے۔ ان شاء اللہ ہم سے یہ کام نہ ہوگا۔" انھوں نے کہا: "کس کے ہاتھ پر توبہ کی؟" کہا: "شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھتیجے پر جو سید صاحب ہیں ان کے ہاتھ پر [illegible]" اور کچھ آپ کے فضائل و کمالات بیان کیے کہ ایک روز ہم [illegible] سید صاحب کے پاس گئے کہ دیکھیں کیا حال ہے۔ [illegible] توجہ [illegible] اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انھوں نے ہم کو توجہ دی، اس سے ہم کو ہدایت ہوئی۔

یہ حقیقت سن کر ان تینوں ساتھیوں نے کہا کہ اگر یہی حال ہے تو ہم بھی چل کر بیعت کریں۔ انھوں نے کہا کہ اس سے کیا بہتر، مگر پہلے ان سے یہ حال بیان کریں، جو وہ فرمائیں تو پھر چلتے ہیں۔

انھوں نے سید صاحب سے یہ حال آکر عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: "[illegible] کہ جو جو لوگ ہیں ان سب کو ہمارے پاس لاؤ۔ ان شاء اللہ ان کو بہت فائدہ ہوگا۔"

دوسرے دن غلام رسول خان، غلام حیدر خان اور احمد رضا [illegible] کو وہ لے کر آپ کے

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۱۴۰ - ۱۴۱

[illegible] سے [illegible] اور [illegible] کی خدمت [illegible] [illegible] [illegible] سے کہا کہ [illegible] [illegible] کہ "[illegible] کیا [illegible]" آپ نے فرمایا کہ "یہ کیا بات ہے؟" [illegible] آپ نے [illegible] پوچھا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] خاں نے کہا کہ "حضرت [illegible] نے ان کو توجہ دی [illegible] کا یہ حال ہوا [illegible] آپ [illegible] کیا سبب؟" آپ نے فرمایا کہ "[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]"

[illegible] [illegible] [illegible] تب ان کو [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] جب ہم ہجرت کریں گے تب ہم کو [illegible] لیں گے۔(۱)

[illegible] محمد رسول خاں نے عرض کیا کہ [illegible] تو آپ کے ساتھ [illegible] [illegible] [illegible] لیکن ہم اپنے گھر میں تو نہ رہیں گے [illegible]

---

(۱) "وقائع" صفحہ ۴۰ ۔ ۴۱

ہمارے یہاں مال حرام ہے۔ اگر رہیں گے، تو کھانا پڑے گا۔

آپ نے فرمایا کہ "یہ بات تو تم نے بہت عمدہ کہی۔ فی الحقیقت یہی بات ہے کہ اگر تم مالِ حرام کماؤ گے، تو تمھارا یہ حال نہ رہے گا۔ خیر تمھاری تو یہ نیت ہے، بھائی غلام حمید خاں! تم اپنا حال کہو۔"

غلام حمید خاں نے کہا کہ میرے گھر کا بھی یہی حال ہے، مگر آم کا باغ جاگیروں کی شرکت میں ہے۔ فی الحال اس کا تقسیم ہونا دشوار ہے۔

پھر آپ نے محمد خاں سے کہا کہ تم اپنا حال بیان کرو۔ کہا: "میرا بھی بعینہٖ ایسا ہی حال ہے کہ گھر میں اسی قسم کا مال ہے، لیکن ایک باغ آم کا سو سوا سو روپے کی آمدنی کا ہے۔ اس میں شرکت بھی نہیں ہے۔ گزر اس میں اللہ کے فضل سے بخوبی ہو جائے گا۔"

آپ نے حافظ نجو خاں سے فرمایا کہ غلام رسول خاں اور غلام حمید خاں کو اپنے ساتھ نجیب محمد خاں کے پاس لے جاؤ اور ہماری طرف سے کہو کہ ان صاحبوں کے کھانے کپڑے کے لیے للہ فی اللہ گزر کے موافق مشاہرہ مقرر کر دیجیے۔ اس شرط سے کہ اگر یہ چاہیں، تو خانقاہ میں رہیں، چاہیں اپنے گھر۔ حافظ صاحب ان کو نجیب محمد خاں صاحب کے پاس لے گئے اور حضرت صاحب کا پیغام پہنچایا۔ خاں صاحب نے پوچھا کہ حضرت نے اپنی زبان مبارک سے ان کے واسطے کچھ مقدار بھی فرمائی ہے؟ کہا: "یہ تو مجھے کچھ نہیں کہا۔" خاں صاحب نے فرمایا کہ جا کر پوچھ آؤ۔ حضرت صاحب نے کہلوایا کہ میری طرف سے عرض کرنا کہ یا تو دس روپے ماہوار مقرر کریں یا پانچ روپے اور دونوں وقت کھانا۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ آپ دس روپے ماہوار ایک کو دیں۔ چاہیں تو وہ اپنے گھر میں رہیں، چاہیں حضرت کی سرکار میں حاضر رہیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔[1]

زانی کی توبہ کا واقعہ ایک روز ایک نیک مرد ایک زانی کو حضرت صاحب کے پاس لے آئے اور آپ سے عرض کیا کہ "میرے اور اس کے درمیان للہ فی اللہ دوستی ہے۔ یہ

---

[1] وقائع، صفحہ ۴۱۲-۴۱۳

[illegible] کہ یہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کریں [illegible] بیعت نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا: بہت [illegible] اس نے عرض کیا کہ [illegible] بھی ہے [illegible] آدمی [illegible] نصیب کرے [illegible] آپ نے فرمایا: [illegible] ایک مرد [illegible] آپ نے [illegible] ان کی طرف [illegible] توبہ [illegible] انھوں نے کہا: بہت خوشی ہے کہ آپ کے ہاتھ پر توبہ کریں [illegible] کہ باقی لوگ کچھ [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا۔ کوئی [illegible] نہ ہوگا۔ انھوں نے [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] کپڑے [illegible] کسی نے [illegible] کسی نے [illegible] آپ نے [illegible] بیعت لی [illegible] اور فرمایا کہ [illegible] تینوں سے خدا کے نزدیک [illegible] اور مولوی محمد [illegible] صاحب سے فرمایا کہ ان کو [illegible] اپنے [illegible] ان کو سکھلائیے۔"

[illegible] اگر تم چاہو گے تو کچھ عجب نہیں [illegible]

[illegible]

[illegible] کے وقت آپ نے [illegible]

کریں گے۔(1)

[illegible]

[illegible]

نواب معتمد الدولہ کی تعزیت دوسرے دن نواب صاحب [illegible] پہنچے، [illegible] پالکیاں بھیجیں۔ سید صاحب اپنے لوگوں کے ساتھ تشریف لے گئے اور ڈیوڑھی پر پہرے والوں کے پاس [illegible] نواب [illegible] کے پاس [illegible] وغیرہ حاضر تھے، [illegible] تھے۔[1]

مولانا عبد الحی صاحب کا وعظ اور [illegible] مولانا عبد الحی صاحب نے نواب معتمد الدولہ کی مجلس میں وعظ فرمایا۔ مولانا محمد [illegible] صاحب فرماتے ہیں کہ ایسا وعظ کبھی نہیں سنا۔ وعظ [illegible] شروع کیا [illegible] کا [illegible] کیا [illegible] ایمان [illegible] واضح کیا [illegible] کیا۔

معتمد الدولہ نے بڑی تحسین و آفرین [illegible] کہ آپ کے [illegible] جیسے سنتے تھے اُس سے زیادہ پایا۔[2]

[illegible] کہ شاید [illegible] صاحب آپ کیا دریافت فرماتے ہیں [illegible] تقریر کی۔ [illegible]

[illegible] [illegible]

---

(۱) "وقائع" صفحہ [illegible] (۲) "منظورۃ السعداء" روایت مولانا اسمٰعیل شہید (۳) "وقائع" صفحہ [illegible]

[illegible] سید صاحب کے [illegible] سے [illegible] بہت سے [illegible] غریب [illegible] رہتے ہمراہ [illegible] لکھنؤ [illegible] [illegible] [illegible] اس [illegible] کرنی [illegible] سے کہا کہ [illegible] معتمد [illegible] سے [illegible] جواب دیا کہ [illegible] [illegible] [illegible] وہ شیخ کو بھی [illegible] پہنچے گا۔

جب یہ خاصہ [illegible] ہوئی تو نواب معتمد الدولہ نے پانچ ہزار روپے پیش کیے، آپ نے [illegible] لیکن معتمد الدولہ نے [illegible] قبول نہیں کیا۔

رخصت ہونے کے بعد معتمد الدولہ نے [illegible] سے کہا کہ یہ عجیب و غریب لوگ ہیں، میں نے آج تک ایسے آدمی نہیں دیکھے تھے۔ انھوں نے خواہش کی کہ [illegible] تنہائی میں [illegible] [illegible] سید صاحب نے فرمایا: اس وقت بڑی دیر ہوگئی ہے، یہاں سے [illegible] ملاقات کرکے جاؤں گا"(۱)

[illegible] معتمد الدولہ سے ملاقات جب سید صاحب [illegible] [illegible] فرمایا، آپ نے [illegible] کو روانہ کردیا کہ قافلہ [illegible] کی چھاؤنی میں [illegible] آپ چند لوگوں کے ساتھ [illegible] معتمد الدولہ [illegible] ملاقات کو گئے۔ [illegible] پر [illegible] آپ فقیر محمد خاں [illegible] کے [illegible] نواب [illegible] سے ملاقات [illegible] گفتگو ہوئی۔ نواب معتمد الدولہ نے [illegible] آپ کے [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] سب [illegible] مگر [illegible] زبردستی [illegible] [illegible] نواب [illegible] [illegible] کو [illegible] کہا۔(۲)

[illegible] تحفہ رخصت کے وقت سید صاحب نے ایک گھوڑا [illegible]

---

(۱) "وقائع" صفحہ ۴۱۹　(۲) "وقائع" صفحہ ۴۲۴ - ۴۲۵

اور نذر اور ہتھنی جس پر آپ اس وقت سوار تھے بطور تہنیت نواب صاحب موصوف کو تحفے کے طور پر دی۔ نواب صاحب نے بہت عذر کیا اور کہا کہ: "میں چاہتا تھا کہ گھوڑے خود بطور تحفہ پیش کروں، آپ ہماری طرف سے قبول کیجیے۔" آپ نے فرمایا کہ "نہیں، یہ گھوڑا آپ کو قبول کرنا ہوگا۔"[1]

لکھنؤ کے قیام کے دوران میں فقیر محمد خاں نے بڑی رفاقت اور خدمت کا ثبوت دیا اور بڑی دعائیں لیں۔ ۵

فقیر محمد خاں کی ترقی لکھنؤ سے واپسی پر مولوی سید محمد علی صاحب مصنف مخزن احمدی لکھنؤ سے فقیر محمد خاں کا خط لائے جس میں لکھا تھا کہ کل سے جب آپ قندھاریوں کی چھاؤنی میں تھے، نواب معتمد الدولہ کے یہاں سے اس فقیر کو خلعت ہوا، دس ہزار روپیہ نقد اور ہاتھی، پالکی، جھالر دار، جھنڈا، دوشالہ، سپر، تلوار اور اس کے علاوہ بہت سامان ملا۔ پہلے تین سو روپے کا منشا تھا، اب ہزار روپے کا ہوا اور پندرہ سو سوار اور دو ہزار پیادوں کا حکم دیا کہ نوکر رکھ لو، اور گونڈے کا پرگنہ عطا ہوا۔ ۱۰

سید صاحب یہ حال سن کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا کہ: "ابھی تو ابتدا ہے، اللہ تعالیٰ، آگے دیکھنا کہ ان کے واسطے کیسی ترقی ہوگی۔"[2]

بادشاہ کی ملاقات سے معذرت رائے بریلی تشریف لے آنے کے چند دن بعد ایک قاصد آیا جس کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نواب معتمد الدولہ کا ایک نامہ آیا اور نواب فقیر محمد خاں بہادر کا خط بھی، خط پڑھے گئے۔ دونوں کا مضمون یہ تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد بادشاہ غازی الدین حیدر نے فرمایا کہ ہمارے شہر میں ایسے صاحب کمال بزرگ تشریف لائے، ہزاروں آدمی ان کے مرید ہوئے اور ان کی ذات سے مستفید ہوئے۔ افسوس کی بات ہے کہ تم نے مجھ کو اطلاع نہ دی۔ اب تم جس طرح ممکن ہو انھیں کہہ دو، ہم سے ملیں، ۱۵

---

(۱) "وقائع" صفحہ ۲۲۴۔ سید صاحب کی عادت تھی کہ جن کے ساتھ کوئی سلوک کرتا، تو وہ شایان شان سلوک کرنے اور بیش بہا تحفہ پہنچانے کی کوشش کرتے۔ (۲) "وقائع" صفحہ ۲۳۴۔

آپ نے لوگوں سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ "میرے تو جانے کی کوئی ضرورت نہیں، وہاں جانے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ باقی جیسا آپ لوگوں کا مشورہ ہو"۔ لوگوں نے کہا کہ "اگر آپ نہ تشریف لے جائیں تو مولانا عبدالحئی اور مولانا محمد اسمٰعیل کو بھیج دیں، وہ عالم وقت ہیں۔ اُن کی بات سے شاید اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب کرے، نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ چند روز کو تشریف لے آئیں گے"۔ فرمایا: "خیر، یوں ہی سہی، مگر وہاں کچھ ہونا نہیں ہے"۔

چنانچہ یہی جواب دیا گیا کہ "بالفعل ہمارا آنا تو ممکن نہیں، مگر انشاء اللہ دس پندرہ روز میں مولانا عبدالحئی صاحب اور مولانا محمد اسمٰعیل کو بھیجیں گے"۔

چند دنوں کے بعد مولانا عبدالحئی صاحب اور مولانا محمد اسمٰعیل چھ سات آدمیوں کے ساتھ گوالیار روانہ ہوئے۔ نواب معتمد الدولہ کو خبر دی۔ ایک مکان میں اُتارا۔ پھر بادشاہ کو اطلاع کی کہ جہاں پناہ نے دہلی کے سید صاحب کو یاد فرمایا تھا، وہ تو کسی عذر سے تشریف نہیں لا سکے، مگر مولانا عبدالحئی صاحب اور مولانا محمد اسمٰعیل کو اپنی طرف سے بھیجا ہے۔ وہ شہر میں [illegible] ہیں۔ بادشاہ نے [illegible] کا دن مقرر کر دیا۔ [illegible] وقت [illegible] آدمی وہاں جمع ہوئے اور بعض شخصوں نے مولوی عبدالحئی صاحب سے [illegible] تو مولانا نے فرمایا کہ "ہم کو اس بات سے کچھ غرض نہیں [illegible]"۔

چند روز دونوں حضرات کا لشکر میں قیام رہا، مگر [illegible] نہ ہوئی۔ [illegible] بادشاہ کسی وقت [illegible] چند دن [illegible] سے [illegible] حال بیان [illegible] بالکل [illegible] سب [illegible] دہلی روانہ ہو گئے۔(۱)

---

(۱) "وقائع" صفحہ ۴۳۱-۴۳۶.

آٹھواں باب

رائے بریلی کا قیام اور بعض اصلاحی کام

رائے بریلی کا قیام لکھنؤ سے واپس پہنچ کر سید صاحب کا تقریباً ایک سال سے زیادہ رائے بریلی میں قیام رہا۔ مولوی سید جعفر علی صاحب منظورۃ السعداء میں یوں لکھتے ہیں:

بعد تشریف آوری از لکھنؤ حضرت	لکھنؤ سے تشریف آوری کے بعد حضرت
امیر المومنین قریب یک سال بر وطن	امیر المومنین تقریباً ایک سال وطن میں
رونق افزا بودند۔	رونق افروز رہے۔

وقائع احمدی میں ہے کہ حضرت [illegible] رائے بریلی میں مقیم رہے۔ [illegible] سفر [illegible] لکھنؤ سے [illegible]

[illegible] رہے۔

اس قیام کے متعلق [illegible] کی تربیت کا اہتمام [illegible] اشاعت کا اہتمام [illegible](۱)

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

---

(۱) [illegible]

"ایسے جوان بہت کام کے ہیں، پیرزادے لوگ بہت کام کے نہیں۔" اور بہت تعریف کی۔ وہ آپ کا اخلاق دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ یہ غریب آدمی چار روپے کے سپاہی تھے آپ نے اس طرح تعریف کرتے ہیں۔ الحاصل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ سے اپنا کام بہت لے گا۔ پھر مہربان خاں سے کہا کہ: "اللہ تعالیٰ تم سے اور کام لے گا، ان تینوں سے دین کا کام لے گا، اور وہ دونوں خدا کی مرضی کے ہوں گے"(۱)

فن کی سید صاحب سے گفتگو، جہاد و ہجرت پر آپ کی تقریر

جب فنون حرب کی مشق و تعلیم ہو چکی زیادہ کام نہیں رہا، وہ تمام وقت اسی میں صرف ہونے لگا، یہاں تک کہ سلوک کے کام میں بھی کمی ہونے لگی، تو ایک نے آپس میں گفتگو کرنی شروع کی اور مشورہ کیا کہ ہم تو راہ سلوک کے لیے آئے تھے، چلیں ان سے بات کریں۔ سید صاحب سے گفتگو کریں اور ان سے عرض کریں کہ ہمیں عبادت کی جانب توجہ دیں۔ مولانا نے سید صاحب سے عرض کیا، سید صاحب نے آپ کو جواب دیا کہ "ان دنوں اس سے افضل کام جو درپیش ہے اس میں ہمارا دل مشغول ہے۔ وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے، تیاری ہے اس کے سامنے ان باتوں کی کچھ حقیقت نہیں، وہ کام یعنی تسبیحیں پھیرنا اس کام کے تابع ہے۔ اگر کوئی نماز اور روزے کا ثواب بھی اور ریاضت میں گزارے اور نفل پڑھتے پڑھتے پیروں میں ورم آجائے اور دوسرا شخص جہاد کی نیت سے ایک گھڑی بھی بارود اڑائے تاکہ کفار کے مقابلے میں بندوق لگاتے وقت آنکھ نہ جھپکے تو وہ عابد مجاہد کے رتبے کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور وہ کام ہے سلوک و تصوف، اس وقت تو جب تک ہم ابھی ہم عبادت سے فارغ البال ہو، اب جو پندرہ سولہ روز سے نماز یا مراقبے ہیں دوسرے اوراد کی معلوم ہوتی ہے، وہ اسی کاروبار کے طفیل سے ہے۔ کوئی بھائی جہاد کی نیت سے تیر اندازی کرتا ہے، کوئی بندوق لگاتا ہے، کوئی پھری گدکا کھیلتا ہے، کوئی ڈنڈ پیلتا ہے۔ اگر ہم اس کام کو اس وقت تعطیل کریں تو ہمارے یہ بھائی اس کام سے جاتے رہیں۔ یوسف جی! تم خود اپنا حال دیکھو کہ دن ڈھلے ہوئے ایک عالم سکوت میں رہتے ہو، اسی طرح اور لوگ بھی کوئی کسی ویرانے مسجد کے کونے میں بیٹھا ہے، کوئی اپنے حجرے میں بیٹھا ہے، کوئی جنگل جاکر مراقبہ کرتا ہے، کوئی ندی کنارے

---

(۱) وقائع صفحہ ۴۳۸، یہ تینوں بھائی جو ہر زمان خان صاحب کے متعلقین کی خدمت میں سنہ ۱۲۴۶ھ میں چھوڑ کر ان سے ان کے ساتھ رہے مولوی گروہ کے ساتھ ہی پہلے ہی چھاپے میں شہید ہوگئے۔

غیرت کی وجہ سے نکاح ثانی سے پرہیز کریں اور اپنے لیے نکاح ثانی کو روا نہ سمجھیں اس واسطے کہ اگر اس بارے میں سعی کرتے ہیں کہ دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کیا جائے اور اس کو ذلیل اور خسیس قوم کی خصوصیت جانتے ہیں اور شرافت کے خلاف سمجھتے ہیں تو ایسی حالت میں ان بیوہ عورتوں کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک عالی درجہ اور بلند مرتبہ ہوگا اور فی الجملہ ایسی بیوہ عورتوں کو حضرت سرور کائنات ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حال کے ساتھ مشابہت اور ان کی پیروی حاصل ہو سکتی ہے۔ البتہ انتہا کی عفت میں فرق ہے۔

اور بالفرض اگر وہ نکاح ثانی پر راضی نہیں ہوتی ہیں اور ان کے اولیا کی جانب سے ممانعت ظہور میں آئے تو اس میں بھی شرع کی مخالفت لازم نہیں آتی ہے۔ اس واسطے کہ بعض مقدمات اور بعض امور میں اس کا لحاظ ہے کہ اگر کسی امر کے کرنے یا نہ کرنے میں غیرت ہوتی ہو اور شرافت میں خلل آتا ہو اور اپنی طرف ایسی صفت کی نسبت ہونے کا خوف ہو کہ جو عرف میں نہایت مذموم ہو تو ایسی صورت میں شرع سے تجاوز کرنے کو بعد مستحسن جانا ہے۔ چنانچہ یہ امر اس صحیح حدیث سے کہ مسلم میں ہے مفہوم و مستفاد ہوتا ہے اور وہ حدیث یہ ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ: لَوْ وَجَدْتُ مَعَ أَهْلِي رَجُلًا لَمْ أَمَسَّهُ حَتَّى آتِيَ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ؟ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ. قَالَ: كَلَّا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ إِنْ كُنْتُ لَأُعَاجِلُهُ بِالسَّيْفِ قَبْلَ ذٰلِكَ. قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِسْمَعُوا إِلَى مَا يَقُولُ سَيِّدُكُمْ، إِنَّهُ لَغَيُورٌ، وَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّي.

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو پاؤں تو کیا اس کو ہاتھ نہ لگاؤں یہاں تک کہ چار گواہ لاؤں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ سعد بن عبادہؓ نے کہا: ہرگز نہیں، قسم ہے اس

نکاح قبیح سمجھنے والوں کی مذمت و تردید میں ایک مؤثر رسالہ فارسی میں لکھا ہے(۱) خود حضرت سید صاحبؒ نے "صراطِ مستقیم" میں اس مردہ سنت کو زندہ کرنے اور اس کی ترویج پر زور دیا ہے اور بیوہ کے نکاحِ ثانی کو قبیح سمجھنے کو بدعتیوں کی صحبت و اعتقاد کا نتیجہ قرار دیا ہے(۲) لیکن مدتوں کی اس متروک سنت کے احیاء و ترویج اور صدیوں کے اس باطل خیال کے استیصال کے لیے یہ تحریریں، اصلاحی رسالے اور تقریریں کافی نہ تھیں، ضرورت اس کی تھی کہ کوئی عظیم شخصیت اور مقتدائے زمانہ اپنے عمل سے اس سنت کے احیاء اور جاہلی خیال کے ابطال کا کام کرتا اور اس کی پشت پر زورِ دعوت ہوتا کہ اس کی قباحت دلوں سے بالکل نکل جاتی اور اس کا عمومی رواج ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اور دوسرے عظیم الشان اصلاحی و تجدیدی کاموں کے ساتھ یہ عظیم الشان اصلاحی خدمت بھی آپ کی ذات سے لی [illegible] ہندوستان کی ہزاروں زندہ درگور [illegible] کی زندگی پر [illegible] سید صاحب [illegible] اور [illegible] اس کا سامان پیدا [illegible]۔

[illegible] ایک مرتبہ مولانا عبدالحئی صاحب نے شاہ [illegible] صاحب کی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] صفحہ ۲۲۰

[illegible] فرمایا کہ لوگ [illegible] کہ تمام [illegible] کے اعمال [illegible] سب کی [illegible] یہاں تک کہ خاندانِ عزیزی تک نوبت پہنچی اور جو [illegible]

---

(۱) مجموعہ [illegible] (۲) ملخص از صراطِ مستقیم مجتبائی صفحہ ۶۵ (۳) جو لوگ خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو۔

تھیں۔ آپ نے دونوں مرتبہ یہاں تک کہ نوبت خاندان شاہ علم اللہؒ (سید صاحبؒ کے خاندان) تک پہنچی اور آپ نے اس خاندان کے جو اعمال آیت کے خلاف تھے بیان کیے اور حضرت سید صاحب نے اس کی تصدیق کی۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ: "حضرت! اگر آپ چند خاندان سے یہ بات دور فرما دیں تو اس آیت پر پورا عمل ہو جائے۔" سید صاحب یہ بات سنتے ہی بے تاب ہو کر اپنی جگہ سے اٹھے اور آپ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور کہا کہ: "میں خدا کا بندہ ہوں، اس کا اور اس کے رسولؐ کا تابع ہوں۔ اس سے پہلے ہمارے [illegible] میں نے مولانا سے کہا تھا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت میں عزیزوں غیروں اور امیر و غریب کسی کا پاس نہیں، اس کا حکم بے کم و کاست ادا کروں گا اور کسی کی خوشی و ناخوشی کا خیال نہیں کروں گا۔ اس وقت مجھے سب سے زیادہ محمد یعقوب (برادر زادہ) عزیز ہیں۔ دنیا کی چیزوں میں سے جو چاہیں لے لیں لیکن اللہ کی طاعت میں ان کی رعایت نہیں کروں گا۔ میرے تمام رشتہ دار صاف صاف سن لیں کہ جو اللہ و رسولؐ کی اطاعت میں میرے شریک حال ہوں اور اتباع اوامر و اجتناب نواہی میں کسی کی طعن و ملامت کا خیال نہ کریں، وہ میرے عزیز اور مجھے محبوب ہیں اور جو اس کے لیے تیار نہ ہوں، ان کو میری طرف سے جواب ہے اور مجھے ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ صاف کہتا ہوں کہ جو اللہ کے راستے میں مستعد ہو، [illegible] ہو اور جو چاہے مجھ سے جدا ہو جائے۔" مولانا عبدالحی صاحب نے فرمایا کہ: "حضرت نے حق ادا کر دیا۔ اسی لیے ہم مسلمانوں کو چھوڑ کر حضرت کا دامن پکڑا ہے۔" [illegible] صاحب اور شاہ ابوالحسن صاحب خلیفہ حضرت شاہ غلام علی صاحب نے فرمایا کہ ہم بھی حضرت کے ساتھ ہیں [illegible]

[illegible] سید صاحب نے [illegible]

[illegible] آپ کی [illegible]

---

(۱) [illegible]

محمد اسحٰق صاحب مرحوم کی بیوہ) بھی موجود ہیں۔ سید صاحبؒ بعجز و انکسار اُن سے کہتے ہیں کہ اگر آپ بھی ہاتھ لگائیے تو اُس کو گھر پہنچا دیں۔ اوّل تو بوجھل ہونے کی وجہ سے انھوں نے عذر کیا۔ مگر آپ کے اصرار سے اُنھوں نے منظور کیا اور دونوں نے مل کر اُسے گھر پہنچا دیا۔

آپ کا معمول تھا کہ روزانہ نمازِ فجر کے بعد حلقے میں توجہ دیتے تھے۔ اس روز آپ نے اس کو ملتوی رکھا اور مولانا عبدالحی اور مولانا اسمٰعیل سے فرمایا کہ آج مراقبہ نہیں ہوگا۔ آج میں نے عجیب خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر دیجیے۔

اُن حضرات نے خواب سُن کر فرمایا کہ آپ ہی تعبیر بھی دیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس کی تعبیر یہ ڈالی ہے کہ ہنڈیا جو کھانا پکنے کا ذریعہ ہے انسان کی زندگی کا سبب ہے۔ زندگی دو طرح کی ہے: دُنیوی زندگی اور اُخروی زندگی۔ اتباعِ سُنّت ایسا طعامِ روحانی ہے جس سے حیاتِ اُخروی وابستہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ بعض احکامِ شریعت جو قرآن میں منصوص اور دیارِ عرب اور مرکزِ اسلام میں رائج ہیں، ہمارے ملک میں خصوصاً شرفا اور خاندانی لوگوں میں بالکل متروک بلکہ سخت معیوب ہیں اور لوگ اُن کے منافع و برکات کو بالکل خاطر میں نہیں لاتے اور ہندوستانی رسم و رواج کے پابند ہیں۔ انھیں شرعی احکام میں سے ایک اہم حکم بیوہ کا نکاحِ ثانی ہے جس کے متعلق قرآن شریف میں صاف صاف حکم موجود ہے وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ (۲۴ : ۳۲)[۱] لہٰذا میں اس سنّت کا اجرا اوّل اپنی ذات سے اور اپنے خاندان سے کروں گا۔ جب اپنے یہاں سے اس کی ابتدا ہو جائے گی تو پھر اپنے دوستوں اور اہلِ تعلق سے اس کا مطالبہ کروں گا۔ قرآن شریف میں آتا ہے أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ[۲] (۲ : ۴۴)

یہ فرما کر آپ گھر تشریف لے گئے اور سب عزیز قریب مستورات کو جمع کر کے اُن

---

(۱) اور تم میں جو بے نکاح ہوں اُن کا نکاح کر دیا کرو اور تمھارے غلاموں اور لونڈیوں میں جو نیک بخت ہوں اُن کا بھی۔ (۲) کیا غضب ہے کہ اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے۔

کہ آپ سے بیعت و ارادت کا تعلق تھا۔ دوپہر سے زوال تک اُن کے سامنے تقریر فرماتے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ

"اسلام یہ نہیں ہے کہ زبان سے کہے کہ میں مسلمان ہوں یا گائے کا گوشت کھائے یا ختنہ کرائے یا مسلمانوں کی رسم میں شریک ہو اور ان کی مجلسوں میں بیٹھے بلکہ اسلام یہ ہے کہ اس کے تمام احکام کی تعمیل کرے یہاں تک کہ وہ اپنے محبوب بچے کو حضرت ابراہیمؑ کی طرح خوشی خوشی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کے لیے تیار ہو جائے اور منہیات سے لے کر مکروہات تک اس طرح اجتناب و احتراز کرے کہ اگر ان کا خیال بھی دل میں پیدا ہو تو چالیس روز تک استغفار کرے۔ انھیں چیزوں میں سے پہلا دل کا دوسرا استخفاف منکرات ہے۔ مثلاً جو عورت بیوہ ہو کر جوان ہو، اس کا نکاح ثانی کرنا بہت بُرا سمجھنا، جیسا ہند کے یہاں کفر و شرک ہے اور جو بیوہ اپنا نکاح کر لے اس کو بدذات عورت اور بے حیا سمجھنا اور قحبہ کا خطاب دینا اور اس کو طعن و بدنام کرنا اور ساری عمر بیوہ کو زندہ درگور کرنا اسی قبیل سے ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بات کہاں تک پہنچتی ہے۔ ان کو نہیں معلوم کہ حضرت صدیقہؓ کے سوا تمام اُمہات المومنین بیوہ تھیں۔"

آپ نے یہ وعظ ایسے جوش و رقت سے کہا کہ اہلِ مجلس میں سے اکثر بےہوش ہو گئے اور دیر تک روتے رہے۔ اور ایک دن جب آپ نے اسی طرح تقریر کی، اپنی خالہ صاحبہ سے جو مولانا سید عبدالحی صاحب کی بیوی کی چھوٹی بہن تھیں، اتفاقاً بڑی شفقت و محبت سے کہا کہ آپ مثل حضرت اسمٰعیلؑ کے اس سنت کے احیا اور نکاح ثانی کے لیے آمادہ ہو جائیں۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ یہ رشتہ میں حظِ نفس کے لیے نہیں کرتا، محض سنت کے جاری کرنے اور ہندوستان کی ایک رسمِ جاہلیت کو مٹانے کے لیے کرنا چاہتا ہوں۔ غرض دو تین دفعہ ایسی گفتگو میں وہ خاموش ہو گئیں۔ آخر کار [illegible] راضی ہو گئیں اور ایک مدت [illegible]

کے بعد ہندوستان میں شرفا کے خاندان میں یہ مبارک تقریب ہوئی۔

سیّد صاحب نے اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ شاہ عبدالعزیز صاحب اور اپنے خلفا سے اور شاہ اسمٰعیل صاحب سے خط لکھوائے جن میں اس واقعے کی تعریف اور سنّت کی ترغیب دی۔ چنانچہ جواب میں خطوط آئے کہ اس پر عمل کیا گیا اور یہ سنّت جاری ہو گئی۔

نصیر آباد کا ہنگامہ قصبۂ نصیر آباد رائے بریلی سے دس کوس کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ سیّد صاحب کے اجداد کا وطن اور آپ کے خاندان کا ایک مسکن ہے۔ مولوی دلدار علی صاحب شیعہ مجتہد یہیں کے رہنے والے تھے۔ ۲۶ محرم کو نصیر آباد کا ایک آدمی خط لے کر آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ اس سال نصیر آباد کے اکثر سُنّی سادات و شرفا اپنے وطن سے دور نوکریوں پر گئے ہوئے ہیں۔ قصبے میں بہت کم اہلِ سُنّت رہ گئے ہیں۔ قصبے میں شیعہ حضرات کی بڑی آبادی ہے اور وہ ہر طور پر مقتدر ہیں۔ جو لوگ باہر ہوتے ہیں وہ بھی گھر آ کر محرّم کرتے ہیں۔ مجتہد صاحب کے وطنی تعلق و سلطنت کی سرپرستی اور حمایت کی وجہ سے یوں بھی ان کو قوت حاصل تھی۔ اس سال سب نے اتفاق کیا کہ تبرّا علانیہ کہا جائے۔ سُنّیوں سے انھوں نے کہہ دیا ہے کہ اگر آپ کی دل آزاری ہو تو ایک دو دن کے لیے اہل و عیال لے کر قصبے سے باہر چلے جائیں۔ یہ ارشاد پکار کر مشہور کیا گیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ نصیر آباد کے بھائیوں نے بڑی منّت کے ساتھ التجا کی ہے آپ اس موقع پر تشریف لے آئیں تاکہ یہ فتنہ دفع ہو۔ بعض لوگوں کی رائے تھی کہ اپنے بھائیوں کی ضرور مدد کرنی چاہیے۔ بعض کہتے تھے کہ یہ سلطنت سے براہِ راست ٹکراؤ ہے۔ اس سے فتنہ بڑھ جائے گا، بچنا چاہیے۔ لیکن سیّد صاحب نے پختہ عزم فرما لیا اور قصبے کو کہلا بھیجا کہ سب مطمئن رہیں، ہم سب آتے ہیں۔

نصیر آباد کو روانگی یہاں وزیر علی کہتے ہیں کہ آپ نے حکم دیا کہ جو ہمارے ساتھ چلنا چاہیں گے تو چند ہی لوگوں کو ولی بنا کر تقسیم کر دو اور کچھ نہیاں سے ہی ساتھ ہو لیں اور

---

(۱) مخزنِ احمدی، صفحہ ۹۴ (۲) مخزنِ احمدی، صفحہ ۹۵

[illegible]

[illegible]

[illegible] اور اپنے لوگوں سے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] نصیر آباد [illegible]

[illegible] اندیشہ [illegible]

[illegible] کی نسبت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] آنے کی [illegible]
[illegible] چنانچہ بعض بعض معززین ایک ایک
[illegible] آپ کے پاس آتے [illegible] خوش خلقی اور محبت سے
[illegible] کی باتیں ہیں۔

[illegible]

شر تیب پیدا ہو تو یہ عظیم الشان [illegible] ضبط نہ ہو جائے۔ انھوں نے بار بار دوست [illegible] دریافت کیا کہ سید صاحب جو اس شہر میں قیام فرما تھے ہیں اور تمام [illegible] شہر کے ہزاروں ہزار مسلمان اُن کے مرید ہو گئے ہیں اور جن کے وعظ و نصیحت کا شہرہ تمام ہندوستان میں ہے یہاں تک کہ حضور پر نور نے بھی اُن سے ملاقات کا شوق ظاہر فرمایا تھا (۲)، معلوم نہیں [illegible] صاحب نے [illegible] سمجھ کر چند [illegible] کے دوران کی بڑی برادری کے قلع قمع کرنے کا [illegible] اپنے [illegible] تبلیغات کے معاملے میں کچھ نہ [illegible] کیا کروں [illegible] (۳) [illegible] [illegible] [illegible] سید صاحب [illegible] [illegible] معتقد ہے۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کر سکے۔ (۳) [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کو [illegible]

[illegible]

---

(۱) [illegible]

[illegible] کے ساتھ [illegible] سید صاحب [illegible]
[illegible] کوئی اشتعال انگیز بات نہ کرنے پائے [illegible] کے وقت
[illegible] صاحب نے [illegible] فقیر محمد خاں نے [illegible]
[illegible] خدمت [illegible] پیش [illegible]

اس واقعے کی [illegible] لکھنؤ میں شہرت ہو گئی۔ مجتہد صاحب نے شیعہ [illegible]
[illegible] سید صاحب سے مقابلہ [illegible] بالکل [illegible]
[illegible] وقت کسی نہ کسی طرح [illegible] چنانچہ [illegible]
[illegible] سید صاحب نے اسے منظور کیا [illegible]
[illegible] کہ آئندہ [illegible] اور [illegible]
[illegible] لکھنؤ [illegible] شہر [illegible]
[illegible] سید صاحب کے پاس [illegible]۔[2]

[illegible] کے قریب پہنچے تو سید صاحب نے [illegible]
[illegible] عرض کیا کہ [illegible]
[illegible] آپ [illegible]
[illegible] سید صاحب نے فرمایا کہ [illegible]
[illegible] مصلحت ہوئی ہے [illegible]
[illegible] استقامت کا موقع [illegible]

[illegible] کے لشکر کی آمد کی خبر سن کر سید صاحب کے پاس [illegible]
[illegible] وغیرہ [illegible]
[illegible] پامال ہو جائیں گے [illegible]

---

(۱) [illegible] (۲) [illegible] (۳) [illegible] (۴) [illegible]

کیں گے اور پیروں سے روند کر برباد کر دیں گے اور ہمارا سخت مالی نقصان ہوگا۔ آپ نے اُن کو اطمینان دلایا اور خوزادے کو کہلا بھیجا کہ ہمارے اور شیعوں کے درمیان صلح ہو گئی ہے۔ ان کے جوار اور موٹھ وغیرہ کے کھیت میں تم میں سے کسی کا گھوڑا ٹٹو نہ جانے پائے۔(۱)

لشکرِ لکھنؤ کی آمد کی اطلاع سُن کر قرب و جوار کے مسلمانوں اور مختلف فوجی عہدہ داروں نے پیغامات بھیجے کہ ہم بھی سامانِ جنگ اور توپ خانے کے ساتھ پہنچ کر آپ کی مدد کریں گے۔ آپ نے اُن کو جواب کہلا بھیجا کہ آپ کے زحمت فرمانے کی بالکل ضرورت نہیں، ہماری خوشی اسی میں ہے کہ آپ اپنی جگہ رہیں۔(۲)

اس عرصہ میں تمام ہمراہیوں اور وارد و صادر کی ضیافت سیّد صاحب ہی کی طرف سے ہوتی رہی۔ "وقائع" میں ہے کہ کسی روز چھ سو آدمی کھاتے تھے۔ ایک روز نو سو آدمیوں نے کھانا کھایا۔(۳)

کھانے کی جو مقدار پکتی تھی اُس کو کھانے والوں کی تعداد سے کوئی مناسبت نہ تھی، لیکن لوگ شکم سیر ہو جاتے اور کھانا بچ جاتا۔ خوزادہ آیا تو وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس لنگر کا مہمان ہوا۔ خوزادے نے اس منظر کو دیکھ کر تعجب کیا تو سیّد صاحب نے فرمایا کہ "ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے محتاج بندے ہیں، نہ کہیں کے حاکم، نہ والی۔ ہم کہاں سے لاتے جو اتنے لوگوں کو کھلاتے؟ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کے کھانے میں اپنے فضل و رحمت سے اسی طرح برکت کرتا ہے"۔(۴)

خوزادے نے اور اس کے لشکر کے سو سواروں نے سیّد صاحب سے بیعت کی اور لکھنؤ واپس گیا۔ معتمد الدولہ اور فقیر محمد خاں کی نذریں آپ نے واپس کر دیں، فرمایا: "ہم اُن کے حق میں دعا کریں گے، ان نذروں کی ضرورت نہیں"۔(۵)

---

(۱) تاریخ احمدی، صفحہ ۱۰۵ (۲) منظورہ " (۳) "وقائع" صفحہ ۵۲۵

(۴) "وقائع" صفحہ ۵۲۷ (۵) "وقائع" صفحہ ۵۲۳

اس موقع پر لوگوں نے سید صاحب کے [illegible]

[illegible] کا نمونہ دیکھا اور اس [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] سید صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible] سید صاحب [illegible]

[illegible]

نواں باب

حج کا عزم اور اس کی تبلیغ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] پر اس فتوے کی [illegible] شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] صفحہ ۵۵۰

شاہ عبدالعزیزؒ کی تصریح و اعلان

شاہ صاحبؒ اس خط میں تحریر فرماتے ہیں:-

مشفقِ من! از فحوائے مضامینِ جوابِ اول چنیں مستنبط شود کہ بزرگانِ مذکور بجز دو چار رقعہ‌ہائے معروفہ کہ سندِ آنہا پیشِ دانشمندانِ ایں فن ظاہر و باہر است از ادراکِ کتبِ دینیہ معتبرہ کہ مدارِ دینِ متین بر آن ست بہرۂ وافی نمی دارند و از تحصیلِ علمِ فقہ و اصول ذخیرۂ وافی نچیدہ اند محض صرفِ اوقات در تحصیلِ منطق نمودہ و درستیِ ایں ہمہ در مواجہۂ ناقدانِ فنِ مذکور محال و اشکال ست۔ دریں صورت سندِ احوالِ مبینۂ ایشاں ساقط از پایۂ اعتبار تصور توان کرد و بر احکامِ آنہا عمل نمودن سراسر راہِ ضلالت و بطالت پیمودن است۔ از ایں عقائدِ شنیعہ حق سبحانہ و تعالیٰ جمیعِ مومنین را مامون و محفوظ دارد و توفیقِ طاعتِ خود روزی کند۔

مشفقِ من! جوابِ اول کے مضامین سے ایسا پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات دو چار مشہور رقعوں کی کتابوں کے سوا، جن کی سند درجۂ اعتبار فنِ فقہ کے واقفوں کے نزدیک کچھ بلند نہیں، معتبر کتبِ دینیہ کے علم سے، جن پر دین کا دار و مدار ہے، بہرۂ وافر نہیں رکھتے اور علمِ فقہ و اصولِ فقہ کی انھوں نے کافی تحصیل نہیں کی ہے صرف منطق کی تحصیل میں اوقات گزاری کی ہے، ان چیزوں کی توثیق ناقدانِ فن کے نزدیک محال اور نہایت دشوار ہے۔ اس صورت میں ان کے بیان کردہ حالات کی سند درجۂ اعتبار سے گری ہوئی سمجھی جائے گی اور ان کے احکام پر عمل کرنا سراسر گمراہی اور بے عملی ہے۔ حق تعالیٰ ایسے بُرے عقائد و خیالات سے تمام مسلمانوں کو مامون و محفوظ رکھے اور اپنی طاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

و مضمونِ جوابِ ثانی امام المنصفین فخر المحدثین سرآمدِ علمائے محققین و [illegible] مطابق و موافقِ احادیثِ قویہ و کتبِ اصول

دوسرے جواب کا مضمون جو منصفین کے امام، فخر المحدثین، سرآمد علمائے محققین مولوی عبدالحی صاحب [illegible] کا لکھا ہوا ہے اور احادیثِ قویہ اور اصول و

فقه حنفیه چنانچه [illegible] دستخط ایشان
تصحیح و مهر ثبت نموده شد [illegible]
فرمایند تا که اطمینان [illegible] خواهد گردید۔
و فرق [illegible] دستخط [illegible] فقیر
و ضرورت بودن مهر و دستخط [illegible]
[illegible] تعلیقات [illegible] نوشت [illegible]
در [illegible] حدیث و فقه و [illegible] و
[illegible] کمتر نیستند۔ مهر و
دستخط ایشان گویا دستخط فقیر است [illegible]
جناب باری عز اسمه که شامل حال
[illegible] است [illegible] نعمت
[illegible] و [illegible] تعلق
[illegible] ترتیب [illegible] گزیند
[illegible] شریعت
[illegible] دعا
[illegible] نجات [illegible] است۔
[illegible] مولوی [illegible] از
[illegible] که [illegible]
[illegible] ایشان [illegible]
[illegible] کلمات
[illegible] حدیث [illegible]

فقہ کی معتبر کتابوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ اُن کی
مُہر و دستخط کے [illegible] تصدیق
کرنی چاہئے [illegible] تا کہ اطمینان [illegible] ہو جائے۔
یہی ضرورت ہے کہ [illegible] مُہر و دستخط
[illegible] ان
[illegible] دونوں [illegible]
حدیث و فقہ و [illegible] میں مجھ سے کم نہیں ہیں
ان کی مُہر اور دستخط گویا میری [illegible] ہیں۔
اللہ تبارک و تعالیٰ کی جو عنایت ان دونوں عزیزوں
[illegible] کے شامل حال ہے [illegible] نعمت [illegible] کا شکر
مجھ سے [illegible] نہیں ہو سکتا۔ حق تعالیٰ ان [illegible] سے
بھی [illegible] ان لوگوں کے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] مولوی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] کلمات [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] لیکن [illegible] امر حق [illegible] افغان [illegible]
[illegible] لہذا چشم پوشی در حق مناسب
[illegible] استغنا بکنند [illegible]
[illegible] مطلع باید نمود ۔ [illegible]
[illegible] قد ۔
[illegible]

لہذا حق سے [illegible] چشم پوشی مناسب
معلوم [illegible] استغنا [illegible]
[illegible]
اس وقت [illegible]
کی گئی ۔

[illegible] عن
[illegible] بقول الحق وھو [illegible]
[illegible]
[illegible] ۔
[illegible] کشید [illegible]
[illegible] قریب [illegible]
[illegible] ہندوستان [illegible] نوشت
[illegible]
[illegible]

اور [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ۔
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ۔

[illegible] [illegible]
[illegible] مسلمانوں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] مسلمانوں [illegible]

خیر و برکت اور باہمی اُلفت و محبت، اور اس خیرِ کثیر کی سعادتوں کے ساتھ جو اس قافلہ کے ساتھ چلتا تھا حج کا سفر کیا ہو۔ ہندوستان میں بعض مسلمان سلاطین گزرے ہیں جن پر حج فرض تھا، وہ چاہتے تو ہزاروں مسلمانوں کو اپنے ساتھ حج میں لے جانے کی قدرت رکھتے تھے اور بڑے بڑے مشائخ جن کے دامن سے لاکھوں مسلمان وابستہ تھے، لیکن اس شان کا حج نصیب نہیں ہوا کہ وہ تاریخ میں ثبت ہو، مشائخ کے سیر و تراجم ہیں۔ جب تک یہ قافلہ سفر میں رہا، ہندوستان کا وہ خطہ جو اس کی گزرگاہ تھا ایک جنبش میں تھا، پھر اس کے بعد بھی دینی حمیت و دینی جوش کا ایک عظیم سیلاب تھا جس میں شرک و بدعت، فسق و فجور اور بہت سے رسوم جاہلیت خس و خاشاک کی طرح بہے جاتے تھے۔ ہندوستان کا پورا شمالی مشرقی علاقہ جو آج کل صوبہ متحدہ، بہار، بنگال پر مشتمل ہے اس کے فیض سے گلزار ہو گیا۔

ترغیبِ حج سید صاحب نے حج کا قصد فرمایا اور اہل تعلق کو اس کی اطلاع دی اور اہل دولت و ثروت نیز اور جہاں جہاں حضرت کے متعلقین تھے خطوط لکھوائے کہ:

اس نیت سے سفرِ ہجرت کی کچھ تقریب مرتفع ہے، یہی بہتر ہے کہ پہلے حج کو جائیں، سو جن بھائیوں کا ارادہ ادائے حج کے واسطے ہمارے ساتھ چلنے کا ہو، یہاں آ کر ساتھ ہو لیں۔[1]

یہ خطوط بڑی تعداد میں سید محمد علی کے قلم سے اور سید زین العابدین سے لکھے۔ اُن خطوں کا مضمون یہ تھا:

> ہم ارادہ حج کے واسطے بیت اللہ شریف کو رکھتے ہیں، جن بھائیوں کو حج کرنا منظور ہو، ان کو چاہیے کہ اس شرط سے ساتھ ہو لیں کہ جو کچھ پاس نہ [illegible] [illegible] اپنے توکل کر کے جاتے ہیں [illegible] [illegible] ہے کہ وہ [illegible] فضل سے ہماری [illegible] اور [illegible] رکھتے ہیں [illegible]

---

(۱) وقائع احمدی، صفحہ ۵۶۱

تو لوگ محنت مزدوری کریں گے۔ جب بحری سفر شروع ہوگا تب وہاں سے آگے کو روانہ ہوں گے۔ اور جو ضعیف عورتیں اور مرد مزدوری کے قابل نہ ہوں گے وہ اپنے ڈیروں کی نگہبانی پر رہیں گے اور اسی طرح ہم کمانے والے اور وہاں رہنے والے سب ایک جگہ ہوں گے۔(۱)

اسی مضمون کے خطوط مولانا عبدالحی صاحب کو قصبہ بڈھانہ میں، مولانا محمد اسماعیل صاحب کو دہلی اور پھلت میں مولوی وجیہ الدین، ان کے بھائی حافظ قطب الدین، ان کے والد حافظ [illegible] مولوی وجیہ الدین، بھتیجے مغیث الدین اور ان کے بھتیجے شہاب الدین وغیرہ کو لکھے۔

اس عرصے میں خاندان والوں کو آپ برابر ترغیب دیتے رہے کہ وہ بھی ہمراہ چلیں۔ وہ چونکہ اس قافلے کی بے سروسامانی اور ظاہری تہی دستی سے زیادہ واقف تھے، ان کو اس اولوالعزمی پر اور زیادہ حیرت اور اس عظیم الشان سفر کے بارے میں زیادہ تامل تھا۔ آپ نے ان کو اس سفر پر آمادہ کیا، تو وہ کہنے لگے:

> جو لوگ ہندوستان میں مال دار اور صاحب مقدور ہیں اور حج کا ادا کرنا ان پر فرض ہے بعض علما انہیں پر حج فرض ہونے میں اختلاف کرتے ہیں کہ جیسے راستے کے دشمن نہ ہوں اسے شریعت نے بیت اللہ تک پہنچنے کی شرط ہے۔ سو اس کا یہ حال ہے کہ جہاز کی سواری کے بغیر وہاں جانا ممکن ہے اور دریا میں تلف جان و مال دونوں کا خوف ہے۔ اس سبب سے ہند پر اس سے حج فرض نہیں ہے اگرچہ کیسا ہی زر دار ہو، اور ہم کے پاس تو ایک ذرہ بھی خرچ موجود نہیں ہے۔ اس بے سروسامانی کے باوجود جو آپ خلقت کو جمع کر دو، دوسرے لوگوں کو سفر حج کے واسطے بلاتے ہیں اور ہم سے بھی فرماتے ہیں شاید ہم اپنے ساتھ ان کو بھی خراب اور حیران کریں گے۔(۲)

آپ ان سے کہتے تھے کہ "ان شاء اللہ تعالیٰ تم اور آپ ساتھ ہی ہوں گے، راستے میں

---

(۱) وقائع، صفحہ ۵۶۲ (۲) وقائع، صفحہ ۵۸۰، ۵۸۱

چل کر دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو کس طرح اپنی قدرت اور عنایت سے کھانا پہنچاتا ہے اور طرح طرح کی نعمتوں سے پرورش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک سے یہ یقین کامل ہے کہ وہ سب اپنے عاجز و محتاج بندوں کو یہاں سے حرمین شریفین کو بآرام تمام پہنچا دے گا اور پھر وہاں سے خیر و عافیت کے ساتھ یہاں لائے گا۔

خاندان میں سے آپ کے بھتیجے سید محمد یعقوب، اُن کی والدہ ماجدہ، آپ کے پیارے بھتیجے مولوی سید محمد علی، سید محمد علی، سید حمید الدین، سید عبدالرحمٰن اپنی والدہ اور اہل و عیال کے ساتھ، آپ کے ماموں زاد بھائی حافظ سید محمد، مولوی سید محمد ظاہر، سید محمد نصیر اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اوّل روز سے آپ کی ہمراہی کے لیے مستعد و تیار تھے۔(۲)

آپ کے بھتیجے مولوی سید محمد علی ابتدا میں تنہا سفر کے لیے تیار تھے۔ جب انہیں اس سے پہلے کا ارادہ معلوم ہوا، سید صاحب نے اُن سے فرمایا کہ جب ہمارے تینوں بھائی اپنے اہل و عیال ہمارے ساتھ عازمِ سفر ہیں تو تم تنہا اپنے بچوں اور متعلقین کو کیوں چھوڑتے ہو؟ مولوی محمد علی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ جہاز کا خطرہ اور سمندر کا خوف معلوم ہے۔ اس سے اندیشہ معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا: بھائی اگر موت کا اندیشہ ہے تو تم نے یہ نہیں سنی کہ مرگِ انبوہ جشنے دارد؟ اگر بالفرض اس سفر میں موت آ بھی گئی تو ہم سب کا نام نیکی میں لکھا جائے گا اور شہادت کی وہ دولت جس کا ملنا مشکل ہے، ہم سب کو نصیب ہو گی۔ اس گفتگو کے بعد سید محمد علی صاحب نے بھی اپنے متعلقین کو ہمراہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔(۳)

اس دعوت و تبلیغ اور خط و کتابت سے سارے ہندوستان میں شہرت عام ہو گئی کہ سید صاحب حج کو جاتے ہیں اور سب کو دعوت دیتے ہیں۔

(۱) [illegible] سے ثابت کی دلی ہوئی ہوگی۔ ان تجربہ اور تجربی ہوئی [illegible]

---

(۱) وقائع، صفحہ ۱۰۰۰ (۲) وقائع، صفحہ ۱۰۰۵ و ۱۰۰۶ (۳) مخزن احمدی، صفحہ ۶۱

شوق ظاہر کی۔ سید صاحب کی طویل معیت علمی و دینی کی رفاقت اور حج مقبول! اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہے؟ برسوں کے ارمان نکلنے کا وقت آگیا۔ لوگوں نے اپنی اپنی زمینیں اور جائدادیں بیچ کر تیاری کی۔ عازمین حج کے خطوط اور وفود آنے شروع ہو گئے۔

حج سے پہلے ایک تبلیغی دورہ اسی اثنا میں کانپور، گورکھ جہان آباد، لکھنؤ، فتح پور، اور قصبہ [illegible] کے باشندوں نے تشریف آوری کی درخواست کی۔ حضرت رائے بریلی سے روانہ ہو کر [illegible] قصبہ [illegible] ہوتے ہوئے [illegible] آدمیوں نے بیعت کی [illegible] ہوتے ہوئے کانپور تشریف لائے۔ سید [illegible] صاحب کے یہاں قیام [illegible] ہزاروں [illegible] بیعت سے مشرف ہوئے۔ منجملہ ان کے [illegible] کی بیوی بھی بیعت سے مشرف ہوئی۔ ایک روز [illegible] صاحب چار ہزار روپے کا [illegible] پیش [illegible] آپ نے [illegible] ہم مکان لے کر کیا کریں گے؟ [illegible] آپ نے فرمایا: اگر یہی بات ہے تو یہ مکان ہماری طرف سے [illegible] کر دو۔"(۱)

کانپور میں [illegible] مسجدوں میں گنتی کے لوگ نماز پڑھتے تھے، ان میں بکثرت بڑی بڑی جماعتیں ہونے لگیں، اور نئی نئی مسجدیں بن گئیں۔ ہزاروں آدمیوں نے [illegible] دی اور [illegible] موحد [illegible] ہو گئے۔(۲)

کانپور سے آپ گورکھ جہان آباد تشریف لے گئے، وہ ہزاروں آدمی بیعت [illegible]

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ [illegible] (۲) "وقائع" صفحہ [illegible]

[illegible] ہوئے۔ وہاں قصبہ [illegible] کے قاضی صاحب [illegible] بیعت [illegible] کی [illegible] سے [illegible] کی۔ آپ نے قبول فرمائی [illegible] آپ نے [illegible] کی مسجد میں قیام فرمایا اور اس قصبہ کے تمام مسلمان باشندے بیعت سے مشرف ہوئے۔ [illegible] آپ [illegible] تشریف لے گئے۔ ایک شب [illegible] قیام [illegible] سے [illegible] آپ سے [illegible] ہوئے۔ شیخ [illegible] تشریف لے گئے۔ [illegible] قیام فرمایا۔ اس [illegible] میں اکثر اہل شہر بیعت سے مشرف ہوئے۔ [illegible] سے [illegible] واپسی ہوئی۔ (۱)

[illegible] مولانا عبد الحی صاحب ایک قافلہ کے ساتھ [illegible] اور ڈلمؤ کے درمیان سفر [illegible] شامل ہو گئے تھے۔ اسی عرصہ میں مولانا [illegible] صاحب کا خط آیا کہ یہاں [illegible] پر [illegible] صاحب مولوی وجیہ الدین صاحب وغیرہ [illegible] قصبہ [illegible] کے [illegible] قطب الدین وغیرہ اور ان [illegible] سے اکثر صاحب نے اپنے اہل و عیال [illegible] سب کے [illegible] اور [illegible] کے لحاظ سے کشتیاں [illegible] چکے ہیں۔ (۲)

[illegible] ڈلمؤ [illegible] وغیرہ کے سواروں [illegible] سفر [illegible] کے ارادہ سے [illegible] آپ کے [illegible] اور [illegible] سے [illegible] بذات خود [illegible] (۳)

[illegible] جب [illegible] کے [illegible] میں اول [illegible] جس وقت [illegible] کر [illegible] کے [illegible] کا [illegible] پہنچ [illegible]

---

(۱) [illegible] (۲) [illegible] صفحہ [illegible] ثابت معلوم ہوتا ہے کہ [illegible]
[illegible] (۳) [illegible] صفحہ ۶۱

بہتوں کو فیض پہنچتا ہے اور خدمت کرتا ہے۔(۱)"

روانگی سے پہلے اور روانگی کے وقت جو بزرگانِ خاندان بیعت سے مشرف نہیں ہوئے تھے اور بعض بعض اس موقعہ سفر پر معترض تھے وہ بھی آکر اپنی تقصیر کے معترف اور بیعت سے مشرف ہوئے، ان آنے والوں میں مولانا سید محمد ظاہر شاہ کے بیٹوں صاحبزادے سید محمد یعقوب صاحب، سید محمد جیلانی اور سید صاحب کے بہنوئی سید محمد معصوم صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں، سید صاحب بہت مسرور ہوئے اور بڑے اخلاص و رقت سے ان حضرات کے لیے دعا کی۔

---

(۱) وقائع احمدی، صفحہ ۷۱۵

* * *

دسواں باب

رائے بریلی سے مرزاپور تک

روانگی

شوال کی آخری تاریخ دوشنبہ ۱۲۳۶ھ کو چار سو آدمیوں کے ساتھ آپ تکیے سے روانہ ہوئے۔ سارے تکیے کا اہل خلق آپ کے ساتھ تھا۔ سئی ندی کو پار کر کے دو میل سے آگے پر ان لوگوں کو رخصت کرنے کے لیے ٹھہر گئے تھے اور ان سے بیعت لینے کے لیے کچھ دیر توقف فرمایا۔ مولوی محمد یوسف صاحب کی تحویل میں جو آپ کے خازن تھے اس وقت چھ ہزار روپے تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے وہ سب روپے رائے بریلی کے غربا، مسکین، دھوبی، حجام اور شاگرد پیشہ لوگوں کو تقسیم کر دیئے اور ڈلمؤ کی طرف روانہ ہوئے۔(۱)

ایک میل چل کر ایک باغ میں آرام فرمایا تاکہ پیچھے سے آنے والے لوگ آملیں۔ اس وقت حاضرین مجلس میں سے ایک بزرگ نے کہا کہ: "اگر قافلے کے عدد کو شمار کر لیا جائے تو بہت اچھا ہے۔" آپ نے فرمایا: "مضائقہ نہیں۔ جس کا جی چاہے شمار کر لے۔" چنانچہ اہل قافلہ کو شمار کیا گیا اور چار سو پانچ یا چار سو سات آدمی شمار میں نکلے۔ ان کے علاوہ [illegible] تھے۔ آپ نے مولوی محمد یوسف صاحب سے دریافت فرمایا کہ: "اس وقت آپ کی تحویل میں کیا ہے؟" مولوی صاحب نے فرمایا کہ: "سات روپوں کے علاوہ ایک پیسہ نہیں ہے۔" آپ نے مسرور ہو کر فرمایا کہ: "یہ سات روپے بھی تو قافلے کا ایک دن کا بھی خرچ نہیں نکل سکتا۔ رائے بریلی کے غریبوں میں سے جو یہاں موجود ہیں اور جن کو پہلی تقسیم میں کچھ نہیں ملا ان کو دے دیجیے کہ آپس

---

(۱) مخزن احمدی، صفحہ ۲۲

یہیں بانٹ لیں۔" مولوی محمد یوسف صاحب نے اس کی تعمیل کی۔ اس وقت آپ نے برہنہ سر ہوکر دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھایا اور کہا کہ: "اے کریم کارساز! تُو نے اپنی اتنی مخلوق کو اپنے اس ذلیل بندے کے سپرد کر رکھا ہے۔ آپ ہی چارہ سازی فرمائیے اور اپنی مہربانی سے بخیر و خوبی اس پورے قافلے کو منزلِ مقصود پر پہنچا دیجیے۔"

اہلِ قافلہ کی کیفیت راستے میں ایک ہمراہی دُوسرے سے اپنی بے برگی اور بے سروسامانی کا تذکرہ کرتا، تو معلوم ہوتا کہ اس کا ساتھی اس سے بھی زیادہ بے سروسامانی کے ساتھ سفر کے لیے نکلا ہے۔ اس وقت ایک دُوسرے کو تسکین ہوتی۔ بعض لوگ جن کو سید صاحب کی صحبت کا شرف حاصل تھا، اس فکر و تردد پر ملامت کرتے اور توکل کی تلقین کرتے۔

قافلے کے ہمراہی راستے کے سرد و گرم برداشت کرنے کے لیے تیار اور تنگی ترشی میں خدا کے ذکر و شکر کے ساتھ رطب اللسان رہتے تھے۔ کبھی سخت بارش ہوتی، کبھی کڑاکے کی دُھوپ، دلدل اور کیچڑ، ندی نالے راستے میں ملتے۔ اگر کسی کا پاؤں پھسلتا، تو وہ ہنس ہنس کر خدا کا شکر ادا کرتا اور کہتا کہ "تیرے احسان کے قربان جائیے۔ راستے میں گرا ہوں، پچھلی تمام لغزشوں اور ہرزہ گردی کی تلافی یہی ہے۔" کوئی [illegible] حافظ کا یہ شعر حسبِ حال پڑھتا:(۲)

در بیاباں گر بشوقِ کعبہ خواہی زد قدم
سرزنشہا گر کند خارِ مغیلاں غم مخور

دو ہمراہیوں کا جھگڑا جب قنوج دو میل رہ گیا، تو آپ راستے کے قریب ایک باغ میں [illegible] کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ لوگوں نے دیکھا کہ دو سوار [illegible] آدمیوں کے ساتھ آ رہے ہیں۔ انھوں نے [illegible] پہنچ کر بیعت کی، پھر عرض کیا کہ "ہمارے جھگڑے کا فیصلہ فرما دیجیے۔ ہم دونوں حقیقی چھوٹے بڑے بھائی ہیں۔ [illegible] جب سے جناب کی آمد

---

(۱) "مخزنِ احمدی" صفحہ ۶۲-۶۳ (۲) "مخزن" صفحہ ۶۳

کی استطاعت ہوتی ہے، دعوت کی تیاری میں مشغول ہو گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں کھانا تیار کر کے اس مبارک سفر کی پہلی منزل میں پیش کروں گا۔ آج میں نے اس کی تیاری شروع کی تو یہ میرے چھوٹے بھائی میرے پاس آئے اور رنجیدہ ہوئے اور کہا کہ "میں تو تم سے پہلے سے سامان دعوت تیار کر چکا ہوں۔ آج میں حضرت کی ضیافت کروں گا۔ کل تمہاری باری ہے، تم ضیافت کر لینا۔ میرے اور ان کے درمیان اس پر سوال و جواب ہوا اور بات کچھ بڑھ گئی۔ قصبے کے معززین جمع ہو گئے۔ انھوں نے کہا کہ اس کا فیصلہ خود سید صاحب کی رائے پر چھوڑ دو، تم دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور اپنا معاملہ پیش کر دو۔ آپ جو فیصلہ کریں اس پر عمل کرو۔ اب ہم آپ کے فیصلے کے منتظر ہیں۔"

آپ نے ان کو ایک دوسرے کے حق میں ایثار کرنے اور دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینے کی ترغیب دی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ایثار کی ایک روایت سنائی جس سے دونوں متاثر ہوئے اور واپس چلے گئے۔

اس وقت آپ قصبے میں تشریف لے گئے، مغرب اور عشا کی نماز پڑھی۔ بڑی خلقت نے بیعت کی۔

رات کو بڑے بھائی نے تمام اہل قافلہ کی ضیافت کی۔ دوسرے روز چھوٹے بھائی کی طرف سے تمام اہل قافلہ کی دعوت ہوئی۔ جب تک آپ اس قصبے میں قیام پذیر رہے ہر روز طرفین کی طرف سے ہی کسی کو کسی وقت کھانا پکانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس دوران میں بڑے بڑے [illegible] [illegible] اطراف و جوانب سے آکر بیعت ہوئے اور بہت سے [illegible] مرید و معتقد ہو گئے۔(۱)

سید صاحب [illegible] روز [illegible] سید صاحب نے وعظ فرمایا [illegible] بدعت [illegible] سنت کی ترغیب دی [illegible] کے فضائل بیان کیے۔

[illegible] سید صاحب نے فرمایا [illegible] تم نے کس [illegible]

---

(۱) "مخزن احمدی" صفحہ ۶۴، ۶۵

اب چند باتیں ہماری بھی انشاءاللہ تعالیٰ نمازِ صبح کے بعد سُن لینا۔"

سب لوگ نماز پڑھ کر آپ کے پاس حاضر رہے۔ آپ نے فرمایا:-

حقیقی بھائیوں کے اخلاق

بھائیو، اگر تم سب اپنے گھربار چھوڑ کر حج و عمرہ ادا کرنے اس نیت سے جاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو، تو تم کو لازم ہے کہ آپس میں سب مل کر ایسا اتفاق اور خُلق رکھو، جیسے ایک ماں باپ کے نیک بخت بیٹے ہوتے ہیں۔ ہر ایک کی راحت کو اپنی راحت اور ہر کسی کے رنج کو اپنا رنج سمجھو اور ہر ایک کے کاروبار میں بلاعذر حامی و مددگار ہو اور ایک دوسرے کی خدمت کو ننگ و عار نہ جانو، بلکہ عزت و افتخار سمجھو یہی کام اللہ کی رضامندی کے ہیں۔ جب ایسے اخلاق تم میں ہوں گے، تو دیگر لوگوں کو شوق ہوگا کہ یہ عجیب قسم کے لوگ ہیں، ان میں شریک ہونا چاہیے۔

خدا کی پرورش پر بھروسہ

اللہ پر کامل توکل کرو۔ کسی مخلوق سے کسی چیز کی آرزو ہرگز نہ رکھو۔ رزاقِ مُطلق اور حاجت روائے برحق وہی پروردگارِ عالم ہے۔ اُس کے حکم کے بغیر کوئی کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ دیکھو تو جس وقت بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون اُسے روزی پہنچاتا ہے۔ پھر وہی بچے کو آسانی سے باہر لاتا ہے اور باہر لانے سے پہلے ماں کے پستان میں روزی تیار رکھتا ہے۔ پھر وہ لڑکا، اُسی کی تدبیر سے دودھ پیتا ہے اور جتنا چاہتا ہے اُتنا ہی پی لیتا ہے۔ باقی مکھی، ہوا، گرد و غبار سے محفوظ تازہ بتازہ ماں کے پستان میں رہتا ہے۔ پھر دوسرے وقت پیتا ہے۔ یہ اُسی پروردگار کی روزی رسانی ہے۔ پھر چند مدت میں دودھ چھڑا کر اور کھانے کی تعلیم فرماتا ہے۔ اسی طور سے پرورش کر کے جوان اور جوان سے بوڑھا کرتا ہے اور روزی اُس نے جس کی تقدیر میں جو کچھ لکھی ہے، وہ بہر صورت اُس کو بلا شک و بے شبہ پہنچے گی۔

خدا کا وعدہ برحق ہے

یہاں ایک دنی آدمی جو ہم لوگوں کی دعوت کر جاتا ہے، چاہے جھوٹ ہی کہہ جائے، ہم لوگ اس کے اعتماد پر اپنے گھر میں منع کر دیتے ہیں کہ ہمارے واسطے کھانا

نہ پہنچتا۔ فلاں کے یہاں ہماری دعوت ہے یا مثلاً غازی الدین حیدر والیٔ لکھنؤ اگر یہ بات کا وعدہ کر لے کہ میرے فلاں پیر کے ہمراہ کہ بیت اللہ شریف کو جاتا ہے جو کوئی جاوے زاد و راحلہ میں دوں گا تو ہزاروں آدمی خوشی خوشی جانے پر مستعد ہو جائیں۔ کچھ بھی اس کی وعدہ خلافی کا شک و شبہہ دل میں نہ لائیں۔ مجھ سے تو اس شاہنشاہ دو عالم پناہ قادر برحق رزاق مطلق نے وعدہ کیا ہے کہ جو لوگ تیرے ساتھ اس سفر میں ہیں ان کے کھانے پینے کا کچھ اندیشہ نہ کر، وہ سب میرے مہمان ہیں اور وہ اپنے وعدے کا سچا ہے کہ جس میں وعدہ خلافی کا احتمال کسی صورت بھی نہیں ہے، پھر میں کیونکر سچ نہ جانوں اور کس بات کا اندیشہ کروں؟ وہ آپ تم سب بھائیوں کی پرورش کرے گا۔

عورتوں کے سفر سے بچنے کا مشورہ سو کلام کا حاصل یہ ہے کہ جن بھائیوں کو یہ سبب [illegible] ہیں اور میرے کہنے کو سچ جانتے ہیں، وہ تو میرے ساتھ چلیں ہی، ان کے رنج و راحت کا شریک ہوں اور میری یہ رائے ہے کہ اپنی عورتوں کو سمجھا کر کہہ دیں کہ اب بھی میرے نزدیک بہتر ہے سفر کی تکلیف اٹھانے کو موقوف کریں۔ سفر میں ہر طرح کی تکلیف و مصیبت ہوتی ہے اور راحت بھی ہوتی ہے۔ پھر کوئی بھائی کسی بات کا گلہ شکوہ زبان پر نہ لاوے۔

[illegible] مجھ کو جناب الٰہی سے قوی امید ہے کہ اس سفر میں اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں سے ہزاروں آدمیوں کو ہدایت نصیب کرے گا اور ہزاروں ایسے لوگ کہ دریائے شرک و بدعت میں اور فسق و فجور میں غرق ہو رہے ہیں اور زمرہ اہل سنت سے نکلتے جاتے ہیں، وہ پکے موحد اور متقی ہوں گے۔

آج کے حج کی [illegible] اور جناب الٰہی میں میں نے اہل ہند کے لیے بہت دعا کی کہ الٰہی ہندوستان سے تیرے کعبے کی راہ مسدود ہے، ہزاروں مالدار بسبب نہ جانے کے مر گئے اور اکثر ہندوستان کے رہنے سے کہ رستے میں امن نہیں ہے حج سے محروم رہے

اور ہزاروں صاحبِ ثروت اب جیتے ہیں اور اسی وسوسے سے نہیں جاتے۔ سو اپنی رحمت سے بسیار راستہ کھول دے کہ جو ارادہ کرے بے دغدغہ چلا جائے اور اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم نہ رہے۔ میری یہ دعا اس ذاتِ پاک نے مستجاب کی اور ارشاد ہوا کہ حج سے آنے کے بعد یہ راستہ علی العموم کھول دیں گے۔ سو ان شاء اللہ جو مسلمان بھائی زندہ رہیں گے وہ یہ حال بچشمِ خود دیکھیں گے۔"(۱)

ڈلمئو میں قلعے کے اندر لبِ دریا بارہ دری میں قیام تھا۔ بکثرت مردوں اور عورتوں نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بہت سے شرفا کی مستورات بارہ دری میں قافلے کی مستورات سے ملنے آئیں اور بعض مستورات کی بیعت کے لیے بعض بعض لوگوں کے مکان پر اُن کی درخواست پر خود بھی تشریف لے گئے۔(۲)

سفر کا آغاز ١٠ پنجشنبہ ۲ ذی قعدہ کو سامان و اسباب کشتیوں پر بار کیا گیا۔ جمعہ کے دن صبح کے وقت سید صاحب نے قافلے کے تمام ہمراہیوں کو جمع کر کے ہر چند آدمیوں پر ایک شخص کو امیر اور فرضے دار اور خدمات مقرر کر دیا اور پورے سفر کے لیے امارت اور جماعت کا انتظام قائم کر دیا۔

دوپہر کے وقت گیارہ کشتیوں میں مردوں کی آمد و رفت بند کر دی گئی تھی اور پردہ نشین ١٥ عورتیں بارہ دری سے دریا کے کنارے تک پیدل گئیں۔ پہلی کشتی میں [illegible] و شاہ آباد کی مستورات سوار ہوئیں، دوسری کشتی میں پھلت کی مستورات اور تیسری میں لکھنؤ وغیرہ کی بی بیاں۔ [illegible] چوتھی کشتی میں قافلے کے [illegible] پانچ سو روپے [illegible] پشتیاں [illegible] پڑی نہیں۔(۳)

جمعہ کی نماز پڑھ کر حضرت کشتی پر سوار ہوئے [illegible]

---

(۱) وقائع احمدی، صفحہ ۱۹۹، ۲۰۰۔ (۲) مکتوب سید جعفر علی [illegible] منظورۃ السعداء [illegible] (۳) مکتوب سید جعفر علی [illegible] (۴) مخزن احمدی، صفحہ [illegible]

روپے لائے کہ بس یہی باقی ہیں۔ آپ نے وہ بھی محتاجوں کو دے دیے اور سوار ہونے کے وقت آپ کے خزانے میں ایک پیسہ بھی باقی نہیں رہا۔ فرمایا: "پروردگار کا خزانہ بھرا ہوا ہے۔"(۱)

کشتیوں پر سوار ہوتے وقت موضع دستی کے کچھ لوگوں نے اور شیخ مظہر علی صاحب نے آکر عرض کیا کہ دور دور سے لوگ آکر بیعت کے لیے ہمارے مکان پر جمع ہیں اور ہم نے تو [illegible] کا سامان بھی کر لیا ہے۔ اسی راستے سے تشریف لے چلیں۔ آپ نے مولانا عبدالحی صاحب سے فرمایا کہ "جن لوگوں کے متعلقین نہیں ہیں، ان کو اپنے ساتھ دریا کے کنارے کنارے لے چلیں اور اس موضع میں پہنچ کر وعظ و نصائح کا سلسلہ شروع فرمائیں۔ ہم کشتی سے آتے ہیں۔"(۲) اس کے بعد بھی کشتیوں پر سب کی جگہ نہ تھی۔ اس لیے حضرت نے حکم دیا کہ مولوی محمد یوسف صاحب ساتھ خشکی کے راستے سے روانہ ہو جائیں۔ باقی [illegible] کشتیوں [illegible] سوار ہوئے۔ خود حضرت اپنے متعلقین کی کشتی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔(۳)

شام کو مغرب کی نماز آپ نے کشتی پر پڑھی۔ نماز کے بعد آپ نے سورۂ فاتحہ پر وعظ فرمایا۔ کشتیاں جب دستی کے سامنے پہنچیں تو دریا کا منہ زور تھا، کشتیاں ٹھہر نہ سکیں اور آگے بڑھ گئیں۔ جو لوگ منتظر کھڑے تھے، انھوں نے آوازیں دیں اور ملاحوں نے رستوں سے کھینچ کر [illegible] شب گزر جانے کے بعد موضع کے سامنے ٹھیرایا۔ شیخ مظہر علی صاحب پر تکلف کھانا پکوا کر پالکیوں پر رکھ کر لائے تھے، جو قافلے کو تقسیم ہوا۔ ہر ایک نے سیر ہو کر کھایا، جو باقی بچا وہ ناشتے کے لیے رکھ لیا گیا۔ مولوی محمد یوسف صاحب بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ خشکی کے راستے سے آکر قافلے سے مل گئے۔ اس قصبہ کے [illegible] سواری لے کر آئے اور حضرت کو اپنے مکان پر لے گئے اور وہاں کے کل مسلمان آپ کی بیعت میں داخل ہو گئے۔ مردوں اور عورتوں میں سے کوئی باقی نہیں بچا۔(۴)

---

۲۰ [illegible] | [illegible]

(۱) منظورۃ السعداء (۲) منظورہ (۳) مکتوب [illegible] (۴) مکتوب [illegible]

مبارک پر بیعت کی تھی۔ پھر اگلے دن صبح ڈیڑھ پہر دن چڑھے تک بیعت کی دھوم رہی۔ شیخ ظہر علی صاحب کے دو ڈیڑھ سو آدمی جمع تھے، سب نے بیعت کی۔ آپ نے تمام بیعت کرنے والوں سے فرمایا کہ "بھائیو! بیعت کرنے کا حاصل یہ ہے کہ تم جو کچھ شرک و بدعت کرتے ہو، تعزیہ بناتے ہو، نشان کھڑے کرتے ہو، پیروں و شہیدوں کی قبریں پوجتے ہو، ان کی نذر و نیاز مانتے ہو، ان سب باتوں کو چھوڑ دو اور سوائے خدا کے کسی کو اپنے نفع و ضرر کا مالک نہ جانو اور پھر ایسی حرکت نہ کرو۔ اگر یہ شرک و بدعت کرو گے تو فقط بیعت سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔"

بستی کے بہت لوگوں نے اسی وقت اپنے اپنے تعزیوں کے چبوترے کھود ڈالے، نشانوں اور پنجوں کی جو کچھ چاندی تھی، لا کر آپ کے نذر کی کہ آپ اسے اپنے مصرف میں لائیں۔[1]

آپ نے مولانا شاہ اسحاق صاحب کو درس قرآن و حدیث اور وعظ و ارشاد کے لیے [illegible] کے لیے وہاں اور ٹھہرنے کے لیے فرمایا اور آپ مع مولانا محمد یوسف صاحب رفقاء کے ہمراہیوں کی کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔[2]

موضع ڈگڈگی کے متصل شیخ محمد پناہ مع اپنے فرزند محمد [illegible] کنارے پر کھڑے تھے، آواز دے رہے تھے کہ کشتیوں کو کنارے لاؤ۔ حضرت کی اجازت سے ملاحوں نے کشتیاں کنارے لگائیں۔ باپ بیٹے کشتی پر آئے اور مصافحہ و معانقہ کے بعد عرض کیا کہ "بڑی آرزو سے مدتوں سے میں نے ضیافت تیار کر رکھی ہے اور دو سو آدمیوں کے قریب موضع کے اطراف و جوانب سے بیعت کے ارادے سے قریب تھانے پر آئے ہیں، دو تین روز سے انتظار کر رہے ہیں اور پہر سے یہاں ہیں۔"

حضرت نے کشتیوں کے باندھنے کا حکم دیا، سب لوگ خشکی پر اتر آئے اور [illegible]

---

۱ "وقائع احمدی" صفحہ ۹۰۶، ۹۰۷ ۲ "مکتوب سید حمید الدین" (۴)، "مخزن احمدی" صفحہ [illegible]

کشتی پہنچی۔ یہاں گیارہ دن رہے تھے، ایک گھڑی رات تک لوگ بیعت کرتے رہے۔(۱) مرشد آباد میں بھی تعزیوں کے چبوترے بہت تھے۔ یہاں کے لوگوں نے رفض مذہب سے [illegible] کہ تمام چبوترے گروا ڈالے اور پنجوں وغیرہ کی چاندی، جو دو سو روپے کے وزن کی تھی،(۲) لا کر آپ کے نذر کی کہ آپ اس کو خرچ میں لائیں۔

ایک شخص، جو بہت پرانا تعزیہ دار تھا، تائب ہوا اور اس نے اپنے تعزیے کے چبوترے کو جس پر اس نے ساٹھ روپے خرچ کر کے بڑا پختہ اور مستحکم بنایا تھا، منہدم کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے اس پر پھاوڑا چلایا اور حاضرین نے اس کارِ خیر میں شرکت کی۔ اس کی بنیاد بالکل گرا کر اس کو زمین کے برابر کر دیا اور اس پر مسجد کی بنیاد رکھی۔ دو روپے آپ نے اپنے پاس سے اس مسجد کی تعمیر کے لیے دیے اور تمام اہلِ قصبہ اس مسجد کی تعمیر کے لیے مستعد ہو گئے۔ آپ نے دو رکعت نماز اس مسجد کی بنیاد پر پڑھی اور بڑی طویل دعا فرمائی۔ حاضرین بہت کثرت سے تھے اور عجیب غریب اثر اور دعا کی قبولیت کے آثار نظر آ رہے تھے۔(۳)

دوپہر کو مولانا عبدالحی صاحب بھی قصبہ دسنہ سے تشریف لائے، تو رخصت ہو کر کشتیاں روانہ ہوگئیں۔

غیبی انتظام ایک شام کو کشتیاں ایسے مقام پر پہنچیں جہاں آبادی کا کوئی نشان نہ تھا۔ آپ نے کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے عذر کیا کہ دریا کے کنارے سے دو کوس تک سخت کیچڑ اور دلدل ہے اور [illegible] بھی ہو رہی ہے۔ کھانا پکانے کی کوئی صورت نہیں۔ آپ نے لوگوں سے کہا کہ اپنے چھوٹے بچوں کے لیے خود ہی کچھ کھانے کا انتظام کر لیں۔ لوگوں نے کہا: اندھیرا ہو رہا ہے، ابر گھرا ہوا ہے، ہوا بھی تیز ہے۔ اس وقت کھانا پکانے کا انتظام بہت دشوار ہے۔ اس وقت سب کو یقین ہو گیا کہ آج فاقہ ہے۔

---

(۱) مخزن احمدی صفحہ ۱۹ (۲) مخزن احمدی صفحہ ۲۰ (۳) مکتوب سید حمید الدین

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میں گئیں اور تمام دن رہ کر لبِ دریا خیموں میں واپس آئیں۔ پٹھان شرفا کی مستورات رات کو پیادہ چل کر ملاقات و بیعت کے لیے خیمے میں آئیں اور بیعت سے مشرف ہوئیں۔(۱)

ایک عالم کی مخالفتِ حج

قصبہ گنتی میں سُنا گیا کہ گڈھ کے رہنے والے مولوی یاد علی صاحب کہتے ہیں کہ ہندوستانیوں کے لیے سفرِ حج حرام ہے؛ اس لیے کہ درمیان میں سمندر حائل ہے۔ اگر جہاز ٹوٹ گیا تو نجات مشکل ہے۔ حضرت نے مولانا عبدالحی صاحب اور مولانا اسمٰعیل صاحب سے فرمایا کہ پچاس آدمیوں کے ساتھ قصبۂ گڈھ تشریف لے جائیں اور وہاں کے مسلمانوں کو جمع کرکے ہندوستان اور تمام اسلامی ملکوں کے مسلمانوں پر قرآن و حدیث کی رُو سے حج کی فرضیت و فضیلت بیان کریں اور وہاں کے لوگوں کو وعظ و ارشاد کرکے واپس تشریف لائیں۔ چنانچہ دونوں حضرت پچاس آدمیوں کے ساتھ گنگا پار کرکے قصبے میں تشریف لے گئے اور شاہ پیر محمد کی مسجد میں وہاں کے تمام رؤسا اور باشندوں کے سامنے قرآن و حدیث کے قوی و صحیح دلائل کے ساتھ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے حج کی فرضیت اور فضیلت ثابت کی۔ وہاں سے اُٹھ کر شاہ مظہر علی کے مکان پر آکر کھانا کھایا۔ عصر کے بعد جب ڈیرہ پر واپس آئے تو سنا کہ مولوی یاد علی کا بھیجا ہوا آدمی ہندوستانیوں کے لیے سفرِ حج کی حرمت کے بارے میں چند ضعیف غیر صحیح روایتیں جو بعض فتاویٰ کی کتابوں سے نقل کی گئی تھیں لے کر آیا ہے۔ اس پر فریقین کے درمیان کچھ بحث و مباحثہ ہوا اور بات بڑھی۔ کچھ لوگوں نے بیچ میں پڑ کر نزاع کو رفع دفع کیا۔ دونوں حضرت نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ وہاں سے کوچ کر دیا، گنگا کے کنارے عصر کی نماز پڑھی اور دریا پار کرکے قافلے سے جا ملے۔(۲)

دوسرے روز وہاں سے کوچ ہوا۔ دوپہر کے وقت موضع جہان آباد پہنچے جو دریا کی جنوبی مشرقی سمت میں ہے۔ موضع کنبہ کے متصل دریا کے گھاٹ پر کشتیاں ملیں۔ شیخ حسن علی صاحب جو سفرِ حج سے ایک سال پہلے اپنے بھائیوں اور متعلقین کے ساتھ ہجرت سے

---

(۱) مکتوب سید بہاء الدین۔ (۲) ایضاً

مشرف ہو چکے تھے، اپنے موضع [illegible] کے گھاٹ پر منتظر کھڑے تھے۔ انھوں نے پورے تین روز قافلے کی ضیافت کی اور اپنے چاروں بھائیوں اور اپنے گھر کی تمام مستورات کے ساتھ بیعت کر کے سب سامان سے قافلے میں شریک ہو گئے۔(۱)

اب قافلے کی تعداد اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ سب کا ایک راستے سے سفر کرنا مناسب نہ معلوم ہوا۔ مولانا عبدالحئی صاحب کو ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ خشکی کے راستے الٰہ آباد روانہ کر دیا۔ حضرت خود باقی قافلے کے ساتھ کشتی پر روانہ ہوئے۔(۲)

[illegible] حضرت کی خدمت میں [illegible]

اودھپور میں شیخ [illegible] محمد صاحب نے جو حضرت سے بیعت [illegible] آدمی کے [illegible] کشتیوں [illegible] کی بستیوں کے [illegible] مسلمان آپ کی مدد [illegible] بیعت کرنے کے واسطے آئے ہیں اور ہمارے مہمان ہیں۔

شیخ [illegible] محمد صاحب آپ کے پاس گئے اور جو مسلمان وہاں آئے تھے ان کو مرید کرایا اور حضرت سے ان کا حال بیان کیا کہ ان لوگوں کی [illegible] بستیاں ہیں، نام کو تو مسلمان ہیں مگر سب کام ہندوؤں کے کرتے ہیں۔ بت بھی پوجتے ہیں۔ دیوی دیوتا بھی کرتے ہیں [illegible] کے [illegible] میں [illegible] اور نماز روزے سے [illegible] بے خبر ہیں۔ آپ نے مرید تو کیا ہے مگر [illegible] کریں۔

آپ نے اُن سے فرمایا کہ [illegible] تم نے [illegible] مگر دس پانچ روز یہاں رہنے کی فرصت [illegible] کو دین کی تعلیم کریں۔ [illegible] شیخ [illegible] محمد کو [illegible] اپنا خلیفہ کرتے ہیں۔ [illegible] تمہارے پیر [illegible] ہمارے مرید [illegible]

---

(۱) مکتوب [illegible] (۲) ایضاً

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آدمی بیعت کے لیے جمع تھے۔ انھوں نے بیعت کی اور وہ تمام لوگ [illegible] تھے اور شریعت سے
محض بے خبر تھے۔ ہندوؤں میں اور ان میں بظاہر اصلاً امتیاز نہ تھا۔ تعزیہ داری، گور پرستی و
نشان پرستی کے سوا کچھ نہیں جانتے تھے۔ حضرت نے ان کو ان سب باتوں کی برائی [illegible]
وغیرہ کی تاکید فرمائی۔ وہیں کئی تعزیے کے چبوترے اور امام باڑے تھے۔ اسی روز سب نے کھود کر برابر
کر دیے اور شہر والوں نے نشانوں کو توڑ کر بانس تو جلا دیے اور ان کا کپڑا اور جو چاندی سونا تھا آپ ۵
کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ پھر مولانا عبد الحی صاحب نے کچھ دیر وعظ فرمایا۔(۱)

شام کے وقت [illegible] پہنچے جہاں [illegible] کی بہت بڑی آبادی تھی [illegible]
دریا [illegible] قطع مسافت [illegible] وہاں سے الہ آباد [illegible] کے راستے سے ڈیڑھ کوس اور دریا کے
راستے سے ڈھائی کوس ہے۔ کشتیوں کا انتظام [illegible] قافلے کے بہت سے لوگ [illegible]
۱۰ سے شہر کو روانہ ہوئے۔ آپ کشتی پر روانہ ہوئے۔ [illegible] شیخ غلام علی صاحب کی تجویز
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ۱۵
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

---

(۱) وقائع احمدی، صفحہ [illegible] (۲) [illegible]

(۳) وقائع احمدی، صفحہ [illegible]

[illegible] شیخ صاحب نے کمال مسرت اور کشادہ پیشانی کے ساتھ پورے بارہ روز تک قافلہ کی ضیافت کی۔ دونوں وقت روزانہ قورمہ، پلاؤ، زردہ اور تازی مٹھائی بڑی فراوانی کے ساتھ دسترخوان پر ہوتی۔

چوتھے روز شیخ صاحب بڑی عقیدت مندی کے ساتھ بیعت کے لیے حاضر خدمت ہوئے، انہیں کشتیوں میں کمخواب، مشروع کے تھان اور کئی جوڑے دوشالے، نینوں، ململ اور خاصے کے تھان اور سترہ ایسے خوبصورت اور عمدہ ہتھیار، جو امیروں کے [illegible] تھانوں کے سوا کہیں [illegible] نہیں مل سکتے اور پانچ سو روپے نقد تقریباً تین ہزار روپے کی نذر پیش کی اور بیٹوں، پوتوں اور مستورات اور اپنے عملے اور ملازمین کے ساتھ بیعت ہو گئے۔

دوسرے روز فی تھان پانچ چھ روپے کی قیمت کے ایک سو بیس تھان [illegible] انعام کے لیے اور دو سو پچاس گاڑھے کے تھان جن میں سے ہر تھان تین روپے قیمت کا ہوگا، تمام اہل قافلہ کی پوشاک کے لیے اور پانچ سو روپے نقد سفر کی اخراجات کے لیے اور بہت سے تحائف و نفیس چیزیں جن کا ذکر موجب تطویل ہے، پیش کیں۔

اس کے بعد الٰہ آباد کے قیام میں روزانہ [illegible] نفیس [illegible] چیزیں [illegible] نذر کرتے رہے۔ قافلہ کی روانگی کے قریب شیخ صاحب نے قافلے کے تمام لوگوں، چھوٹوں بڑوں، مردوں اور عورتوں کو شمار کیا، فی کس ایک روپیے کے حساب سے چھ سو دس روپے حضرت کی خدمت میں پیش کیے کہ مساوی طور پر قافلہ میں تقسیم کر دیے جائیں، چنانچہ اسی وقت اہل قافلہ کو تقسیم کر دی گئی۔

تحقیق سے معلوم ہوا کہ [illegible] قافلے کی ضیافت پر شیخ صاحب کے روزانہ ایک سو پچاس روپے صرف ہوتے تھے۔ تمام مہمانداری و تحائف اور نذرانہ و مصارف کا تخمینہ اہل نظر نے دس ہزار روپیہ کیا۔

شاہانہ داد و دہش اور فیاضی کے باوجود شیخ صاحب ہر مرتبہ اپنی بے دلی اور تنگی دستی

کا عذر کرتے۔

ایک روز شیخ صاحب کے گھر کی بیبیاں حضرت کے زنانخانے میں آئیں اور والدہ صاحبۂ سید محمد اسمٰعیل اور والدہ صاحبۂ بی بی سارہ کی خدمت میں اسی اسی روپیہ پیش کیے۔(۱) قافلہ کے علاوہ قرب و جوار کے صدہا ارادت مند اور فقرا اور غربا جمع ہو گئے تھے اور دو وقت شیخ صاحب کے یہاں کھانا کھاتے تھے اور بہت سے باندھ کر لے جاتے تھے۔

شیخ صاحب نے ایک بڑا خیمہ جس پر دو خیمے شامل تھے اور دس بارہ چھوٹے خیمے تھا، ایک دست خیمہ دوزوں سے تیار کرا کر نذر کیے اور چار ہزار روپئے مصارفِ سفر کے لیے پیش کیے، بعض لوگوں کا تخمینہ ہے کہ تین ہزار روپئے شیخ صاحب نے دعوتوں پر صرف کیے ہوں گے۔(۲)

شیخ صاحب کا یہ معمول تھا کہ جتنی مرتبہ آپ کی خدمت میں آتے کوئی عمدہ بیش قیمت ہتھیار ضرور لاتے، دن میں ایک بار بھی، دو بار بھی۔ حضرت نے فرمایا کہ "ابھی تو ہم حج کو جاتے ہیں۔ وہاں ہتھیار لے جانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ آپ ہر وقت اور ہر روز یہ تکلیف کیوں کرتے ہیں؟ وہاں سے جب اللہ تعالیٰ پھر لائے گا تب ہم آپ سے لیں گے۔" شیخ صاحب نے جواب دیا کہ "ان کو بھی حضور لے لیں کہ آپ ہماری یادگار رکھنے کی بات ہیں یا کسی دوسرے کو دے دیں۔ پھر زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، اگر ہم مر گئے تو ہماری حسرت دل ہی میں رہ جائے گی۔ آپ جس کو چاہیں دیجیے۔ حضرت آپ تو [illegible] رکھ لیں۔"(۳)

[illegible]

(۱) [illegible] (۲) [illegible] (۳) [illegible]

رہا جس نے بیعت نہ کی ہو۔(۱)

شہر رام پور کے اکثر پٹھان بیعت سے مشرف ہو چکے تھے۔ حضرت نے مولانا عبدالحی صاحب سے فرمایا: "ان زمینداروں اور پٹھانوں کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے ضروری مسائل کی تعلیم کر کے جو سب باتیں [illegible] توجہ کر کے [illegible] دین سکھا دو۔"

مولانا نے وہیں کوٹھی کے ایک مکان پر بیٹھ کر ان کو ضروری مسائل تعلیم کیے اور آپ کی صحبت بابرکت میں رہے۔ آپ نے شیخ افضل محمد اور شیخ وزیر اور ان کے بیٹوں کو [illegible] کے دونوں بھائی زمینداروں کو خلافت نامہ دیا اور خلیفہ کیا اور جن کو انھوں نے اپنے اپنے [illegible] سے [illegible] ان کے بیٹے کہا۔ آپ نے ان کو بھی اپنا خلیفہ کیا، اور کسی کو کرتہ اور کسی کو عمامہ، کسی کو ٹوپی عطا فرمایا اور سب کے لیے دعائے خیر و برکت کا ایک رسالہ عطا فرمایا اور سب کی ترغیب مخاطب ہو کر فرمایا: "ہم حضرت آپ جناب رحمہم اللہ اپنے اپنے گرد و اطراف کی بستیوں میں دورہ کر کے مسلمانوں کو توحید اور احکام دین سکھاؤ اور شرک و بدعت سے بچاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔"

یہ سن کر لوگوں نے عرض کیا کہ "آپ کا فرمانا درست، مگر ہم کو [illegible] اول تو ہم خود شرک و بدعت سے واقف نہیں کہ کن باتوں کو شرک کہتے ہیں اور کن کو بدعت، دوسرے یہ کہ تمام لوگ [illegible] واقف ہیں [illegible] اور [illegible] تو [illegible] بگڑ [illegible]۔"

آپ نے فرمایا: "ان کی ہدایت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، یہ تمہارے اختیار میں نہیں ہے، تمہارا کام تو یہ ہے کہ اس امر میں اللہ کی رضا کے واسطے کوشش کرو [illegible] نیک [illegible] ہو گئے۔"

[illegible] حضرت شیخ غلام علی صاحب [illegible] جناب [illegible] کی

---

(۱) [illegible]

بستیوں میں جو مسلمان بستے ہیں اُن کی تدبیر تو یہی ہے کہ جب تم نے ٹھیکہ لیا ہے ان زمینداروں کا اکثر کاروبار سرکار دربار سے تعلق رکھتا ہے۔ تم اُن کے حامی اور مددگار ہو اور وہ تمہارے سرکار کے مالگزار ہیں۔ جس قدر تم سے ہو سکے ہر ایک کی لیاقت کے موافق روپیہ میں تخفیف کرو۔ جب اُن پر تمہارا احسان ہوگا تب جو کچھ تم اُن سے کہو گے سب احکام شرع مانیں گے۔"

شیخ صاحب نے اُسی وقت پنچ چراغی سے کہا کہ ہمارے توشہ خانے کے داروغہ نصرت کو بلا لاؤ۔ شیخ صاحب نے بعد ازاں اُن سے کہا کہ جو زمیندار ہماری بستیوں سے یہاں تحصیل کا روپیہ لے کر آئیں وہ سب کے سب لوٹا دیئے جائیں۔

پھر آپ نے حافظ اکرام الدین دہلوی کو جو وہاں جوتوں کی دوکان کرتے تھے بلا یا اور اُن سے فرمایا کہ "تم کو اپنا خلیفہ بنا دیں گے اور اودھ اور امرولی وغیرہ کے جو بھائی یہاں ہیں اُن کو تمہارے تابع کریں گے۔ تم الہ آباد کے اطراف و نواح کی بستیوں میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے دورہ کیا کرو اور ہر شخص کو شیخ صاحب کے بنگلے پر دعوت بھی دو۔ اُن کے لیے آپ نے دعا کی۔"(۱)

الہ آباد سے کلکتے تک تمام شہروں اور بستیوں کے لوگوں میں کیا امرا اور کیا غربا علی العموم یہ رسم تھی کہ شادی غمی کی دعوت وغیرہ میں جو لوگوں کو کھانا کھلاتے تو ہندوؤں کی طرح دیہاتی لوگ پتریوں میں کھلاتے اور اکثر شہر والے مٹی کی رکابیوں میں اور کھا چکنے کے بعد جو کچھ بچتا اس کو پتریوں اور رکابیوں سمیت گھوروں پر پھینک دیتے۔ جب آپ نے لوگوں کا یہ حال سنا اور دیکھا آپ کو یہ عادت نہایت بری اور ناپسند معلوم ہوئی۔ اوّل تو اس عادت بد سے شیخ غلام علی صاحب کو منع کیا اور فرمایا کہ "یہ نعمت الٰہی ہے اور اس کی بے حرمتی اور ناشکری ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں کے جھوٹے میں

---

(۱) وقائع احمدی، صفحہ ۶۲۲ - ۶۲۳

بستیوں میں جو مسلمان بستے ہیں اُن کی تنبیہ و ہدایت کے لیے تم سے جو کچھ ہو سکے کیا کرو اور زمیندار لوگوں کا اکثر کاروبار سرکار دربار سے تعلق رکھتا ہے۔ تم اُن کے حامی و مددگار رہو اور جو تمہارے سرکار کے مالگزار ہیں جس قدر تم سے ہو سکے ہر ایک کی لیاقت کے موافق اُن پر سے تخفیف کرو۔ جب اُن پر تمہارا احسان ہوگا تب جو کچھ تم اُن سے کہو گے سب بجا کر سب مانیں گے۔"

شیخو صاحب نے اُسی وقت پیشکار وغیرہ سے کہا کہ ہمارے حضرت کے ارشاد کے موافق نصرت کر بہ دو۔ شیخ صاحب نے تاکید اُن سے کہا کہ جو زمیندار ہماری بستیوں کے یہاں تحصیل کا روپیہ ہے کہ آئیں وہ بہت سے نہ جانے پائیں۔

پھر آپ نے حافظ کرامت الدین دہلوی کو جو وہاں جوتوں کی دوکان کرتے تھے بیعت کرنے کے بعد اُن سے فرمایا کہ "ہم تم کو اپنا خلیفہ بنا دیں گے اور اودھ میں اور امرولی وغیرہ کے جو تمہارے بھائی یہاں ہیں اُن کو تم سے تابع کریں گے۔ تم الہ آباد کے اطراف و نواح کی بستیوں میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے دورہ کیا کرو اور ہر طرف کو شیخ صاحب کے ... پر وعظ کہو۔ ان کے لیے آپ نے دعا کی۔"(۱)

الہ آباد سے کلکتے تک تمام شہروں اور بستیوں کے لوگوں میں کیا امرا اور کیا غربا علی العموم برسوں سے یہ رسم تھی کہ شادی غمی کی دعوت وغیرہ میں جو لوگوں کو کھانا دیتے تو ہندوؤں کی طرح دیہاتی لوگ پتّلیاں بناتے تھے اور اکثر شہر والے مٹی کی رکابیاں رکھتے اور کھانے کے بعد تو کچھ پتّے اور پتّلیاں اور رکابیاں قیمت سے خرید کر پھینک دیتے۔ جب آپ نے لوگوں کا یہ حال سنا اور دیکھا آپ کو یہ عادت بہت بری اور ناپسند معلوم ہوئی۔ اوّل تو اس عادت سے شیخ غلام علی صاحب کو منع کیا اور فرمایا کہ "یہ تمہاری نعمت الٰہی ہے اور جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے جھوٹے میں

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۲۲۶ - ۲۳۱

[illegible]

آخری عشرہ میں [illegible] شاہ صاحب نے پچاس روپے بتقریب ضیافت [illegible] رمضان [illegible] بھیجے [illegible]

الہ آباد سے روانگی سے پہلے [illegible] مولوی وحید الدین صاحب [illegible] الدین صاحب کو [illegible] الہ آباد کی [illegible] تلقین کو [illegible] صاحب [illegible] سے [illegible] کے لیے چند دن [illegible] کا حکم دیا۔

[illegible] صاحب کو ایک سو [illegible] آدمیوں کے ساتھ خشکی کے راستے سے مرزا پور روانہ فرمایا [illegible] مستورات کو [illegible] دوسرے [illegible] الہ آباد سے [illegible] ہوئے اور الہ آباد سے [illegible] صاحب [illegible] آدمیوں کے ساتھ خشکی کے راستے سے [illegible] شاہ [illegible] صاحب [illegible] [illegible]

[illegible] صاحب [illegible] مستورات [illegible] پانچ سو روپے نقد [illegible] [illegible] کے [illegible]

[illegible] سے [illegible] [illegible]

---

(۱) یکم ذی الحجہ ۱۲۳۶ھ کو شاہ صاحب نے انتقال کیا (نزہۃ الخواطر) (۲) مکتوب سید حمید الدین (۳) مکتوب سید حمید الدین (۴) شیخ محمد لطیف سوداگر (وقائع احمدی) (۵) مکتوب سید حمید الدین

[illegible] اپنے متعلقین کے ساتھ بیعت ہوئے [illegible]

[illegible]

وعدہ کیا۔

[illegible]

کیا! سوداگر صاحب کے گھر سے آ رہا(۱)

[illegible]

دوسرے کو بتا دیں۔(۲)

[illegible]

[illegible]

گدھے والوں کی دعوت میں شرکت

مرزاپور میں سات گھر مسلمان خشت پزوں (اینٹ پکانے والوں) کے تھے۔ وہ بڑے دولتمند تھے۔ ہر کسی کے یہاں پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ گدھے خچر تھے۔ جو ان سے اینٹیں مول لیتا اور بار برداری کی مزدوری دیتا، وہ ان گدھوں خچروں پر لدوا کر بھجوا دیتے۔ شہر میں وہ گدھے والے کر کے مشہور تھے۔ اگرچہ قوم کے وہ شریف تھے، مگر اس نام اور پیشے کی حقارت و کراہت کے سبب سے مرزاپور کے مسلمان شرفا و غربا اُن کے گھر کا کھانا پانی نہ پیتے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت سے عرض کی کہ غریب خانے پر تشریف لائیں اور بیعت سے مشرف کریں۔ آپ نے منظور فرمایا۔ وہاں کے مسلمانوں نے عرض کیا کہ: "آپ ان کے یہاں نہ جائیں۔ یہ لوگ گدھے والے ہیں۔ شہر کا کوئی مسلمان ان کے گھر کا کھانا پانی نہیں کھاتا پیتا" آپ نے فرمایا "یہ کیا بات ہے؟ یہ بھی تو مسلمان بھائی ہیں۔ حلال پیشہ کرتے ہیں۔ اس پیشے میں کوئی برائی عیب نہیں۔ اس کو معیوب جاننا بہت معیوب ہے۔ اس لیے کہ گدھے خچر پر سوار ہونا ان پر سوار ہونا سنت ہے۔ نبیوں اور اولیا نے گدھے خچر پالے ہیں، ان پر سوار ہوئے ہیں۔ اب تک حرمین شریفین کا یہی دستور ہے"۔ آپ نے ان کو نصیحت اور فہمائش کی اور خشت پزوں کو تسلی دی کہ ہم ضرور تمہارے یہاں آئیں گے اور دعوت کھائیں گے۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور کھانا تناول فرمایا۔

کھانے کے بعد ان لوگوں نے ایک تھالی میں سو پچاس روپے پیش کیے اور بہت سے [illegible] [illegible] [illegible] وغیرہ کے تھان حاضر کیے۔ آپ نے کچھ نہ لیا۔ انھوں نے بہت اصرار کیا۔ آپ نے کسی طرح نہ لیا۔ جب وہ [illegible] ہوئے تو آپ نے بعد میں فرمایا کہ: ہمارے نہ لینے کا سبب یہ ہے کہ اگر ہم لیتے تو کمبخت شہر کے لوگ یہ کہتے کہ سید صاحب نے فقط روپوں کے لالچ سے ان کی دعوت قبول کی، ورنہ کبھی نہ جاتے۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی تمہارے یہاں کھانے پینے کو [illegible] [illegible] اور [illegible] [illegible]

---

[1] وقائع احمدی، صفحہ ۲۵۸ - ۲۵۹

مرزاپور میں پہنچے وہاں نماز کا وقت تھا۔ آپ نے مسجد دریافت فرمائی۔ شیخ عبداللطیف صاحب نے عرض کیا کہ ایک مسجد میری تعمیر کی ہوئی ہے اور ایک مسجد شیخ محمد خاں رئیس مرزاپور کی ہے۔ ان کی بہت بڑی برادری ہے لیکن ابھی تک ان کو بدعات و منکرات سے اجتناب نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دے تو ان کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت ہو جائے گی۔ آپ شیخ محمد خاں صاحب ہی کی مسجد میں نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ خاں صاحب نے خود مسجد کا اہتمام کیا اور اہل برادری کو جمع کیا اور نماز کے بعد پچھلی کوتاہی کی معافی چاہی اور متعلقین خاندان و برادری سمیت بیعت ہو گئے۔(۱)

گردونواح کے بھی ہزاروں آدمیوں نے بیعت کی اور شرک، بدعات وغیرہ سے تائب و مجتنب ہوئے۔

ان دنوں ایک بڑی خراب وبا چلی۔ شہر کے بہت آدمی بیمار ہوئے اور کئی موتیں ہوئیں۔ شاہ حسن علی لکھنؤ کے رہنے والے جو شریکِ سفر تھے، ان کی ایک بچی چودہ برس کی عمر کی تھی، وہ بھی اسی بیماری میں گئی۔ شیخ [illegible] باشندہ [illegible] بھی بیمار ہو کر جاں بحق ہوئے۔ و بنگالوں کے قبرستان میں دونوں بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ دفن کیے گئے۔ شاہ حسن علی کے ایک بھائی بھی بیمار ہوئے اور زندگی کی امید نہ رہی۔ اسی اثنا میں [illegible] ہو گیا۔ بنارس پہنچ کر خدا نے ان کو شفا دی۔(۲)

سیدھی معاشرت و سادگی مولانا عبدالحیٔ صاحب کے وطن سے ایک بڑی سی عورت ساتھ ہو لی۔ حضرت نے سید محمد [illegible] صاحب سے فرمایا کہ اس کو کشتی پر چڑھا دو۔ دو عورتوں کی کشتی پر تھیں۔ تو وہ بیٹھنے نہیں دیتیں کہ یہاں کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔ [illegible] سید محمد [illegible] صاحب نے حضرت سے ذکر کیا۔ آپ نے مولوی وحیدالدین صاحب سے فرمایا کہ اپنی کشتی کو کسی جگہ سے لگا کر چڑھا دو۔ انھوں نے عورتوں سے کہا۔ انھوں نے

---

(۱) منظورۃ السعداء　(۲) مکتوب حمیدالدین

کہا کہ "بازاری عورت ہے، ہم تو اپنی ناؤ پر نہیں بٹھائیں گے۔" سید عبدالرحمٰن صاحب نے سید صاحب سے ذکر کیا۔ مولانا عبدالحی صاحب نے یہ بات سنی اور وہاں سے اٹھ کر کشتی کے قریب ہو گئے اور سب عورتوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ "تم اس نیک بخت کو اپنی ناؤ پر کیوں نہیں بٹھاتیں؟ آج اس نیک بخت نے سب برے کاموں سے توبہ کی ہے۔ اس وقت یہ تم سب سے افضل ہے اور جو کچھ خدا و رسول کا شرعی حکم تم پر ہے، وہی اس پر ہے۔" ان سب نے کہا: "اگر یہ بات ہے تو اس کو پردہ کرا کے چھت پر الگ بٹھا دو۔" مولانا نے کہا کہ: "چھت پر کیا تم میں کوئی نہیں بیٹھ سکتی؟ وہی کیوں جا کر بیٹھے؟" اس میں کچھ اور زیادہ گفتگو ہوئی۔ مولانا نے خفا ہو کر فرمایا کہ: "اس میں عبدالحی کی جو بیوی ہو، وہ چادر اوڑھ کر کشتی پر سے اتر آئے۔" تین بار یہی حکم فرمایا۔ دو بار کہنے سے تو وہ نہیں اتریں۔ تیسری بار جب مولانا نے فرمایا کہ: "جس طور شرعی پردہ تم کو بتایا ہے، اسی طور چادر اوڑھ کر چلی آؤ۔" پھر اسی طرح سر سے پاؤں تک چادر اوڑھ کر مولانا صاحب کی بیوی ناؤ سے اتر کر ریتی میں کھڑی ہو گئیں۔ مولانا کچھ دور کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ: "کیا گھر میں ہم نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اس سفر میں تم کو چکی بھی پیسنی پڑے گی، روٹی بھی پکانی پڑے گی، جو ضروری کام ہیں سب کرنے پڑیں گے، پیروں بھی چلنا ہوگا؟ جب تم نے یہ سب قبول کیا، تب ہم نے تم کو ساتھ لیا۔"

اس عرصے میں دور سے سید صاحب نے یہ معاملہ دیکھا۔ وہیں سے پکار کر کہا: "ہاں ہاں، مولانا صاحب! یہ تم نے کیا حرکت کی؟ یہاں تشریف لاؤ۔" مولانا نے کہا: "حضرت، آتا ہوں۔" یہ جواب دے کر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر آواز دی کہ "دیکھو عبدالحی کی بیوی کھڑی ہے اور شرعی پردہ خدا اور رسول کے حکم کے موافق اس کو کہتے ہیں" اور یہ بات تین بار فرمائی۔ پھر بی بی سے کہا کہ "اب وہیں ناؤ پر جا کر بیٹھو" اور آپ سید صاحب کے پاس حاضر ہوئے۔

پھر وہاں سے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اسی ناؤ کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور اس لڑکی

وجیہ الدین صاحب سے کہا "ہماری بہن بی بی رقیہ سے کہہ دو کہ اس عورت کو اپنے پاس بلا کر سمجھائیں اور اس کو نیک باتیں نصیحت کریں اور دین اسلام کی باتیں سکھائیں"۔ بی بی رقیہ بھی یہ باتیں سنتی تھیں۔ مولوی صاحب سے کہا کہ "جناب سے کہہ دو کہ اس کو یہاں بھیج دیں"۔

حضرت کی عورتوں کی نماز

ایک مقام پر مولانا عبدالحی صاحب نے پردے کا انتظام کر کے اپنی بیوی کو آگے کیا اور ان سے نماز پڑھوائی اور ساتھیوں سے فرمایا کہ "صاحبو! دیکھ لو! عبدالحی کی بیوی نماز پڑھ رہی ہے"۔ اس پر اور لوگوں نے بھی اپنی اپنی بیویوں سے نماز پڑھوائی۔(۲)

بدعات پر پابندی کی سزائیں

مرزاپور میں محمد خاں نے اپنی برادری میں یہ قانون جاری کیا کہ اگر کوئی شخص کسی کے تعزیے میں شریک ہو اور تحقیق ہو جائے تو برادری کی دعوت کے واسطے پچیس روپے جرمانہ اور جو عشرۂ محرم کے اندر کھچڑا پکائے یا شربت کرے اس سے گیارہ روپے جرمانہ اور جو کسی کا تعزیہ دیکھنے جائے اس سے جرمانے میں [illegible] ایک مہینہ اپنے گھر کا کھانا کھلائے اور جس کی ایک وقت نماز فرض قضا ہو جائے اس کے تئیں برادری بند کرائی جائے۔(۳)

مرزاپور سے چلتے وقت آپ نے حافظ قطب الدین اور قادر شاہ کو اہل مرزاپور کی تعلیم و تلقین کے لیے چند دن ٹھہر کر آنے کی اجازت دی۔ ڈیڑھ سو آدمیوں کو آپ نے مولانا محمد اسماعیل صاحب کی معیت میں خشکی کے راستے سے بنارس روانہ فرمایا اور خود مرزاپور سے روانہ ہو کر ظہر کی نماز ایک بڑی جماعت کے ساتھ چنار گڈھ کے قلعے کے نیچے پڑھی(۴)۔ یہیں شیخ عبداللطیف اپنی والدہ اور ایک دوسرے شخص کے ہمراہ اور مال تجارت کے ساتھ کرائے کی ایک دوسری کشتی لے کر شریک سفر ہوئے(۵)۔

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۶۵۵ – ۶۵۶ (۲) "امیر الروایات"

(۳) "وقائع احمدی" صفحہ ۶۵۶ (۴) "مکتوب سید حمید الدین"

(۵) "وقائع احمدی"، صفحہ ۶۶۰

پٹنہ، گڈھ میں بھی بہت سے لوگوں کو بیعت ہوئی۔ آپ نے جس کو خلافت عطا فرمائی، وہ شیخِ کامل ہو گیا۔ بہت لوگ اس کے مرید رشید تھے اور ہر ایک کو نسبتِ باطنی حاصل تھی اور سب موحد، متبعِ سنت تھے، شریعت کے موافق اپنی شادی غمی کا کاروبار کرتے تھے اور شرک و بدعت کی کوئی رسم اور چال نہیں ہونے پاتی تھی۔"(۱)

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۶۶۱، ۶۶۲

* * *

گیارھواں باب

بنارس تا کلکتہ

بنارس میں آپ کا قیام ۸ ذی الحجہ کو بنارس کے جلسائیں گھاٹ پر کشتیاں لنگر انداز ہوئیں۔ حضرت چند آدمیوں کے ساتھ محلہ کندی گراں میں شاہ ابراہیم شرقی کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ رؤسائے شہر نے قافلہ کی سکونت کے لیے دوبے کی حویلی تجویز کر رکھی تھی۔ خود حضرت کو آکر جائے قیام پر لے گئے۔ مکانات متعدد اور کشادہ تھے۔ اہلِ قافلہ کو بڑی فراغت سے ملی۔(۱)

بارش کا موسم تھا اور یہاں آپ کے ہمراہی بہت تھے، اس لیے ایک مہینہ قیام کا ارادہ فرمایا اور مناسب حال اشخاص کے لیے کرائے پر اور کچھ مستعار مکانات لیے۔(۲)

رؤسائے شہر کی بیعت و استفادہ مدت قیام [illegible] شہر و دیہات کے [illegible] اہل شہر، متعلقین و مریدین کے ساتھ بیعت ہوئے اور [illegible] دعوت کی، برکاتِ صحبت سے متمتع ہوئے۔ بہت سے تنہا بھی آئے جنھوں نے بیعت کی۔ ان میں سے ایک شخص [illegible] فرنگی سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور تجارت کا پیشہ اختیار کر لیا تھا، دل کھول کر شمع و ضیافت کی۔ مولوی محمد [illegible] کہتے تھے کہ صرف نوربافوں میں سے تقریباً دو ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ میاں اللہ رکھو، یار محمد [illegible] وغیرہ کے درمیان جو پنچ برادری کے سرگروہ تھے، سالہا سال سے تنازع اور اختلاف تھا۔

---

(۱) مکتوب سید احمد شہیدؒ (۲) مخزن احمدی، صفحہ ۶۶

آپ کی کوشش سے ان میں میل ملاپ ہو گیا اور ان سب نے [illegible] سے توبہ کی۔(۱)

[illegible](۲)

بنارس [illegible] وفات

بنارس میں پندرہ سولہ روز تک [illegible]

[illegible]

کے کئی ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔

بنارس کے اِن حضرات پر مولوی عبید اللہ [illegible] جو بڑے ذی عزت [illegible] اور بنارس کے [illegible] اہلِ بدعت کے سرگروہ اور سردار تھے۔ ایک بار انھوں نے سید صاحب کی [illegible] سید صاحب کو مدعو کیا اور مولانا عبدالحی صاحب کا وعظ سنا۔ وعظ کے بعد سید صاحب سے عرض کیا کہ "ہم اور ہمارے متعلقین شرک و بدعت میں گرفتار ہیں۔ اگر آپ ہمارے محلے میں تشریف فرماویں تو امید ہے کہ بے شمار لوگ ہدایت پائیں گے اور دیندار ہو جائیں اور شرک و بدعت چھوڑ کر توحید و سنت کے طریقہ پر آ جائیں۔" آپ نے فرمایا کہ "ہم کئی بار مرزا باقی کے محلہ میں گئے تھے، وہاں تم نے ہم سے کیوں نہ کہا؟ وہیں سے تمہارے محلے میں آ جاتے۔" انھوں نے عرض کیا کہ "یہ قصور ہم سے ہوا، مگر اب ہم کو سرفراز فرمائیں۔" آپ نے کہا: "بہتر، جب ارادہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ ہم چلیں گے۔"

لکھا ہے کہ دو تین روز کے بعد آپ دو ڈھائی سو آدمیوں کے ساتھ حضرت ان کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ انھوں نے سب کی ضیافت کی اور وہاں عورتوں اور مردوں نے [illegible] کئی ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ [illegible] آپ نے فرمایا کہ [illegible] سب توبہ کر چکے ہیں۔ اب تم کو نصیحت [illegible] [illegible] کی بیعت [illegible]

[illegible] دوسرے یا تیسرے دن [illegible] شہر کے لوگ آپ کو [illegible] اور کہا کہ [illegible] دن آپ کی ضیافت ہے۔ انھوں نے کئی سو تعزیے توڑ کر ان کے کاغذ اور لکڑیوں کے انبار لگائے تھے۔ آپ کو وہاں لے جا کر دکھایا اور عرض کیا کہ یہ آپ کی دعوت [illegible] اس وقت [illegible] لکڑیاں جلائی جائیں گی۔ [illegible] اس وقت [illegible] انھوں نے [illegible] اور [illegible] تماشا [illegible] سب [illegible] جو بیعت

---

[1] [illegible] [2] [illegible]

کرتے تھے باقی سب نے انھوں نے بیعت کی۔(۱)

[illegible] مریضوں کی بیعت بنارس میں جو پرانی ٹکسال مشہور تھی، اس میں انگریزوں نے ہسپتال بنایا تھا۔ جس میں [illegible] مسلمان مریض تھے۔ انھوں نے [illegible] تشریف لائیں تو ہم بیعت کریں۔ آپ ایک [illegible] تشریف لے گئے اور [illegible] مریضوں سے بیعت لی۔(۲)

[illegible]

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۲۷۰ (۲) "وقائع" صفحہ ۲۹۹

[illegible]

[illegible]

[illegible]

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۶۷۰ - ۶۷۲

مرحمت سید صاحب کا فرستادہ ہندوستان آیا۔ تو بنارس بھی میرا جانا ہوا۔ مولوی عبداللہ نے مجھ سے کہا کہ "تم الٰہی بخش سے بھی ملے؟" میں نے کہا "کون الٰہی بخش؟" کہا "وہی ٹلو کا چچا۔ جس کو کھولا اور میں نے سید صاحب سے مرید کرایا تھا۔" میں نے کہا کہ "مجھ سے تو ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی۔" مولوی صاحب مجھ کو ایک مسجد میں لے گئے۔ وہاں کچھ لڑکے پڑھتے تھے۔ ان سے کہا کہ "الٰہی بخش کہاں ہیں؟ جاکر بلا لاؤ۔" اُن میں سے ایک لڑکا جاکر بلا لایا۔ وہ غرارے دار پائجامہ، عمدہ کرتہ پہنے، سر پر سفید عمامہ باندھے، چہرے پر لمبی سی داڑھی آئے اور السلام علیکم کہا۔ میں نے جواب دیا اور جانا کہ کوئی مولوی ہے۔ مجھ سے مولوی عبداللہ نے کہا کہ "ان سے ملو۔ میاں الٰہی بخش یہی ہیں۔" میں نے اُٹھ کر مصافحہ اور معانقہ کیا۔ کئی آدمی اُن کے ساتھ اور بھی تھے۔ میں نے اُن سے بھی مصافحہ و معانقہ کیا۔ پھر سب بیٹھے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے کہا کہ "میاں الٰہی بخش تم نے ان کو پہچانا؟ یہ سید صاحب کے پاس سے آئے ہیں۔ ان کا نام ولی محمد ہے۔" تو وہ ان کے برابر کھڑے ہو گئے اور بڑے اشتیاق سے ملے اور حضرت کی خیر و عافیت پوچھی۔ میں نے بیان کی۔ وہ حضرت کی مفارقت یاد کر کے آبدیدہ ہوتے تھے۔

پھر مولوی عبداللہ صاحب اُن کا حال مجھ سے بیان کرنے لگے کہ یہ مسجد میاں الٰہی بخش ہی کی بنوائی ہوئی ہے اور ایک بہت عمدہ خوش قطع پختہ محل اس کے قریب تھا۔ اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ مکان بھی انھیں کا بنوایا ہوا ہے۔ دو حافظ قرآن پڑھانے کو اس مسجد میں انھیں کے نوکر ہیں اور ۲۵-۳۰ طالب علم یہاں پڑھتے ہیں۔ ان کا کھانا کپڑا انھیں کے ذمے تھا۔ پھر اُن کے بھائی بندوں نے کہا کہ تمھارے ساتھ ہم نے بھی سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت نصیب کی۔ تم نے مسجد بنوائی مدرسہ جاری کیا۔ اس کارِ خیر میں ہم کو بھی شریک کر لو۔ یہ تو نہیں مانتے تھے۔ پر ہم نے اور مجبور نے ان کو مجبور کر کے مسجد کے بوریے بدھنے، چراغ بتی اور طالب علموں کے کھانے کپڑے کا خرچ ان کے ذمے لیا اور دونوں حافظوں کو ان کے ذمے اور جو مہمان و مسافر اس مسجد میں آئیں، ان

کو بھی یہی کہا، اور مسجد کے متصل دریا کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ احاطہ بھی میاں نبی بخش کی برادری والوں نے کھینچ کر اس میں چند حجرے طالب علموں کے رہنے کو بنوائے۔(۱)

مسلمانوں کے درمیان اتفاق و محبت

ایک جمعے کو لسبیسری کی مسجد میں غربا کے علاوہ بہت اُمرا بھی نماز کو آئے۔ مرزا باقی، مرزا حاجی شاہزادے اور مرزا کرد اللہ بیگ، مولوی خادم یحییٰ اور حکیم سلامت علی خاں وغیرہ سب تھے۔ نماز کے بعد مولانا عبدالحی صاحب نے وعظ فرمایا یہاں تک کہ عصر کی اذان ہوئی۔ نمازِ عصر کے بعد وہ سب معزز لوگ سید صاحب کی خدمت میں آئے اور آپس میں مشورہ کر کے عرض کیا کہ "حضرت! ہمارے اس شہر میں ہر قوم کے مقابلے میں مسلمانوں کی بڑی جماعت ہے۔ کوئی سات آٹھ ہزار گھر ہوں گے اور ان میں بڑے بڑے مالدار اور تونگر ہیں، مگر ان میں اکثر کے درمیان آپس میں نفاق و نااتفاقی ہے خصوصاً ان سب میں دینِ محمدی کی قدر و عزت بھی زیادہ نہیں، جتنی ہونی چاہیے تھی مخالفت ہے اور اکثر شرک و بدعت کے افعال بھی لوگ کرتے ہیں۔ تعزیہ داری، گور پرستی، نذر و نیاز کی تعظیم، شادی بیاہ کا باجا اور اسی طرح کی دوسری باتیں بھی شامل ہیں۔ اگر کسی طرح دینِ محمدی اور اتفاق آپس میں پیدا ہو جائے اور وہ آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کریں تو سب کے درمیان میل ہو جائے اور اس شہر کا تمام شرک و بدعت دفع ہو جائے اور سب طریقِ ہدایت پر آجائیں۔"

آپ نے فرمایا کہ "ہاں، ہم اس حال سے واقف ہیں۔ دینِ محمدی نے تو سب کہا تھا بلکہ اس مرض کی دوا بھی کرانی تھی۔ اب اس گفتگو سے آپ سب صاحبوں کی کیا منشا ہے؟"

اُنھوں نے عرض کیا کہ ہماری مرضی یہی ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں اتفاق ہو جائے اور اس کے سبب سے دینِ اسلام کی ترقی ہو اور شرک و بدعت دور ہو جائے تو بہت خوب بات ہے۔

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۶۷۲ - ۶۷۴

آپ نے فرمایا کہ: یہ بغض و عداوت ان میں برسوں سے ہے اور بہت پرانی ہے ان کے درمیان ہے۔ یہ کسی بندے کے قابو کی بات نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہماری مدد کرے تو سب کچھ ہو جائے۔ ہم پھر کسی وقت کوشش کریں گے۔ آپ بھی [illegible] کے پاس خبر کر کے رہیے کسی کو تجویز کیجیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم پرسوں یکشنبہ کے دن وہاں پہنچیں گے۔

پھر دوسرے روز سویرے سوار ہو کر نکلے آپ دو سو آدمیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے اور ان کے محلے کی مسجد میں اترے۔ آپ کے وہاں آنے کا حال سن کر ہزاروں آدمی کیا ہندو کیا مسلمان سب زیارت کو آئے کہ دیکھیں تو سید صاحب کیونکر ان کو ملاتے ہیں۔ لوگوں کے زور و شور کی خبر پا کر وہاں کا ایک انگریزی تھانیدار دو ڈھائی سو ہندوستانی سپاہیوں کو لے کر حاضر ہوا کہ کہیں کسی سے لڑائی کا جھگڑا نہ ہونے پائے۔

سید صاحب نے وہیں [illegible] کو اور پانچوں کو بلایا۔ وہ حاضر ہوئے اور کچھ شربت بنانے کی تدبیر کرنے لگے۔ آپ کو اس کی خبر ہوئی۔ آپ نے فرمایا: یہ عقیدت ہرگز نہ کرو کہ ہم فیصلے کے بغیر تمہارے یہاں کا پانی تک نہ پائیں گے۔ انھوں نے شربت موقوف کیا۔ آپ نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور ان سے فرمایا کہ: ہم نے اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ بہت برسوں سے تمہاری آپس میں عداوت اور نااتفاقی ہے اور کبھی ہوتے نہیں ملتی۔ یہ سب عیب شیطانی ہے۔ اس میں طرح طرح کے نقصان ہیں: دین کے بھی اور دنیا کے بھی۔ اور سب سے بڑا نقصان تو یہی ہے کہ تم ان کی شادی غمی میں شریک ہوتے ہو نہ وہ تمہاری۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو مالدار کیا ہے اور ہر طرح کا مقدور دیا ہے۔ اس کو چاہیے کہ دین میں جس طرح چاہیے ہو صرف کرتے ہو اور آپس میں ایک دوسرے پر مرتے ہو کہ کوئی بھلا کر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرو۔ ورنہ اس کے کفران نعمت سے ڈرو اور اس نااتفاقی آپس کے جھگڑے کو دور کرو اور آپس میں مل جاؤ۔ آپ نے ہر طرح کی مثالوں سے ان کو سمجھایا۔ تمام حاضرین مجلس پر ایک حال سا طاری تھا۔

[illegible]

[illegible] مصافحہ اور معانقہ کیا۔

[illegible]

[illegible] "(١)

[illegible]

[illegible]

---

(١) وقائع احمدی، صفحہ ٦٧٦ - ٦٨٠

ہے اور ایک چبوترہ باہر امام باڑے میں مردوں نے بنوایا ہے۔" آپ نے فرمایا کہ "یہ تو بہت بُری بات ہے۔ ان تمام تصویروں کو جو طاق میں ہیں توڑ ڈالو اور چبوتروں کو کھود کر برابر کر دو۔" انھوں نے عرض کی کہ "حضرت اسی واسطے ہم آپ کو اس مکان میں لائے ہیں کہ یہاں [illegible] آپ تشریف فرما کر کچھ ارشاد کریں۔ یہ بیبیاں اگر ان خرافات کو دور کریں گی تو عورتیں بُرا مانیں گی اور لڑنے کو موجود ہوں گی۔ آپ بیعت لینے کے بعد ان کو نصیحت اور فہمائش فرمائیں۔ تب بات درست ہوگی۔"

آپ نے ان کی عورتوں سے بیعت لی اور تعزیہ داری اور تصویروں کی بُرائی ان کے سامنے بیان کی اور فرمایا کہ "بیعت کرنا اسی کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب پاک میں آدمی سچے دل کے ساتھ سب بُری باتوں سے توبہ کرے اور ان کو چھوڑ دے، نہیں تو بیعت کرنا نہ کرنا برابر ہے۔" ان عورتوں نے عرض کی کہ "جو ارشاد ہو وہ آپ کریں۔ ہم راضی ہیں۔"

آپ نے دین محمد سے فرمایا کہ "پہلے یہاں سے دالان [illegible] کو توڑ ڈالو اور تعزیہ داری کا جو اسباب ہو سب باہر نکال دو اور ان طاقوں کے بتوں کو توڑ ڈالو۔" انھوں نے ان [illegible] کی اینٹوں سے ان تصویروں [illegible] [illegible] کھود دیا۔

پھر آپ نے ان عورتوں کے سامنے آداب [illegible] ان سب لوگوں کو ہدایت نصیب ہو اور دین متین پر ثابت قدم رہیں۔ پھر آپ وہاں سے باہر تشریف لائے اور [illegible] مغرب کی نماز پڑھی اور نماز [illegible] کے بعد وعظ کے بعد ارشاد فرمایا۔ وہ وعظ فرمانے لگے۔ آپ نے کچھ دیر [illegible] دین محمد نے دوسرے روز کی دعوت کے لئے اصرار کیا اور آپ نے بہت عذر کے بعد منظور فرمایا۔ دوسرے روز آپ دین محمد کے مکان پر تشریف لے گئے۔ کوئی چار ہزار آدمی ان

وغیرہ۔ خود میں اپنا حال کہتا ہوں کہ مجھ کو نہیں معلوم کہ کس وقت مجھ کو بھوک پیاس لگے گی یا کب نیند کا غلبہ ہوگا یا کس وقت پاخانے پیشاب کی ضرورت ہوگی۔ یوں تو اور بہت کام ہیں۔ جب ان ادنیٰ باتوں کو بالیقین نہیں جانتے ہیں تو وہ بڑے بڑے کاموں کی ہم کو کیا خبر؟ یہاں ہم کسی کی مصیبت دور نہیں کر سکتے، وہاں کب کسی کی مصیبت دور کر سکیں گے؟ مگر ہاں، پیر خدا و رسول کے موافق جو طریقہ مرید کو بتا دے مرید کو لازم ہے کہ اس کو نہ چھوڑے، اسی پر چلا جائے، وہی اس کی نجات کا وسیلہ ہے اور اس کے بغیر یہ تمام نفس کا فریب اور شیطان کا مکر ہے۔ خدا کی مخالفت کو نہ کوئی پیر بخشا سکے گا، نہ کوئی پیغمبر۔ جن صاحبوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے ان سے تم سمجھا کر کہہ دو کہ جو جو خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہیں سب کو ترک کرو تب اس بیعت کرنے کا تم کو فائدہ ہوگا، نہیں تو محض لاحاصل ہے۔ نہ میں ان کا پیر ہوں نہ وہ میرے مرید۔

اللہ بخش نے عرض کی کہ: جو بھائی یہاں حاضر نہیں ہیں ان کو میں سمجھا دوں گا اور جو موجود ہیں وہ خود سنتے ہیں۔ سب حاضرین بولے کہ "حضرت! آپ حق فرماتے ہیں، بات یہی ہے، مگر کیا کریں؟ یہ لوگ ان بلاؤں میں مبتلا ہیں۔ اب ان شاء اللہ ان سب باتوں کو چھوڑ دیں گے۔" پھر وہ سب آپ کو نذر دینے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ: ہم تمہاری نذریں تب لیں گے جب تم ان سب بری باتوں کے چھوڑنے کا عہد کرو۔ اس کے بغیر ہم کسی کی نذر نہیں لیں گے۔ و نیز تعزیے کے جو چبوترے تمہارے گھروں کے اندر ہوں ان کو کھود کر مسجدیں بناؤ کہ تمہاری عورتیں ان میں نماز پڑھا کریں۔ جب سب نے اس کا عہد و پیمان کیا، تب آپ نے ان کی نذریں قبول کیں۔(۱)

بنارس سے غازی پور بنارس سے چار کشتیاں اور ایک بجرہ کرایہ پر لیا گیا۔ ۲۳ محرم کے روز بنارس سے روانگی ہوئی۔ شام کو قصبہ زمانیہ کے سامنے کشتیاں لنگر انداز ہوئیں۔ زمانیہ سے ۱۰ محرم دوشنبہ کو غازی پور منزل ہوئی۔ غازی پور کے [illegible] شاہ [illegible]۔

---

(۱) وقائع احمدی، صفحہ ۶۸۰-۶۹۴ (۲) یادداشت قلمی نمبر ۳ (۳) یادداشت قلمی صفحہ ۳

شیخ غلام ضامن اور قاضی محمد حسن وغیرہ نے دعوت و بیعت کی۔ شہر و اطراف شہر سے بے شمار خلقت نے آکر بیعت کی، وعظ و نصائح سنے اور شرک و بدعت کی تمام باتوں سے توبہ کی۔

۱۴ محرم جمعے کو غازی پور سے روانہ ہو کر سید پور ٹھیرنا ہوا۔ وہاں بھی بہت سے لوگوں نے بیعت کی۔ آپ نے شیخ علی خاں صاحب کو اپنا خلیفہ بنایا۔ وہاں سے روانہ ہو کر [illegible] مقام ہوا۔ بہت سے لوگوں نے بیعت کی۔

۱۶ محرم یک شنبہ کو چھپرہ پہنچے۔ بہت لوگ زیارت کے لیے آتے اور آپ کو دریا پار سے شہر لے گئے۔ فرحت علی صاحب کے مکان پر بہت لوگوں نے بیعت کی اور آپ نے ان کو خلیفہ بنایا اور ان کی ذات سے لوگوں کو بہت ہدایت ہوئی۔

وہاں سے روانہ ہو کر ۱۸ محرم سہ شنبہ کو دانا پور قیام ہوا۔ دانا پور کے لوگ بنارس تک پیشوائی کے لیے آئے تھے اور بہت مشتاق تھے۔ شیخ علی جان صاحب مرحوم [illegible] آپ کو اپنے مکان پر لے گئے اور اپنے تمام عزیزوں و متعلقین کے ساتھ داخل بیعت ہوئے۔ [illegible] صدر الدین نے بھی دعوت کی اور مع خاندان بیعت ہوئے۔

علی جان کے مکان کے قریب ان کا ایک تعزیہ رکھنے کا چبوترہ اور امام باڑہ تھا۔ لوگوں نے حضرت کو اطلاع کی۔ آپ نے علی جان سے فرمایا کہ "اس چبوترے کو کھود کر یہاں مسجد بنا دو کہ خدا کے بندے اس میں نماز پڑھا کریں۔ اور امام باڑہ رہنے دو، مہمانوں اور مسافروں کے رہنے کے کام آئے گا۔"

شیخ علی جان نے اسی وقت چبوترہ کھدوا ڈالا اور عرض کیا کہ "حضرت اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈال دیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نمازیوں سے آباد رکھے۔" پھر آپ نے مسجد کی بنیاد ڈالی اور [illegible] قبولیت کی دعا کی۔ شیخ علی جان کی خدمت شریعت [illegible] کی تھی۔ پھر انھوں نے اپنے اہل و عیال عزیزوں و اقربا کو مرید کرا دیا۔ پھر ان کا ایک احاطہ تھا جہاں ان کے [illegible] ہوتے تھے۔ اس میں فرش بچھوا [illegible]

اور حضرت کو لے جا کر بٹھایا اور وہیں بیعت کی۔ ایک پانچ چھ برس کا لڑکا عبدالرحیم نامی ان کے پاس تھا۔ عرض کی کہ میرے تو کوئی لڑکا بالا نہیں۔ یہ میرا بھتیجا ہے اور یتیم ہے۔ حضرت نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ "بھائی صدر الدین، تم بلند ہمتی سے اپنے بھتیجے کو بیٹے کے بجائے پرورش کرو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ دنیا میں بیٹے کے بجائے یہی تمہارے کام آئے گا۔" پھر آپ صدر الدین کے لیے اور جہاں بیٹھے تھے اس مکان کے لیے دعا کرنے لگے کہ الٰہی، تو اپنے فضل و کرم سے ان کو خوش و خرم رکھ اور شرک و بدعت سے ان کو بچا اور توحید و سنت پر ثابت قدم کر اور اس سرزمین کو سرسبز و آباد کر۔ یہاں ایمان و اسلام قرار کر، یہیں [illegible] تیری خدمت کیا کریں اور دنیا و آخرت میں ان کو حرمت و عزت کے ساتھ رکھ۔"[1]

دانا پور میں پانچ سات روز قیام رہا۔ انگریزی فوج کے لوگ اور دانا پور شہر کے حضرات مستفید ہوئے۔ مرزا عبدالحق صاحب اور مولانا اسمٰعیل صاحب روزانہ وعظ فرماتے تھے۔ [illegible] شرک و بدعت سے تائب ہوئے۔ بکثرت پیشہ ور عورتوں نے توبہ کی۔ ناجائز مال و دولت ہبہ کر دینا [illegible] پاکدامنی کی زندگی اختیار کی۔ کثرت سے [illegible] [illegible] ترک کیے [illegible]۔[2]

عظیم آباد پٹنہ میں دانا پور سے روانہ ہو کر دو محرم پنجشنبہ کو آپ عظیم آباد پٹنہ میں [illegible] [illegible] بندگانِ خدا نے فائدہ اٹھایا۔

[illegible] مولوی سید مظہر علی اپنے اہل و عیال کے ساتھ [illegible] [illegible] سے مشرف ہوئے۔ مولوی سید [illegible] [illegible]

---

(۱) وقائع احمدی (۲) [illegible] (۳) [illegible]

مولوی الٰہی بخش صاحب(۱) نے اپنا آدمی بھیجا۔ وہ آ کر حضرت سے کہہ گیا کہ صبح کو مولوی الٰہی بخش صاحب کے یہاں آپ سب لوگوں کی دعوت ہے۔ کلّے روز کئی گھڑی دن چڑھے ڈیڑھ تین سو آدمیوں کے ساتھ حضرت ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ وہاں دیوان خانہ میں فرش کیا گیا تھا۔ وہ مکان بہت وسیع تھا لیکن وہاں آدمیوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ آٹھ نو سو آدمیوں کے قریب ہو گئے۔ وہ مکان بھر گیا اور جگہ نہ رہی۔ مولوی الٰہی بخش صاحب متردد تھے کہ آدمی بہت ہیں کھانا تھوڑا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ ہمارے بھتیجے کو کھانا ہم کو اسے دیجیے اور کسی بات کا اندیشہ نہ کیجیے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اور کھانا پکانا نہ پڑے گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ برکت کرے گا اور سب لوگ بفراغت کھا لیں گے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ "بہت خوب کھانا حاضر ہے۔" آپ نے فرمایا کہ "کھانے کے برتن ڈھکے رہنے دیجیے۔ اس کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کے رکابیوں میں نکالنا۔ ہمارے آدمی بھی نکالیں، آپ کے آدمی بھی۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سب لوگ کھا کر آسودہ ہو گئے اور جو لوگ حویلیوں میں تھے ان کو بھی پہنچ گیا اور کھانا بچ رہا۔(۲)

آپ نے مولوی [illegible] صاحب، شاہ محمد حسین صاحب اور مولوی الٰہی بخش صاحب کو خلافت نامہ اور جبہ عطا کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ "حضرت کے ساتھ ہم بھی ہجرت پر جانا چاہتے ہیں اگر آپ لوگ یہاں سے کہیں چلے جائیں تو خدا و رسول کا حکم سنانے والا کون رہے گا اور لوگ کس سے ہدایت پائیں گے؟" آپ نے فرمایا کہ "آپ اس بات کا ہرگز اندیشہ نہ کیجیے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ یہیں سے بیٹھے بٹھائے کیسی ہدایت کرتا ہے، آپ کو کہیں جانے کی حاجت نہ پڑے گی۔"(۳)

---

(۱) [illegible] مشہور [illegible] صاحب اور مولانا [illegible] صاحب سید صاحب کی [illegible] اور بڑی عقیدت و تعلق رکھتے تھے۔

(۲) وقائع احمدی صفحہ [illegible] (۳) وقائع احمدی صفحہ [illegible]

انگریز حاکم کے یہاں شکایت عظیم آباد پٹنے میں بعض شیعہ صاحبان نے انگریز حاکم سے جا کر کہا کہ یہ سید صاحب جو یہاں اتنے آدمیوں کے ساتھ آئے ہیں، حضور نے شاید ان کی نیت جہاد کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم انگریزوں سے جہاد کریں گے۔ حاکم نے اس کو تعصب اور حسد پر محمول کیا اور ان کو تنبیہ کی کہ آئندہ ایسی مفسدانہ بات نہ کی جائے۔ شیعوں نے تعزیے کے چبوترے ان کے توڑنے کی بھی شکایت کی، لیکن تحقیق سے ثابت ہوا کہ جو لوگ تائب ہوتے ہیں اور سنت کی پیروی اختیار کرتے ہیں، وہ اپنی خوشی سے ایسا کرتے ہیں۔ اس پر حاکم نے کہا کہ "اس میں سید صاحب کا کوئی قصور نہیں اور ان پر کوئی الزام نہیں۔ اگر وہ زور اور زبردستی سے یہ کام کرتے تو ہم اس کا تدارک کرتے اور ان کو روکتے۔ وہ تو اپنے دین کے موافق لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں اور سمجھاتے ہیں۔ اس میں جس کا جی چاہے وہ مانے اور اس پر عمل کرے اور جس کا دل چاہے نہ مانے، اپنی [illegible] رہے۔"

تبلیغ و ہدایت کا عظیم آباد میں ایک گھر میں چند سکھوں سے ملاقات ہوئی جو پنجاب کے [illegible] سے ٹھیرے ہوئے تھے۔ سید صاحب نے ان سے ان کے گاؤں اور مسلمانوں کا حال پوچھا۔ انھوں نے کہا: "ہمارے گاؤں میں بہت کم مسلمان ہیں [illegible] ہیں اور [illegible] باقی چار [illegible] مسلمان [illegible] کوئی [illegible] واقف نہیں۔ باقی لوگ صرف نام کے مسلمان ہیں۔ [illegible]

حضرت نے ان سے پوچھا کہ "تم [illegible] شریف [illegible] کس [illegible] صاحب [illegible] تو [illegible] جاؤ۔"

انھوں نے عرض کیا کہ "[illegible] صاحب کہ آپ [illegible] دست [illegible]

---

(۱) وقائع احمدی صفحہ ۵۰۰ (۲) وقائع صفحہ ۵۰

سو ہم بھی حاضر ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ "یہ بات ٹھیک ہے کہ جن شرطوں کے ساتھ ہم نے فلاں فلاں سے بیعت لی [illegible] شرطوں کے ساتھ تم چاہتے نہیں، مگر چونکہ زیادہ تمھارے ساتھ کے ہیں اس سبب سے تم پر فرض بھی نہیں ہے اور بیعت ہمہ شرائط جانتے ہو یہی ہے کہ [illegible] راضی ہو۔ اب اگر تم سب صاحب ہو تو ایک بات ہم کہیں کہ اس طرح کے عہد کرنے سے [illegible] ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو۔"

انھوں نے عرض کیا کہ "اس سے بہتر کیا ہو، ہم حاضر ہیں۔"

آپ نے فرمایا کہ "تو بسم اللہ کر کے ہمارے ہاتھ پر بیعت کرو۔" [illegible] پھر ان سب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ "ہم تم سب کو خلافت نامہ دے کر اپنا خلیفہ کریں گے، جہاں ہم تم کو بھیجیں وہاں جاؤ۔" انھوں نے عرض کیا کہ "ہم حاضر ہیں۔" فرمایا کہ "ہم تم کو تمھارے ہی ملک رخصت کریں گے، ان شاء اللہ وہاں جا کر مسلمانوں کو احکام توحید و سنت سکھاؤ اور شرک و بدعت سے بچاؤ۔ مگر ایک بات ضرور یاد رکھنا کہ کوئی تم کو لاکھوں [illegible] [illegible] اس سے کچھ نہ کہنا۔ اسی طور تعلیم و تلقین کرتے رہنا۔ یہ بات اس سبب سے [illegible] کہ تھوڑی ہی مدت میں [illegible] [illegible] خود آ کر تم سے [illegible] معاف کرا لیں گے۔"

[illegible] کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنا عذر بیان کیا کہ ہم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے اور وعظ و نصیحت کے لیے علم کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا: "اندیشہ نہ کرو [illegible] ان شاء اللہ تعالیٰ ہر روز [illegible] تمھارے ہاتھ سے ہدایت پائیں [illegible] [illegible] سنت کی تائید اور شرک و بدعت [illegible] [illegible] [illegible] نے ان کو [illegible] کر دیا۔

[illegible]

دعوت کی کامیابی اور اثرات سفرِ حج سے واپسی پر کشتی میں کچھ لوگ بیعت و توبہ کے لیے [illegible] حضرت نے ان سے اُن کے ملک اور وہاں کی دینداری کا حال پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ: ”دین اسلام کا جو کچھ طریقہ آپ لوگوں کو بتاتے ہیں اور توحید و سنت کی خوبی اور شرک و بدعت کی برائی بیان کرتے ہیں، اس طرح کا آدمی ہمارے ملک میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بہت لوگ [illegible] [illegible] [illegible] بہت لوگ [illegible] [illegible] کرتے ہیں اور لوگوں کو نیکی کی باتیں بتاتے ہیں۔ یہ نہیں معلوم کہ انھوں نے یہ طریقہ کس سے سیکھا ہے۔“

یہ باتیں سن کر حضرت نے فرمایا کہ سنت کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] انھوں نے [illegible] بے شک [illegible] ہے۔

میاں [illegible] کہتے ہیں کہ [illegible] [illegible] ہندوستان [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بیعت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] بیعت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] توحید و سنت کی خوبی اور شرک و بدعت کی برائی [illegible] [illegible] [illegible]

---

(۱) ”وقائعِ احمدی“، صفحہ [illegible] تا ۷۵۵

پر بیعت کر لو۔ ان سب نے بھی بیعت کی۔

نواب قطب الدین خاں نے ایک بیش قیمت دہلی قبضہ کی گجراتی تلوار جس پر زرنشانیاں تھیں، ایک بہت عمدہ ولایتی گچھے دار سپر اور ایک جوڑا انگریزی پستولوں اور ایک نہایت عمدہ بندوق اور دو کمانیں اور دو ترکش آپ کے سامنے نذر کے طور پر لا کر رکھے۔ آپ نے فرمایا کہ: "ابھی تو ہم حج کو جاتے ہیں۔ ان ہتھیاروں کو کہاں لیے پھریں گے؟ ان کو آپ اپنے پاس رہنے دیجیے۔ ان شاء اللہ اُدھر سے آ کر لے لیں گے۔" نواب صاحب نے بہت الحاح کیا کہ: "میں تو آپ کی نذر کر چکا۔ اب اپنے یہاں نہ رکھوں گا۔ درست پہنچی ہے۔ کیا خبر کس وقت آئے؟ یہ ہتھیار آپ ہی لیتے جائیں۔" کچھ ردوکد کے بعد آپ نے وہ ہتھیار قبول کیے اور اپنے پاس رکھ لیے۔(۱)

نواب قطب الدین کے یہاں سے فراغت کے بعد آپ کو اور دو نواب زادے اپنے اپنے مکان پر لے گئے اور خود بیعت ہوئے اور گھر کے لوگوں کو بھی مرید کرایا اور نذر دی۔(۲)

اسی روز ایک ڈومنی اپنی لڑکی اور دو لڑکوں کے ساتھ جن میں سے ایک کا نام عزیز اللہ، دوسرے کا نام ہدایت اللہ تھا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ: "میں ڈومنی ہوں۔ گانے بجانے کا پیشہ کرتی ہوں۔ میرا کئی مہینے پیشتر سے ارادہ تھا کہ میں آپ کے ہاتھ پر اس پیشے سے توبہ کروں، مگر شرارتِ نفس سے باز رہی۔ اب میں نیت سے آپ کے پاس آئی ہوں۔" آپ نے خوش ہو کر فرمایا کہ: "ہم تم کو مرید بھی کریں گے اور جو تم ہمارے ساتھ چلو، تو حج بھی کروا لائیں۔"

یہ بات سن کر وہ بہت خوش ہوئی۔ حضرت نے اس سے اور اس کی بیٹی اور دونوں بیٹوں سے بیعت لی اور ان سے فرمایا کہ: "تم رخصت ہو کر جاؤ، [illegible]

---

(۱) وقائع [illegible] (۲) [illegible]

تو آج تو یہاں ایک کشتی پر چڑھا دو۔ پرسوں یہاں سے کوچ ہے۔ اس نے فوراً تمام قافلہ کو مع اسباب کے اُس پار پہنچا دیا۔(۱)

عظیم آباد کے دو سوداگروں حسین [illegible] اور رشید [illegible] خاں نے بھی بیعت کی اور اپنے [illegible] کو بھی مرید کرایا اور اپنے گھر والوں کے [illegible] سب نے بیعت کی۔ آپ نے ان کو زکوٰۃ کی تاکید کی اور فرمایا کہ یہ زکوٰۃ ہمیشہ خود فقرا اور اپنے قرابت داروں میں جو محتاج ہوں ان کو دینا اور جو تم سے ہو سکے اپنے مال سے مسکینوں اور [illegible] کی خدمت کیا کرنا۔ اس کے بعد سے [illegible] [illegible] کرتے رہے۔(۲)

عظیم آباد سے کشتیوں میں عظیم آباد میں [illegible] کے لیے کئی [illegible] مستقر کا [illegible] خرید لیا گیا اور [illegible] کے لیے [illegible] کر لیا گیا۔

[illegible] بہت سے [illegible] (۳) [illegible] [illegible] [illegible] لوگوں نے بیعت کی [illegible] ان کی زندگی اور طبیعت [illegible] طرح کی [illegible] تھی [illegible] اور بیعت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو صراطِ مستقیم پر استقامت بخشی اور دین کی خدمت سے مشغول ہوئے۔(۴)

یہاں سے آپ کشتی میں [illegible] منزلیں [illegible] دن زیادہ [illegible] ۲۰ [illegible] کو مونگیر پہنچے۔ یہاں بھی [illegible] لوگوں نے بیعت کی۔ [illegible] ۲۱ [illegible]

---

(۱) وقائع احمدی [illegible] (۲) [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

عرصہ صرف ہوا، جس میں مختلف مقامات پر قیام رہا۔

* * *

بارھواں باب

[illegible]

[illegible]

سفر ملتوی کر دیا ہے۔ پہلے ہمارا ارادہ حج کا ہے اور ہم تقریباً پانچ سو آدمیوں کے ساتھ آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ آپ صاحبوں سے ملاقات ہوگی۔ ہم لوگوں کو اس سے کمال خوشی ہوئی کہ اب اللہ تعالیٰ ہماری مرادیں پوری کرے گا۔ پھر جب بہت سے لوگوں کے نام اس مضمون کا دوسرا التفات نامہ آیا، تو ہر ایک کو اشتیاق ہوا کہ آپ کے لئے [illegible] کوئی [illegible] مکان تلاش کرے۔ اکثر صاحبوں نے چند جگہ کے موافق مکان تلاش کیے [illegible] [illegible] لیے۔ میں نے بھی ارادہ کیا کہ کوئی مکان شہر کے اندر ملے تو بہتر ہے۔ چنانچہ [illegible] کے موافق ایک وسیع سائے دار اور [illegible] مکان [illegible] کیا اور میں نے اس کو [illegible] ہے۔ اس میں ٹھنڈے پانی کے تین تالاب ہیں۔ ایک حصہ مردوں کے رہنے کا ہے اور ایک حصہ زنانہ [illegible] ہیں۔ [illegible] لوگ رہ سکتے ہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ سب سے پہلے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ بہت لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں۔ لیکن میرا [illegible] آپ میرے ہی مکان میں [illegible] [illegible] جب حاضر ہو جاؤں گا۔

سید صاحب نے فرمایا کہ "بہت [illegible] ہم پہلے [illegible] [illegible] آپ خاطر جمع رکھیں۔ [illegible]

منشی امین الدین صاحب کہتے ہیں کہ سید صاحب کے پاس مولانا عبدالحی صاحب سے ملاقات کی غرض سے مولانا اسمٰعیل صاحب کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب نے دوسری کشتی پر آدمی بھیج کر ان کو بلوایا۔ وہ اسی وقت [illegible] دوسری کشتی سے خشکی پر اتر آئے اور حجرے کی طرف چلے۔ لوگوں نے منشی صاحب سے کہا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب آتے ہیں۔ انھوں نے اس طرف دیکھ کر پوچھا کہ کہاں آتے ہیں۔ لوگوں نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آتے ہیں۔ منشی صاحب نے [illegible] یہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کوئی اور ہوں گے۔ [illegible] میں ان مولوی محمد اسمٰعیل

صاحب کو پوچھتا ہوں جو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھتیجے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ یہی ہیں۔ منشی صاحب یہ دیکھ کر تعجب میں رہ گئے اور بجرے سے خشکی میں اُترے اور دو چار قدم استقبال کر کے ملے۔ معانقہ و مصافحہ کیا۔ عافیت مزاج پوچھی اور مولانا کو لے کر بجرے پر گئے۔

منشی امین الدین صاحب نے سید صاحب سے عرض کیا کہ "ایک بات یہ چاہتا ہوں کہ جس دن کوئی بھائی دعوت کرے آپ اُس کے مکان پر تشریف لے جائیں اور جس روز کہیں دعوت نہ ہو اُس روز ہماری طرف سے ضیافت قبول فرمائیں۔" گنگا سے کشتیوں پر لوگ ملنے کے لیے آرہے تھے۔ اُن کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ "یہ لوگ آتے ہیں۔ مجمع ہو جائے گا۔ فرصت نہ ملے گی۔ آپ جلد میرے سوال کا جواب مرحمت فرمائیں۔ میں رخصت ہوں۔" سید صاحب نے فرمایا "اس کا اقرار تو ہم نہیں کریں گے۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ پر رکھو۔" اُنھوں نے کہا "یہ بھی تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں میں یوں ہی کروں گا۔"

اس عرصے میں وہ لوگ بھی آپہنچے اور آپ سے ملے اور اپنے اپنے مکانوں پر لے جانے کے لیے عرض کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا "میں نے آپ کے لیے اس قیمت کا مکان تیار کیا ہے" کوئی کہتا "اتنے روپوں کا مکان لیا ہے۔ اب آپ جہاں مناسب جانیں وہاں قیام فرمائیں۔" آپ نے فرمایا کہ "آپ سب آپس میں صلاح کر کے تجویز کر لیں۔ آپ سب بھائیوں کے مشورے سے جو کوئی تجویز ہو گی ہم اس کے یہاں جائیں گے اور اس کی ضیافت قبول کریں گے۔" ان میں ایک شخص کا نام مشتاق تھا۔ منشی امین الدین نے ان سے کہا کہ میں آخر [illegible] سب سے پہلے عرض کر چکا ہوں کہ میں اپنے مکان پر [illegible] [illegible] اب تم تمام بھائیوں کو اختیار ہے شوق سے حضرت کی دعوت [illegible] اب حضرت سے تجویز کر لو۔ میں [illegible] مکان [illegible] [illegible] لوگ سید صاحب [illegible] [illegible] صاحب کے [illegible] بات کے [illegible]

[illegible]

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۶۹۶ - ۸۰۱

[illegible]

قافلہ لیے ہوئے حج کو جاتے ہیں۔ (۲)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دنیا کا لطف اٹھانے کے لیے وقف تھے۔

[illegible]

[illegible]

مذہبی پابندی اختیار کی (۱)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۱۰۸ (۲) "وقائع" صفحہ ۸۱۵

(۳) "مخزن احمدی" صفحہ ۵۵ (۴) "مخزن احمدی" صفحہ ۵۷

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کہ [illegible] حضرت [illegible] مسلمان [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کہتے تھے کہ [illegible] رسول اللہ [illegible]

۵ **غیر مسلموں کا قبول اسلام** مولانا عبد الحق صاحب [illegible]

[illegible] روزانہ [illegible] ہندو مسلمان ہوتے [illegible]

[illegible] کے لیے ایک علیحدہ مکان [illegible]

[illegible] کے لیے مقرر تھے۔ (۲)

[illegible] [illegible]

۱۰ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۵ [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۲۰ [illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible] آپ نے شیخ [illegible]
[illegible] مشہور نہیں ہے [illegible] کے لوگ [illegible] سمجھتے ہیں [illegible]
[illegible] اس وقت آپ کے [illegible]
[illegible]
اسی کو پردہ فرماتے ہیں۔"

[illegible]

[illegible]

[illegible] کی کہ:

"[illegible]
مانیں گی۔"

سید صاحب نے مولانا عبدالحی صاحب سے فرمایا کہ: "آپ ان لوگوں کو دو روز تک یہاں اس امر کے متعلق وعظ و نصیحت سنائیں۔" مولانا نے فرمایا: "میں حاضر ہوں۔ جو ارشاد ہوگا بجا لاؤں گا۔ مگر یہاں کی عورتیں تو طرح طرح کی بدعتوں میں مبتلا ہیں۔ فقط ایک پردہ کرنا ہی تو نہیں ہے، شرک و بدعت کیا کم کرتی ہیں؟ آپ ان کے لیے دعا کریں اور ہدایت تو اللہ کے اختیار میں ہے۔"

سید صاحب نے ننگے سر ہو کر بڑی عاجزی و زاری کے ساتھ دعا کی اور فرمایا کہ: "انشاء اللہ، شیخ بھائی! تم سب دیکھو گے کہ جو لوگ یہاں پردہ کروانے سے گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم سے اس کا بندوبست کرنا مشکل ہے، وہ آپ ہی خوشی خوشی پردہ کریں گے اور جو شرک و بدعت میں مبتلا ہیں، وہ توحید و سنت پر قائم ہو جائیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو مع الخیر حرمین شریفین سے پھر یہاں لائے گا، تب تم ہی لوگ ہم سے بیان کرو گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایسی ہدایت کی۔" اسی طرح آپ نے بہت سی باتیں فرمائیں۔

چھوٹے سے بچے سے پردہ سید صاحب جس وقت شیخ صاحب کے زنانہ مکان میں تشریف لے جاتے تھے [illegible] ایک چھوٹے سے پانچ برس کے بچے [illegible] شیخ غلام بخش کے [illegible] اور [illegible] کے لوگ ان لڑکوں سے تو نہ بولے، لیکن [illegible] کہنے لگے۔ شیخ [illegible] نے [illegible] سے کہا [illegible] باتیں کرتے ہو [illegible] میں سے ایک نے کہا کہ [illegible] ہم لوگ [illegible] ادب کرتے ہیں [illegible]

[illegible]

[illegible] تب سید صاحب [illegible] تشریف لے گئے تب [illegible] شیخ غلام بخش نے کہا [illegible] تب سے [illegible] یہاں [illegible] آپ نے فرمایا کہ شیخ

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۹۷۱ - ۹۷۵

بھائی، اب تم نے تمام شرک و بدعت سے توبہ کی ہے۔ اب یہ چبوترہ دور کر دو۔"

انھوں نے عرض کیا کہ: "حکم ہو تو ابھی کھدوا ڈالوں؟" آپ نے فرمایا کہ: "یہ بھی بات، مگر اس پر چھوٹی سی مسجد بنا لو کہ تمھارے نوکر چاکر اس میں نماز پڑھیں گے۔"

شیخ صاحب موصوف یہ بات سن کر خوش ہوئے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کروں گا۔

پھر آپ نے وہاں شیخ صاحب کو خلافت عطا فرمائی اور ان کے حق میں دعا کی۔(۱)

شیخ صاحب کی پیش کش اور سید صاحبؒ کی معذرت

سید صاحبؒ شیخ امام بخشؒ سے رخصت ہونے لگے تو انھوں نے عرض کیا کہ میرے باغیچے تک بھی تشریف لے چلیے۔ وہاں ایک بہت مکلف کوٹھی بنی تھی۔ شیخ صاحب نے دروازہ کھولا۔ آپ اس کے اندر گئے۔ بہت نفیس فرش بچھا تھا اور دیواروں میں آئینے اپنے اپنے موقع پر لگے تھے۔ شیشے کے جھاڑ چھت میں لٹکتے تھے۔ ایک کرسی پر سید صاحبؒ کو بٹھایا اور وہاں کا سب کارخانہ اور اسباب دکھایا اور عرض کی کہ: "یہ کوٹھی آپ کی خادمہ نے بنوائی ہے۔ اس کی طرف سے یہ آپ کی نذر ہے۔ للہ آپ قبول فرمائیں۔"

سید صاحبؒ نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ اس کا اجر آپ کو دے گا۔ ہم نے اس کو قبول کیا۔ اب ہم نے اپنی طرف سے یہ کوٹھی آپ کو دی۔ آپ جو چاہیں کریں۔ ہم لوگ تو مسافر ہیں، ان مکانوں کو کیا کریں؟"

شیخ صاحب نے فرمایا کہ: "حضرت، یہ بات تو نہ ہوگی۔ یہ مکان آپ کا ہے۔ چاہیے بیچ ڈالیے، چاہیے کسی کو کرایے پر دے دیجیے۔" شیخ موصوف کے نوکروں نے سید صاحبؒ کے ہمراہیوں سے کہا کہ: "حضرت اس کوٹھی کو کیوں نہیں قبول کرتے؟ اگر کسی کو کرایے پر دے رکھیں تو سو روپیہ مہینہ کرایہ آنے کا اور اگر بیچ ڈالیں تو پندرہ ہزار روپیہ کی بکے گی۔" قادر بخش لکھنوی، جو کلکتے میں دلالی کرتے تھے، انھوں نے جا کر سید صاحبؒ کے کان میں کہا کہ شیخ امام بخش کے نوکر یوں کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تو غریب مسافر ہیں، اللہ تعالیٰ پھر

---

(۱) "وقائع احمدی"، صفحہ ۹۷۵، ۹۷۶۔

ہر روز نیا کھانا، نیا پانی اور نیا مکان دیتا ہے۔ پھر بھلا ہم مکان لے کر کیا کریں؟

آپ نے شیخ صاحب موصوف سے فرمایا کہ یہ مکان تم نے اپنی طرف سے آپ کو دیا، یہ آپ کو مبارک ہے اور اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ اپنی جنت میں اس سے بہتر مکان آپ کو عطا کرے! پھر آپ نے ان کے لیے دیر تک دعا کی۔[1]

بنگال و آسام میں تبلیغ و اصلاح

مولوی امام الدین بنگالی آپ سے اجازت لے کر اپنی والدہ کی زیارت کے لیے اپنے وطن سودھارام گئے۔[2] ان کی تبلیغ و ترغیب سے حاجی پور اور سودھارام کے چالیس پچاس آدمی سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کلکتے کے بعض دوستوں نے ڈھاکے خطوط لکھے تھے۔ ان خطوط کو پڑھ کر کچھ لوگ ڈھاکے سے آئے۔ انھوں نے آپ سے ملاقات کی اور مولانا عبدالحی صاحب کا وعظ سنا اور اپنے میزبانوں سے جا کر بیان کیا کہ "ہم لوگ تو جانتے تھے کہ تعزیہ بنانا، نشان کھڑے کرنا، پیروں، شہیدوں کی نذر و نیاز کرنا، ان سے مرادیں مانگنا، اور شادی غمی میں طرح طرح کی خرافات کرنا یہی کام دینداروں کے ہیں۔ اب وعظ کے سننے سے معلوم ہوا کہ وہ سب بُرے کام ہیں اور ان کا کرنے والا مشرک اور بدعتی ہے۔ ہم لوگ آج تک بڑی غلطی پر تھے۔" انھوں نے کہا کہ "تم کیا، خود ہم بھی یوں ہی جانتے تھے۔ سید صاحب کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت کی اور ہم تو سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں۔ اب تم بھی چل کر بیعت کر لو۔"

وہ لوگ ان کو سید صاحب کے پاس لائے اور ان کا حال عرض کیا کہ یہ لوگ ڈھاکے سے بیعت کے واسطے آئے ہیں۔ آپ نے ان سب کو بیعت کی۔ بیعت کے بعد انھوں نے اپنی تعزیہ داری، پیر پرستی، نذر و نیاز، رسم و بدعت کا حال آپ سے عرض کیا اور کہا کہ "ہم لوگ آج تک اسی کو دینداری جانتے تھے۔ یہاں وعظ کے سننے سے معلوم ہوا کہ یہ سب کام بُرے ہیں اور ان کے کرنے والے مشرک و مبتدع ہیں۔"

---

[1] [illegible] صفحہ [illegible]　[2] بنگال، ضلع نواکھالی

ایک خط وہ اپنے شہر سے لائے تھے۔ وہ آپ کو دیا اور عرض کی کہ: "ہمارے شہر کے تمام شرفا اور غربا آپ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ اگر آپ وہاں تشریف لے جائیں تو ہر غریب اور امیر مسلمان راہِ راست پر آجائیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔"

آپ نے وہ خط دیکھ کر اور ان کی عرض سن کر فرمایا کہ: "ان شاء اللہ ہم اس کا جواب آپ کو کسی اور وقت دیں گے۔"

اس عرصے میں سلہٹ، چاٹ گام اور آسام وغیرہ کے لوگ کشتیوں پر سوار ہو کر کلکتے آئے اور وہاں کے لوگوں سے ملاقات کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے ہمراہ عورتیں بھی تھیں۔ سب نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کے بعد جو لوگ ان میں ہوشیار تھے، انھوں نے مولوی امام الدین صاحب کے ذریعے آپ سے عرض کیا کہ ڈھاکہ کے لوگوں نے جو اپنا حال بیان کیا ہے، بعینہٖ یہی حال تمام ملک بنگالہ کا ہے۔ نہ کوئی بھی نماز پڑھتا ہے، نہ روزہ رکھتا ہے۔

سلہٹ اور چاٹ گام کے کئی شخصوں نے بیان کیا کہ ہمارے یہاں شادی غمی میں دعوت کے واسطے جو کھانا پکتا ہے، اس کا حال یہ ہے کہ مٹی کے برتن تو کم ہوتے ہیں، اکثر کیلوں کے پتوں میں لوگوں کو کھلاتے ہیں۔ کھانے کے بعد جو کھانا برتنوں اور پتوں میں بچتا ہے، اس کو پھینک دیتے ہیں۔ وہ کتے کھاتے ہیں۔

سلہٹ اور آسام کے لوگوں نے عرض کی کہ ہمارے ہاں کیلوں کے جھنڈ بہت ہوتے ہیں، اس کے علاوہ [illegible] ہیں، وہ بھی بہت [illegible] ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ بکری کا گوشت تو کھاتے ہیں لیکن گائے کا گوشت [illegible] نہیں کھاتے۔ بعض ان کے برعکس ہوتے ہیں، بکری نہیں کھاتے۔

بنگالہ کے لوگوں نے [illegible] روزہ [illegible] کی [illegible] نہیں [illegible]

چوکے میں دوسرا شخص چلا جائے۔ جب کھانا تیار ہو تب کھانے والے آئے اور اپنی اپنی تھالی کٹوری دھو کر چوکے کے قریب رکھے اور الگ بیٹھے۔ بعض ننگے سر، بعض [illegible] بدن پر کپڑا ڈال کر۔ پھر باورچی نے جو کھانا ان کے برتن میں الگ سے رکھ دیا وہ انھوں نے لے لیا اور جو کھانا برتن میں بچ رہا اس کو انھوں نے اپنے ملک کی رسم کے موافق ایک جگہ ڈال دیا اور اس برتن کو راکھ سے دھو مانجھ کر چوکے کے باہر رکھ دیا۔ یہ رسم ہمارے یہاں بڑوں سے چلی آتی ۵ ہے۔

اور ایک مشہور بات یہاں یہ بھی ہے کہ جو لوگ دونوں عیدوں کے تہوار کرتے ہیں وہ اپنے کو بھی مسلمان جانتے ہیں اور بعض لوگ تعزیے اور شربت بھی کرتے ہیں اور ہولی دیوالی دسہرہ بھی کرتے ہیں۔ بھوانی کی پوجا بھی کرتے ہیں، پیروں شہیدوں کی نذر نیاز بھی کرتے ہیں۔ اور ایک یہ رسم بھی ہمارے بزرگوں سے چلی آتی ہے کہ عورتوں سے نکاح بھی کرتے ہیں اور بے نکاح بھی ۱۰ عورتیں گھروں میں ڈال لیتے ہیں اور ان سے جو لڑکے بالے پیدا ہوتے ہیں ان کو کوئی برا نہیں جانتا۔

جب یہ حال سب اپنے اپنے ملک کا بیان کر چکے تو ان میں جو لوگ رئیس اور سربرآوردہ تھے، انھوں نے عرض کیا کہ حضرت جس طرح ہو سکے آپ ہمارے ملک میں تشریف لے چلیں اور ہم لوگوں کو پکا اور سچا مسلمان بنائیں۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ [illegible] ۱۵
[illegible]

[illegible]

سپرد کیا اور ان حضرات نے توجہ فرمائی۔ چند دنوں کے بعد اُنھوں نے عرض کیا کہ "حضرت! ہم تو اب آپ ہی کی خدمت میں رہیں گے اور اپنے گھر نہ جائیں گے۔" آپ نے اُن کو سمجھا کر فرمایا کہ: "جہاں ہم تم کو بھیجیں، وہاں جاؤ۔ وہاں جانا گویا ہمارے ہی ساتھ رہنا ہے۔" اُنھوں نے کہا کہ: "ہم فرماں بردار ہیں۔ جو ارشاد ہو، بلا عذر حاضر ہیں۔"

آپ نے اُن کو ایک ایک خلافت نامہ دیا اور اپنا خلیفہ کیا اور کسی کو کُرتا دیا، کسی کو عمامہ عنایت کیا اور کسی کو فقط تاج عطا فرمایا، اور دُعا کر کے اُن کو اُن کے مُلکوں کو رُخصت کیا اور ہر ایک سے کہہ دیا کہ جا بجا سیر اور دورہ کرتے رہنا اور توحید و سُنّت کا جو مضمون تم نے یہاں سیکھا ہے، وُہی لوگوں کو سکھانا اور اُن سے شرک و بدعت کے کام چھڑانا اور جو تم کو مارے کوٹے، رنج و ایذا دے، صبر کرنا اور وعظ و نصیحت سے باز نہ رہنا۔ ہم تمھارے بعد بھی جنابِ الٰہی میں دُعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے اُمیدِ قوی ہے کہ تمھارے ہاتھوں سے بہت لوگوں کو ہدایت ہوگی۔ جو کوئی زندہ رہے گا، تھوڑی مدت میں اس مُلکِ بنگال کا حال دیکھے گا کہ اللہ تعالےٰ کس طرح ہدایت عام کرتا ہے۔ لوگ اپنے دل میں کہیں گے کہ یہ وُہی مُلکِ بنگال ہے اور یہ وُہی آدمی ہیں کہ کوئی توحید و سُنّت کا نام نہیں جانتا تھا، اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم [illegible]۔"

یہ سُن کر وہ سب لوگ اپنے اپنے شہر کو گئے۔ [illegible] جو لوگ کشتیوں میں

مولوی [illegible] آپ سے بیعت کی تھی۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ "آج کو ہم نے اپنا خلیفہ کیا ہے اور خلافت نامہ لکھ دیا ہے۔ [illegible] بستیوں میں جاؤ۔ تو جس کسی کو اللہ [illegible] بیعت منظور ہو، اُن سے [illegible] جو لوگ [illegible] واسطے [illegible] اُن سے بھی بیعت [illegible] سب کے سپرد کیا۔ [illegible] توحید و سُنّت کی خوبی اور شرک و بدعت کی بُرائی اُن کو خوب سمجھا دی اور رُخصت کیا۔(۱)

---

(۱) "وقائعِ احمدی" صفحہ ۹۲۵ - ۹۴۳

آسام کے کچھ اور لوگ بھی آئے۔ ان میں دو شخصوں کو بیعت کے بعد خلافت نامہ دیا اور توحید و سنت کی خوبی اور شرک و بدعت کی برائی کے مسائل خوب سمجھا دیے اور فرمایا کہ: "تم جب تک اس شہر میں ہو، تب تک ہر روز ہمارے پاس آیا کرو۔ ہم تم کو توجہ دیا کریں گے۔ اور جب اپنے ملک کو جانا، تب وہاں لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیا کرنا اور لوگوں سے بیعت لیا کرنا اور ان کو توجہ دینا۔" پھر آپ نے ان کے لیے دعا کی(۱)۔

سلطان ٹیپو کے شہزادے

ایک روز سید صاحبؒ کی خدمت میں محمد قاسم نام ایک خواجہ سرا آئے اور سلام کے بعد عرض کی کہ: "یہاں شہر میں سلطان ٹیپو کے جو شہزادے نظربندوں کے طور پر رہتے ہیں، انھوں نے جب سنا کہ تکیے کے ایک پیرزادہ صاحب منشی امین الدین کے باغ میں اترے ہیں، تو انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم جا کر ان کا حال دریافت کرو کہ وہ کس کی اولاد میں ہیں، کیونکہ سید ابو سعید اور سید ابو اللیث مرحوم و مغفور ہمارے خاندان کے مرشدوں میں ہیں۔ ان کا مکان بھی وہیں ہے۔ اگر اسی خاندان کے کوئی صاحب ہیں، تو ہم بھی ان کی قدم بوسی سے شرف یاب ہوں۔"

سید صاحبؒ نے فرمایا کہ: "سید ابو سعید صاحب تو ہمارے حقیقی نانا اور سید ابو اللیث صاحب ماموں تھے۔"

یہ بات سن کر محمد قاسم خواجہ سرا آپ سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ ادھر کلکتہ کے بعض معتمد لوگوں نے بیان کیا کہ ان شاہزادوں کے مکان میں عبد الرحیم نامی(۲) ایک بڑا منطقی اور فلسفی ملّا رہتا ہے۔ اسی کے وہ سب معتقد ہیں۔ اس نے سب کو ملحد بنا دیا ہے کہ نہ خدا کو

---

(۱) وقائع احمدی، صفحہ ۶۶۲۔ (۲) عبد الرحیم [illegible] نامور صاحب علم تھا۔ گورکھپور کے رہنے والے تھے [illegible] علوم عقلیہ میں [illegible] کلکتہ [illegible] انگریزی [illegible] زندگی [illegible] تھی۔ تصنیفات [illegible] حیدری [illegible] [illegible] [illegible] تصنیفات [illegible] [illegible] اور [illegible] [illegible] تصنیفات میں ہے (نزہۃ الخواطر جلد ۷)۔

نہ جانتے ہیں اور نہ حلول کو حلول۔ وہ کہتے ہیں کہ نہ تو مخلوق کا کوئی پیدا کرنے والا ہے نہ کوئی مارنے والا۔ ہمیشہ سے اس عالم کا یہی قاعدہ ہے کہ سب چیزیں خود بخود پیدا ہوتی ہیں، پھر خود بخود فنا ہو جاتی ہیں۔

آپ نے ان کا یہ حال سن کر کچھ دیر سکوت کیا اور فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ جو یہاں [illegible] ہیں وہ سب درست ہو کر راہِ راست پر آجائیں گے۔

دوسری بار اسی دن یا اگلے روز محمد تقی خواجہ سرا کچھ آئے اور ان شاہزادوں کو ہمراہ آپ کے پاس لائے کہ شاہزادوں نے آداب و تسلیمات کے بعد عرض کیا ہے کہ: ”آپ تو ہمارے خاندان کے پیر و مرشد ہیں۔ ہم لوگوں کی بڑی بدنصیبی ہے کہ تمام اہلِ شہر آپ کے شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے اور ہم اب تک اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہیں۔ آپ ضرور غریب خانے پر تشریف لائیں اور اپنے دیدار فیض آثار سے ہم کو محظوظ فرمائیں۔“

آپ نے فرمایا کہ بہتر ہے ہم چلیں گے۔ آپ پالکی پر سوار ہو کر محمد تقی کے ساتھ تشریف لے چلے۔ مولانا عبدالحی صاحب، مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور آپ کے بھانجے سید احمد علی صاحب ان کے علاوہ بھی کوئی دو تین ساتھی [illegible] تھے۔ [illegible] شاہزادوں کا مکان [illegible] [illegible] [illegible] ہیں [illegible]

[illegible] کے دن تشریف لے گئے۔

پوتے دہلی میں پڑھتے تھے۔ چار پانچ گھنٹے گفتگو رہی۔ آخر میں مرزا عبدالرحیم کو ساکت ہونا پڑا اور موصوف اٹھ کر سید صاحب کے پاس آ گئے۔

ہر شاہزادے کا ایک جدا جدا بنگلہ اور نشیمن و مکتب خانہ تھا۔ بڑے شاہزادے کو اپنے استاد کی شکست کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ اس نے ان حضرات کی آمد کی خبر سن کر اپنے بنگلے کا دروازہ بند کر لیا۔ محمد قاسم تو بہرحال سید صاحب کو ایک بنگلے میں جا کر بٹھایا اور شاہزادوں(۱) کو وہیں بلا لیا۔ بڑا شاہزادہ تو غصے اور رنج کی وجہ سے نہیں آیا، باقی سب شاہزادے حاضر ہو گئے۔ وہ دس دس بارہ بارہ برس کے تھے۔ محمد قاسم نے اُن کو سید صاحب کے پاس لا کر بٹھایا اور سب کا علیحدہ علیحدہ تعارف کرایا۔ آپ نے اُن سے بیعت لی۔ محمد قاسم آپ کو شاہزادوں کے زنانے مکانوں میں بھی لے گئے۔ وہاں بیگمات نے بیعت کی اور چند تھان نذر کیے۔ آپ نے محمد قاسم کو اطمینان دلایا کہ انشاء اللہ تین چار برس کے اندر یہ تمام شاہزادے درست ہو جائیں گے۔

آپ وہاں سے باغ میں تشریف لائے۔ محمد قاسم بھی ساتھ آئے۔ وہ تمام دن سید صاحب کی خدمت میں رہتے تھے اور دونوں وقت کھانا اپنے مکان سے منگوا کر یہیں کھاتے تھے اور روزانہ عشاء کی نماز پڑھ کر واپس مکان جاتے تھے اور صبح کو پھر حاضر ہوتے تھے۔(۲) آپ نے شاہزادوں کی توجہ میں کے سید حاجی احمد صاحب معروف بہ حاجی بڑے صاحب ولایتی کو مامور کیا تھا۔ ان شاہزادوں کے احوال اور ترقیات کو دیکھ کر جن شاہزادوں نے بیعت نہیں کی تھی ان کو بھی دل میں اشتیاق ہوا کہ ہم بھی بیعت کر کے اس نعمت سے بہرہ یاب ہوں۔ چنانچہ ان شاہزادوں نے بھی بیعت کی سعادت پائی۔ بڑا شاہزادہ باقی رہ گیا اور اس نے ملاقات بھی نہیں کی۔

---

(۱) [illegible] شہزادوں [illegible] جس [illegible] سید صاحب [illegible]

[illegible] (۲) محمد قاسم [illegible]

[illegible]

[illegible]

محمد قاسم خود تیرہ سر شہزادوں کو لے کر بڑے شاہزادے کے پاس گئے اور اُس سے کہا کہ: آپ سید صاحب کے پاس چل کر ملاقات تو کرلیں۔ اس میں آپ کا کیا نقصان ہے؟ بیعت کا آپ کو اختیار ہے۔ چاہے کریں، چاہے نہ کریں۔ چنانچہ اُس کو راضی کرکے سید صاحب کے پاس آئے اور آپ کو بڑے شہزادے کی کوٹھی میں لے گئے۔ شاہزادہ کوٹھی سے باہر نکل کر استقبال کو آیا اور آپ کو کوٹھی کے اندر لے گیا۔ ہمراہیوں میں سے دو تین آدمی ساتھ گئے اور باقی باہر کھڑے رہے۔"(1)

شاہزادے نے عربی زبان میں واجب الوجود کے وجود اور رسالت اور قرآن کے بارے میں تقریر کی۔ سید صاحب نے فرمایا کہ: "ہماری پیدائش اور نشوونما ہندوستان میں ہوئی ہے کبھی عربی زبان میں بات چیت کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اصل غرض مقصد کا ظاہر کرنا ہے۔ بہتر ہے کہ آپ ہندوستانی میں گفتگو کریں تاکہ میں اور حاضرینِ مجلس آپ کے کلام کو سمجھیں۔" اس نے کچھ توقف کے بعد فارسی میں گفتگو شروع کی۔ آپ نے فرمایا: "ہر چند کہ فارسی زبان کو سمجھتا ہوں، مگر آپ کی عربی اور فارسی زبان دانی حاضرین پر ظاہر ہو گئی ہے، یہ سب تکلف ہے۔ بہتر ہے کہ آپ اپنی مادری زبان میں گفتگو کریں۔" اس وقت انھوں نے اردو میں قواعدِ منطقیہ اور دلائل کلامیہ کی رعایت کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فرماتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ شاید حضرت جواب دینے کے لیے مجھے ارشاد فرمائیں، مگر سید صاحب نے خود ہی قواعدِ منطقیہ کا لحاظ کیے بغیر جیسے کسی طفلِ مکتب کو تعلیم کرتے ہیں، کلمات سادہ سے، بلکہ مثالیں بیان کرکے اس کو سمجھانا شروع کیا اور تھوڑی دیر میں قائل کر دیا۔"(2)

محمد قاسم آپ کو بیگمات میں لے گئے۔ تیمور سلطان کی بیٹی نے آپ کو دیکھا تو اس نے عرض کی کہ: ہم سے بڑے بھائی صاحب نے بیعت کر لی ہے۔ الحمد للہ! ہم کو بھی [illegible]

---

(1) "وقائعِ احمدی" صفحہ ۸۹۸ تا ۹۰۲ (2) "منظورۃ السعداء"

نے بھی بیعت کی۔ عصر کے قریب آپ وہاں سے باہر آئے۔ ان بیگم نے بھی بہت شیرینی بھیجی جو تقسیم کی گئی۔ آپ نے عصر کی نماز پڑھی۔ دو تین گھڑی کے بعد سب ہمراہیوں نے کھانا کھایا۔ آپ نے مغرب کی نماز وہیں پڑھی اور عشا بھی۔ اس کے بعد آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ پھر سب چھوٹے بڑے شہزادے جمع ہو کر آپ کے پاس آئے اور عرض کی کہ: "حضرت! ہم تو آج از سر نو مسلمان ہوئے اور آج ہی دینِ اسلام کی قدر جانی۔ اب ہم سب کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ہمیشہ اپنی راہِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے۔" آپ نے بہت دیر تک کمال الحاح و زاری اور عجز و انکسار کے ساتھ دعا کی اور فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ نے اب شیطان کو تمہارے یہاں سے دفع کر دیا۔ چند روز کے بعد دیکھنا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے یہاں کیسی خیر و برکت کرے گا۔"

ان شاہزادوں نے منتوں سے تاکید کی کہ جب تک کلکتہ میں رہیں ہمارے یہاں آتے رہیں۔ آپ ان سب سے رخصت ہو کر باغ میں تشریف لائے۔(۱)

__ایک پیرزادے کے مکان پر__ کلکتے میں ایک پیرزادہ صاحب تھے۔ انھوں نے سید صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ میرے غریب خانے پر تشریف لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم کسی وقت آئیں گے۔ یہ سن کر شہر کے چند شخصوں نے آپ سے عرض کی کہ: "آپ نے ان پیرزادہ صاحب کے مکان پر جانے کا اقرار کر لیا ہے۔ وہ شخص تو کچھ خلافِ شرع کرتے ہیں۔"

آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا خلافِ شرع کام کرتے ہیں۔ انھوں نے عرض کی کہ: "وہ نجومی ہیں۔ شہر کے اکثر پنڈت نجومی ان کے پاس جاتے ہیں اور ان سے علمِ نجوم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کو جو وہاں اپنے مکان پر بلاتے ہیں تو صرف اسی امر پر مباحثہ کرنے کے لیے بلاتے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی غرض نہیں۔" آپ نے فرمایا:

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۵۰۳ – ۵۰۵

تاخیر، جو کچھ ہوگا، دیکھا جائے گا۔" اور ان پیرزادہ صاحب کے حق میں فرمایا کہ تم یہاں آنا، ان شاء اللہ تعالیٰ ہم تمہارے ساتھ چلیں گے۔

وہ شخص وعدے کے موافق لینے آیا۔ آپ پالکی پر سوار ہوئے۔ پچیس تیس آدمی آپ کے ہمراہ ہوئے۔ جب آپ کی سواری پیرزادہ صاحب کے احاطے کے پھاٹک پر پہنچی، آپ سواری سے اترے تو دیکھا کہ پھاٹک کی چوکھٹ سے پیرزادہ صاحب کی کوٹھی تک پٹو بچھے ہیں۔ ان کے اوپر، وہاں سے آپ کو لینے آئے۔ انھوں نے عرض کی کہ اب ان پٹوؤں پر چلیے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ "پگڑی تو سر پر رکھنی چاہیے اور چلنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی ہے۔ ہم تو زمین پر چلیں گے۔" انھوں نے کئی بار گڑگڑا کر عرض کی کہ آپ اس پر چلیے۔ آپ نے نہ مانا اور زمین پر چل کر اس سے نکلے۔ جہاں وہ پیرزادہ صاحب تھے، تشریف لے گئے۔ [illegible] انھوں نے بہت تواضع کی، اور [illegible] آپ کو [illegible] بٹھایا اور عافیت دریافت کی۔ آپ نے ان کی خیر و عافیت پوچھی۔ پھر گفتگو اور تذکرہ ہوا۔ انھوں نے بیعت کی اور توبہ کی اور سب باتوں سے تائب ہوئے۔ ان کے بعد [illegible] نے آئے سب نے بیعت کی اور جو وہاں حاضر نہ تھے، ان کو کہہ دیا کہ جب تک حضرت سید صاحب کے دست مبارک پر بیعت نہ کرے گا، وہ ہمارا مرید نہیں ہے۔ پھر ایک وقت نہ آئے گا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ "آپ کو میری طرف سے اجازت ہے کہ آپ بھی ان سے بیعت لیں۔ اور آپ کو خلافت نامہ دے دیں گے۔" یہ بات سن کر وہ بہت خوش ہوئے۔ پھر حضور نے خلافت کی شال منگوا کر تقسیم کروائی۔ اس کے بعد آپ مکان پر تشریف لائے۔

اس کے بعد آپ نے ان کو ایک گھوڑا اور ایک جوڑا خلعت عنایت فرمایا اور ان کو مولوی عبدالحی صاحب سے خلافت نامہ لکھوا دیا اور ان کو بھی [illegible] پیرزادہ صاحب کے ہمراہ کیا۔ ایک دن انھوں نے سید صاحب سے عرض کی کہ "حضرت، اللہ تعالیٰ نے بڑی عنایت

کی۔ اگر میں آپ کے دستِ مبارک پر توبہ نہ کرتا اور یونہی مر جاتا تو میری عاقبت تباہ ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شہر میں آپ کو گویا میری ہی ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ اب آپ دعا کریں پروردگار مجھے تا دمِ موت اسی توبہ پر قائم رکھے۔ آپ نے اُن کے لیے دعا کی۔

ایک زیارت کنندہ: آپ کے پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد سید محمد علی صاحب جو بعض ضروری کاموں کے لیے وطن ٹھہر گئے تھے، کلکتے آئے اور امانت کے پانچ ہزار روپے جو ایک شخص نے ان کے پاس رکھے تھے، لے آئے۔ انھوں نے سید صاحب اور سب عزیزوں اور دوستوں سے کہا کہ میں سب سے پہلے ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ سب نے بڑے اشتیاق سے کہا کہ فرمائیے کیا خوشخبری ہے۔ انھوں نے کہا: شاہ عبدالقادر صاحب کا مترجم و محشّٰی قرآن چھپا لایا ہوں، اور سب کو دکھایا۔ سب لوگ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ سترہ روپے میں گویا مفت ملا۔(۲)

اس ترجمے کو سب سے پہلے مولوی عبداللہ پسر سید بہادر علی دہلوی مرحوم نے کلکتے میں شائع کیا۔ پھر اس کی اشاعت عام ہو گئی۔(۳)

خدمتِ عوام: کلکتے کی مدتِ قیام میں یہ حال تھا کہ ہر روز آپ کی خدمت میں [illegible] کوئی بیٹی یا کسی لڑکے کی شادی کے لیے، کوئی قرض ادا کرنے کے لیے، کوئی مسجد بنوانے کے لیے امداد طلب کرتا۔ آپ کسی کے سوال پر نہیں نہ کرتے۔ شیخ محمد لطیف صاحب کا بیان ہے کہ آپ کے سپرد یہ خدمت تھی۔ کہتے ہیں کہ کلکتے کے قیام میں دس ہزار روپیہ اس مد میں اور سائلوں کو دیے گئے۔(۴)

[illegible]: [illegible] کلکتے کے ایک بزرگ سید محمد [illegible] کے مکان پر آتے تھے۔ [illegible] سے آتے تھے اور بندوں کی [illegible] کے لیے [illegible] [illegible] کا [illegible]۔ جب [illegible] [illegible]

---

(۱) وقائع احمدی، صفحہ ۶۹۵-۶۹۶ (۲) وقائع، صفحہ [illegible]

(۳) "منظورۃ السعداء" (۴) "مخزنِ احمدی" صفحہ ۷۷

تھا، [illegible] اُن کا مرید بھی تھا۔ اُن کو یہ خیال ہوا کہ سید صاحب کسی حاکم کی ملاقات کو جائیں گے تو اس سے بڑی عزت و عظمت لوگوں کے دل میں زیادہ ہوگی۔ چنانچہ انھوں نے آپ کی ملاقات کو جانا چاہا۔ انھوں نے ایک شخص کی زبانی آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ سے ملنے کو دل بہت چاہتا ہے لیکن میں بیماری کے باعث آپ کی ملاقات کو نہیں آسکتا۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ "بیمار کی عیادت سنت ہے۔ ہم ہی ان کی ملاقات کے لیے آئیں گے۔ ان سے کہنا کہ وہ یہاں آنے کی تکلیف نہ کریں۔"

اسی روز نماز مغرب کے بعد آپ چند آدمیوں کے ساتھ سید بغدادی صاحب کی ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ اُن سے ملاقات اور مزاج پرسی کی۔ انھوں نے کہا کہ "میں نے سنا ہے کہ آپ یہ قافلہ لے کر بارادۂ حج تشریف لائے ہیں۔ اس جمِ غفیر اور جماعتِ کثیر کے ساتھ آپ کو مناسب نہ تھا۔ اتنے لوگوں کو جہاز پر کون بٹھائے گا اور کھانے کپڑے کا خرچ کہاں سے آئے گا؟"

آپ نے اُن سے فرمایا کہ "ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان دو ہزار آدمیوں کو جہاز پر سوار کر کے حج کو یا کسی اور جگہ کو پہنچا دے، یہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟" انھوں نے کہا کہ "دو ہزار دو ہزار کی کیا حقیقت ہے، اگر وہ چاہے تو دس پانچ ہزار آدمیوں کو جہاز پر سوار کر کے جہاں چاہے وہاں پہنچا دے۔"

سید صاحب نے فرمایا کہ "سبحان اللہ! مخلوق اگر [illegible] جناب باری تعالیٰ کی قدرت ہے [illegible] کو یہ [illegible] دو ہزار آدمی جہازوں پر چڑھا کر جہاں چاہے وہاں پہنچا [illegible] جس نے [illegible] [illegible] ہے!

[illegible]

آپ نے فرمایا کہ: "آپ سن لیں گے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں جہازوں کا کرایہ دے کر سب بھائیوں کو ہمراہ لے کر جاؤں گا اور حج کر کے بخیر آؤں گا اور خیراتی جہازوں پر نہ آپ سوار ہوں گا نہ اوروں کو سوار کراؤں گا۔"[1]

[illegible] مسابقت

ایک روز منشی امین الدین صاحب کے یہاں سے اعلیٰ قسم کی پوشاک کے لیے کپڑے کی گٹھڑیاں آئیں۔ اس کے بعد شیخ رمضانی، سعد الدین تاجر، منشی حسن علی اور [illegible] صاحب اسباب کی ایک ایک فرد لائے اور سید صاحب کو دکھائی اور عرض کیا کہ:

"ہم نے اس قدر سامان آپ کے لیے خریدے ہیں۔ اگر ارشاد ہو تو گٹھڑیاں یہیں بندھوا کر یہاں لائیں ورنہ جب جہازوں پر آپ کا اسباب چڑھایا جائے گا، اس کو بھی چڑھوا دیں گے اور ہم سب نے پانچ سو آدمیوں کے احرام کی تدبیر کی ہے۔ اگر آپ کے آدمیوں کا شمار معلوم ہو تو حساب سے اس کا انتظام کیا جائے۔"

سید صاحب نے فرمایا کہ: "احرام تو اپنے لوگوں کے لائق ہمارے پاس تیار ہیں۔ اب

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۹۲۵ - ۹۲۸۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس کے مقابل سید احمد بغدادی صاحب کے ساتھ جو [illegible] وہ بڑا عبرت انگیز ہے۔ "وقائع" میں ہے کہ وہ [illegible] سید بغدادی کے [illegible] منشی [illegible] تھے [illegible] مگر [illegible] کوشش کی کہ کوئی جہاز نہ ملا کہ سید بغدادی [illegible] سید صاحب کے تشریف لے جانے کے چند روز بعد منشی [illegible] کا ایک [illegible] سید بغدادی کو اس کے جہاز پر سوار کرایا۔ ایک مغل [illegible] اس جہاز سے [illegible] رکھتی تھی [illegible] کلکتے سے روانہ ہوا۔ دوسرے روز اس مغل کو خبر ہوئی۔ اس نے عدالت میں [illegible] کی وجہ [illegible] کلکتے میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ سید احمد بغدادی [illegible] پکڑے گئے۔ سید صاحب کے مخلص و معتقد [illegible] بڑے [illegible] جب [illegible] کلکتے [illegible] سید احمد بغدادی [illegible] اور مخلصین سرخرو و مطمئن۔

[illegible] سید احمد بغدادی [illegible] ایک بڑے مخلص کے [illegible] سفر حج سے [illegible] وقائع، صفحہ [illegible]

اور اموروں کی کچھ حاجت نہیں اور جو کچھ روپیہ تم نے دیا ہے اس کا اجر اللہ تعالیٰ تم کو دنیا و آخرت میں دے۔ روپیہ جو ہمارے پاس لائے، جہاز پر چڑھتے وقت جتنی حاجت تھی اس قدر روپیہ ہم نے لے لیا۔ اب زیادہ روپیہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جب کہیں ضرورت ہوگی تب اللہ تعالیٰ انتظام فرمائے گا۔"

انھوں نے کئی بار یہ تکرار کہا کہ "حضرت آپ قبول فرمائیں، ہماری بڑی خوشی ہے۔" آپ نے فرمایا کہ "لینے میں تو کچھ نقصان نہیں ہے، مگر لادے پھرنا اور اس کی نگہبانی کرنا کچھ کام کی بات نہیں ہے، نہ لینا ہی مناسب ہے۔"

انھوں نے کہا کہ "اگر اور کچھ آپ نہیں لیتے تو خیر، مگر اتنا آپ ضرور قبول کیجیے۔" آپ نے فرمایا کہ "خیر، تمھاری خوشی۔ تم بھی کچھ سامان کر دو۔" یہ بات سن کر وہ خوش ہوئے اور ہر ایک کہنے لگا کہ "ہم ہی سب انتظام کریں۔" آپس میں بحث ہونے لگی۔ حضرت نے فرمایا: "آپس میں جھگڑا نہ کرو، تم سب اپنے اپنے حصے کے موافق ترتیب کر کے ہمارے پاس لاؤ۔"

انھوں نے مل بیٹھ کر طے کیا کہ فی نفر دو دو تھان دینے چاہییں۔ ساڑھے سات سو آدمی ہیں۔ انھوں نے پندرہ سو احرام تجویز کیے اور حضرت سے عرض کیا کہ "اگر آپ اپنے پاس کے احرام بیت اللہ سے بندھوا لیں تو جائے، اور عرفات جانے کے وقت پاس کے بکس جس طرح مناسب سمجھیں۔" ان کی یہ تجویز آپ کو بہت پسند آئی۔ پھر آپ نے ان کے لیے دعا کی اور فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر دے اور یہ کپڑا اپنی راہ میں خرچ کرائے۔ ان شاء اللہ ہم تمھارے لیے بیت اللہ میں جا کر دعا کریں گے۔ پروردگار سے امید ہے کہ وہ تمھارے یہاں بہت خیر و برکت کرے گا۔"(۱)

جہاز رانی کے انتظامات کلکتہ سے چلنے کی تیاری شروع ہوئی۔ گیارہ جہاز کرایہ پر لیے گئے۔ بارہ ہزار روپیہ کرایہ تجویز ہوئی۔ ہر جہاز پر ایک امیر مقرر ہو اور بارہ ہزار روپیہ کی جنس اور

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۹۶۱ تا ۹۶۲

شیشے، پانی خرید کر جہازوں پر رکھوا دی گئیں(۱)

جہازوں کی روانگی سے پہلے، شہر میں کھانا کھانے کے لئے جمع ہوتے تھے۔ سب سے مستحق عورتوں کو خرید کر جہازوں پر چڑھا دئے گئے، وہ جو مستورات تھیں ان کو [illegible] روپیہ کے حساب سے تیرہ ہزار آٹھ سو ساٹھ روپے دیئے گئے۔ تو لوگوں کے [illegible] کے پیچھے کے دو روپے دیئے گئے۔ ایک ہزار "مخزن احمدی" کے [illegible] سو روپے، [illegible] جہاز "غراب محمدی" کے پورے ایک ہزار کے آٹھ سو روپے کرایہ کے علاوہ [illegible] اور پانی کے پیپے رکھے گئے(۲)۔

ایک تاجر کی پیش کش شیخ غلام سلیمان خان خورجوی کو جب اس کی اطلاع ملی کہ جہازوں کے سب انتظامات مکمل ہو گئے، تو ایک دن سید صاحب کے پاس آکر عرض کیا کہ ان دنوں میرے چار جہاز خالی کھڑے ہیں، آپ انہیں اپنے لوگوں کے سوار کرنے کے لئے قبول فرمائیں، تشریف لے جائیے، یہاں سے مکہ تک کا جو کچھ زاد راہ اور ضروری سامان ہے، وہ سب جہازوں پر موجود رہے گا اور زیارت حرمین شریفین سے فراغت کر کے جس سامان کے ساتھ انہیں جہازوں پر واپس تشریف لائیں، یہ بھی میرے ذمہ ہے۔

آپ نے فرمایا کہ "شیخ بھائی! تم نے بات معقول کہی، لیکن ہم نے پہلے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ جب تک وہ اپنے پاس سے زاد و راحلہ کا سامان کر دے گا، تب ہم جہازوں کا کرایہ دے کر اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر بیت اللہ شریف کو جائیں گے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی مخلوق کا بار احسان نہ اٹھائیں گے۔ اس میں چاہے برس گزر جائیں اس کا کچھ غم نہیں۔"(۳)

جہازوں کا معاینہ اور نماز کی ہدایت جہازوں کے منتظمین نے عرض کیا کہ [illegible] آپ تو چاہیں کہ جہازوں کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ سب جہاز گنگا کے کنارے کھڑے ہیں۔ آپ

---

(۱) مخزن احمدی صفحہ ۸۰ (۲) وقائع احمدی صفحہ [illegible] (۳) وقائع احمدی صفحہ ۲۰۳، ۲۰۷

نے فرمایا: بہتر ہے ہم چلیں گے۔" آپ نمازِ ظہر پڑھ کر تشریف لے گئے اور جنگلوں کی
سیر کی [illegible] سڑک پر پہنچے۔ وہ سڑک بہت ہی صاف اور خوبصورت بنی تھی۔ آپ اس سڑک پر کھڑے
ہوئے۔ پھر [illegible] جہاز پر گئے اور [illegible] کے نیچے اور [illegible] کے سبب مکان دیکھنے
میں آیا۔ فرمایا: الحمد للہ! اللہ تعالیٰ یہ دن تو دیا کہ جہاز دیکھنے میں آئے۔"

ایک روز [illegible] کو آپ نے ایک [illegible] بہت [illegible] لنگی عنایت فرمائی اور [illegible] کے ۵
کی شان عنایت کیے اور فرمایا کہ: ہمارے لوگوں کو آرام کے ساتھ رہنا۔ کسی طرح کی
تکلیف نہ ہونے پائے۔ انشاء اللہ تمہارا جہاز جلد خیر و عافیت کے ساتھ جدہ پہنچے گا اور
اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا۔ اگر [illegible] کسی طرح کا صدمہ [illegible] آہستہ [illegible]
نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے محفوظ رکھے گا۔"

ایک دن [illegible] شیخ [illegible] بخش، شیخ [illegible] و شیخ محمد لطیف وغیرہ نے عرض کیا ۱۰
کہ سب جہازوں کے [illegible] منتظر ہیں کہ حضرت ہمارے جہازوں کو دیکھنے تشریف لائیں۔
[illegible] سب [illegible] تشریف لے چلیں۔ آپ نے فرمایا: عصر کا وقت قریب ہے۔ اب جا کر
نماز پڑھیں گے۔ اس وقت فرصت نہیں ہے۔ پھر کسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ دیکھیں گے
[illegible] سب جہازوں کے [illegible] کو بلا کر فرمایا کہ ہمارے لوگوں کو آرام سے
رکھنا اور کسی طرح کی تکلیف [illegible] نہ ہونے پائے۔ [illegible] انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے ۱۵
[illegible] بھی بہتری ہوگی اور آخرت میں بھی۔ دنیا کا فائدہ تو [illegible] دیکھ لو گے اور
آخرت کا فائدہ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو وہاں دیکھو گے۔ اگر ان کو کسی قسم کی تکلیف دو گے
تو [illegible] دین میں بھی نقصان ہوگا اور دنیا میں بھی، کیونکہ یہ سب لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر
محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے جاتے ہیں۔

---

(۱) [illegible]

(۲) "وقائع احمدی" صفحہ ۱۰۰۶، ۱۰۰۷

یہ بھی فرمایا کہ اگر سمندر میں صدمے کی کوئی جگہ آ جائے، تو تم ان لوگوں سے دعا کرانا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے خیر و عافیت کے ساتھ منزلِ مقصود پہ پہنچا دے گا۔"

ان سب نے اقرار کیا کہ: "ان شاء اللہ تعالیٰ، ہم ان کو بہت آرام کے ساتھ لے جائیں گے اور ہمارے ہاتھوں ان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ آپ ہمارے لیے دعا فرمائیں۔" آپ نے ان سب صاحبوں کے لیے دعا کی۔ (۱)

سفر کی ترتیب جہازوں کے ناخداؤں نے عرض کیا کہ: "آپ اپنے سب جہازوں کے آگے سوار ہو کر روانہ ہوں گے یا سب کے پیچھے؟ جو منظور ہو، ارشاد فرمائیں۔"

آپ نے فرمایا: "جس طرح تمھاری خوشی ہو، ہمیں منظور ہے۔" انھوں نے کہا کہ: "اگر آپ سب کے پیشتر روانہ ہوں، تو بھی، ان شاء اللہ تعالیٰ، ہم آپ کے لوگوں کو آرام کے ساتھ سوار کر کے لے جائیں گے اور اگر آپ سب کے پیچھے روانہ ہوں، تو بھی۔ مگر مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب لوگ جہازوں پہ آپ کے سامنے روانہ ہو جائیں اور آپ سب کے پیچھے سوار ہوں، تب تک خدا کے اور بندے آپ کے فیض سے فیضیاب ہوں گے۔"

آپ کو ان کی یہ صلاح پسند آئی۔ پھر ہر ایک ناخدا اپنے اپنے جہاز کی تعریف کرنے لگا کہ ہمارا جہاز ایسا تیز رفتار اور اس خوبی کا ہے، آپ ہمارے جہاز پر سوار ہوں۔ آپ نے اس وقت ان کو کوئی جواب نہیں دیا۔ جب رخصت ہو کر چلے گئے، تب شہر کے دوسرے صاحبوں سے آپ نے فرمایا کہ: "سب کے پیچھے یہاں سے کون سا جہاز روانہ ہوگا؟ اس کو دریافت کیجیے۔ ہم اسی پر سوار ہوں گے۔" انھوں نے شہر میں جا کر ناخداؤں سے پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ: "سب کے پیچھے دریا بقا روانہ ہوگا۔ مگر دریا بقا بہت پرانا اور شکستہ رفتار ہے۔" انھوں نے یہی حال سید صاحب سے آ کر بیان کیا اور عرض کر دیا کہ دریا بقا پرانا اور شکستہ رفتار ہے۔ آپ نے فرمایا کہ: "ان شاء اللہ تعالیٰ ہم اس کا [illegible]

---

(۱) "وقائع احمدی"، صفحہ ۱۰۱۱، ۱۰۱۲

چھوٹتے رہیں گے۔ اگر ہم اس پر نہ چڑھے، تو ہمارے دوسرے بھائی چڑھیں گے۔"

شہر کے لوگوں نے یہ سن کر کہ سید صاحب نے اپنے سفر کے لیے دیا لتی کا انتخاب کیا ہے، آ کر عرض کی کہ "تمام شہر میں مشہور ہے کہ جہاز دیا لتی بہت کم چلتا ہے اور بہت کہنہ اور شکستہ بھی ہے۔ آپ کسی اور جہاز پر سوار ہوں"۔ آپ نے فرمایا کہ: "تم خاطر جمع رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے نئے اور پرانے سب یکساں ہیں۔ اگر وہ چاہے گا، تو اس کو تیز رو کر دے گا۔"(۱)

اہلِ دنیا کی عزت و حرمت کی طرف عدمِ التفات

غلام حسین خاں فخر التجار کلکتہ نے کہا کہ جہاز عطیۃ الرحمٰن بادشاہی ہے اور اس پر ساٹھ ضرب توپ چڑھی ہے۔ محمد حسین ترک اس کا ناخدا ہے اور وہ چالیس جہازوں کا کپتان ہے۔ آپ اس پر سوار ہوں۔ جس وقت آپ ملکِ عرب میں پہنچیں گے، وہاں کے لوگ آپ کی بہت بڑی عزت و حرمت کریں گے۔"

یہ سن کر آپ کا چہرۂ مبارک غصے سے متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ: "غلام حسین خاں! یہ تم نے کیا کہا؟ عزت و حرمت تو خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ بندے کی طرف سے نہیں۔ ہم دنیا کی قدر و منزلت کو ایسا جانتے ہیں جیسا مردار کتا۔" اور بہت سی باتیں اسی طرح کی فرمائیں۔ اس وقت تمام اہلِ مجلس عالمِ سکوت میں تھے۔ غلام حسین خاں کے چہرے پر دہشت، خجلت اور ندامت سے زردی چھا گئی۔ سر نیچے کیے ہوئے بیٹھے رہے۔ اس طرح کی ندامت ہوئی کہ سر اٹھا کر نہ دیکھا۔(۲)

روانگی کا دن(۳)

روانگی کے دن منشی امین الدین صاحب کے یہاں کھانے کی دعوت تھی۔ مجمع بے اندازہ تھا۔ آپ نے ظہر کی نماز انھیں کے یہاں ادا کی اور بہت سی نصیحتیں اور ہدایتیں فرمائیں۔ خلفا میں سے جو لوگ موجود تھے، ان کو باہم اتفاق و ایک دوسرے کے ساتھ خیر خواہی کرنے

---

(۱) وقائع احمدی صفحہ ۱۳۷۰۔ (۲) وقائع صفحہ ۱۰۹۰، ۱۰۹۱۔ (۳) قلمی یادداشت سے معلوم ہوتا ہے۔ سید صاحب کو کلکتہ میں تقریباً تین مہینے صرف ہوئے۔ یادداشت سے معلوم ہوتا ہے کہ صفر کے آخر یا ربیع الاول میں کلکتہ پہنچے تھے اور جمادی الاولیٰ میں وہاں سے روانگی ہوئی۔

کی تائید فرمائی۔

آخر میں ارشاد فرمایا کہ: "اگر کوئی کہے کہ سیّد احمد کی توجّہ میں بڑی قوی تاثیر ہے تو اس کو کاذب اور مفتری سمجھنا چاہیے۔ یہ معاملہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ بہت سے لوگوں پر میں نے چاہا کہ فائدہ ہو اور بڑی کوشش کی، ان کو ذرا نفع نہ ہوا اور بعض لوگوں کی طرف میرا خیال بھی نہ تھا، لیکن اُن کو اتنا فائدہ پہنچا کہ عالی مراتب ولایت تک پہنچ گئے۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے اور بالکل من جانب اللہ بات ہے۔"

وعظ کے بعد آپ نے سر سے دستار اتار کر منشی صاحب موصوف کے سر پر رکھ دی۔ اُس وقت منشی صاحب بہت روئے۔[1]

---

[1] "منظورۃ السعداء"

* * *

تیرھواں باب

کلکتے سے مکہ معظمہ تک

[illegible] سید صاحب [illegible]

[illegible]

[illegible] صاحب [illegible]

[illegible]

وہاں سے [illegible] قریب پہنچے تو دیکھا [illegible]

[illegible] کثرت سے آپ کے [illegible]

[illegible]

[illegible] معلوم ہوتا تھا کہ [illegible]

[illegible] حضرت [illegible]

[illegible] شریف لے گئے اور [illegible] خاں کو [illegible] دیکھا [illegible]

[illegible]

پہنچے۔ وہاں سے آپ [illegible]

[illegible] اس وقت ایک جم غفیر [illegible]

[illegible]

[illegible] اس وقت وہاں موجود تھے۔ لوگ یہ بھی کہتے تھے

کہ لاٹ اپنی کوٹھی پر [illegible] بیٹے سمیت کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔

جب قلعے کے میدان میں پہنچے، عصر کا وقت ہوا۔ لوگوں نے دریا میں وضو کیا اور اذان کہی۔ پھر صفیں آراستہ ہونے لگیں۔ اُس وقت خدا کی قدرت نظر آتی تھی کہ ہزاروں ہزار نمازی کہ اُن کی تعداد گنتی سے باہر تھی، کھڑے تھے۔ جب صفیں آراستہ ہو چکیں اور ایک صف دونوں جانب دُور، جہاں تک نظر کام کرتی تھی، لگی تھی، سید صاحب امامت کے لیے بڑھے اور نیت باندھی۔ اُس وقت صدہا آدمی باواز بلند تکبیر کہتے تھے۔ اس کے باوجود تکبیر کی آواز سننے میں نہ آتی تھی، مگر آپ کی آواز سب کو پہنچ رہی تھی۔ نماز کے بعد آپ نے دعا کی۔ پھر بگھی کے پاس آئے اور لوگوں سے رخصت ہونے لگے۔ آپ نے ایک ایک دو دو روپئے غربا میں تقسیم کیے۔ سات سو روپے تو حضرت میرے ہاتھوں تقسیم ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے دوسروں سے لے کر روپیہ تقسیم کیا۔ اس کے بعد آپ بڑی پھرتی کے ساتھ لوگوں کے بیچ میں سے کشتی پر سوار ہو گئے کہ لوگوں نے آپ کو بیٹھنے کے بعد دیکھا اور تعجب کیا۔

بہت سے لوگ کشتیاں لیے ہوئے موجود تھے۔ ان پر سوار ہو کر آپ کی کشتی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ دریا کے کنارے خلقت کا ہجوم تھا۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر بلند آواز سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ فرمایا۔ لوگوں نے سلام کا جواب دیا اور بہت روئے۔ دُور دُور تک جہاں سلام کی آواز نہیں پہنچ سکتی تھی، ہاتھ کے اشارے کر رہے تھے۔

آپ نے مغرب کی نماز کشتی پر پڑھی اور سب کشتیاں روانہ ہوئیں۔ جب اندھیرا بہت ہو گیا، تو دوسری کشتیوں کے لوگ رخصت ہو کر واپس ہوئے۔(۱)

جہازوں کے متعلقات آپ جس جہاز پر سوار تھے، اس کا ناخدا عبدالرحمن حضرمی تھا، جس کا ایک مکان بندرگاہ مخا میں بھی تھا۔ آپ کے متعلقین اور ہمراہی آپ کے ساتھ تھے۔ سب مرد و عورت ملا کر ایک سو چھپن آدمی ہوتے تھے۔

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ [illegible] و "منظورۃ السعداء" [illegible]

آپ نے اپنے جہاز سے پہلے دُوسرے جہاز روانہ کر دیے تھے۔ تفصیل اُن کی یہ ہے کہ ایک جہاز کا نام فتح الباری تھا۔ اس کا ناخدا عبد اللہ بدل عرب تھا۔ اس پر تقریباً بیس سے ستر آدمی سوار تھے اور مولوی محمد حق صاحب [illegible] ان کے امیر تھے۔

عطیۃ الرحمٰن بڑا جنگی جہاز تھا۔ اس پر [illegible] تھی۔ محمد حسین ترک رومی جو چالیس جہازوں کا کپتان تھا، اس کا ناخدا اور اہلِ قافلہ میں سے [illegible] مولانا [illegible] صاحب [illegible] کی امارت میں اس پر سوار تھے۔

غراب [illegible] پر گیارہ توپیں تھیں، ناخدا محمد ترک رومی۔ اس پر پچاس آدمی جو مولوی وجیہ الدین اور شیخ مغیث الدین سہارنپوری کی سرکردگی میں تھے، سوار تھے۔

فتح الکریم پر چونتیس آدمی میاں دین محمد کی سرکردگی میں، فیض ربانی پر [illegible] آدمی مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی امارت میں، فیض الکریم پر [illegible] آدمی [illegible] کی امارت میں، عباسی پر [illegible] میر محمد [illegible] کی [illegible] پینسٹھ آدمی [illegible] شاہ [illegible] بریلوی کی، فتح الرحمٰن پر پچاس آدمی حاجی محمد یوسف کشمیری کی امارت میں۔

قافلہ کی تعداد چھ سو تریسٹھ تھی۔ اس کے علاوہ مسافرین ایک سو سات کی تعداد اور تھی جو ان جہازوں پر تقسیم تھے۔ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] آپ کے جہاز پر [illegible] [illegible]۔ [illegible] ایک [illegible] کر دیا گیا تھا۔[1]

[illegible] آپ نے فرمایا تھا کہ اس سفر کے [illegible] زیارت ہیں۔ [illegible] [illegible] قرآن [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]۔ [illegible] [illegible]

---

[1] وقائع احمدی صفحہ ۱۰۰۰ — ۱۰۹۰ و "منظورہ" منظورۃ السعداء

کو وضو کرانے کی خدمت دی گئی۔ وہ سمندر سے پانی کھینچ کر بڑے بڑے مٹکوں میں بھر لیتے تھے اور اس سے لوگوں کو وضو کراتے تھے۔ پانی کھینچتے وقت اللہ کا نام ان کے وردِ زبان ہوتا تھا۔

شیخ باقر علی نے کھانا پکانے کا ذمہ لیا۔ دوسرے آدمی بھی اس کام میں ان کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ جہاز کے آگے کی طرف ایک بڑا دالان تھا۔ اس میں کھانا پکایا جاتا تھا۔ [illegible] ۵
ہیں تو [illegible] اور معلّم اور [illegible] [illegible] آپ کا کھانا پکتا تھا۔ [illegible] دیگچے [illegible] دیگیں [illegible] کی چادروں سے ڈھکی رہتی تھیں تاکہ گرد نہ لگ جائے۔ [illegible] دریا [illegible] کی آپ کے قافلے میں [illegible] پکتی تھی۔ بیماروں اور [illegible] لوگوں کو [illegible] کی شکایت ہوتی تھی ان کو روٹی دی جاتی تھی۔

جہاز پر آپ کے معمولات آپ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد حزب البحر پڑھتے ۱۰
اور مولوی محمد یوسف صاحب سے سورۂ زخرف کا پہلا رکوع سنتے۔ جب آپ اس سے فارغ ہوتے تو لوگ آپ کے پاس آکر بیٹھ جاتے۔ کوئی کسی آیت کا مطلب پوچھتا کوئی کسی حدیث کا۔ سو پہر دن چڑھے تک یہی مجلس رہتی۔ اس کے بعد آپ اندر تشریف لے جاتے اور وہیں کھانا تناول فرماتے۔ فراغت کے بعد باہر تشریف لاتے۔ [illegible]
کے دروازے پر ایک کوٹھری تھی۔ اس میں دوپہر کو آرام فرماتے۔ اس کے دروازے پر ۱۵
شمشیر خاں کا پہرہ رہتا تھا اور ان کی ایک دری بچھی رہتی تھی۔ جب ظہر کا وقت آتا آپ اٹھتے اور نماز پڑھتے۔ نماز سے فارغ ہو کر اسی دری پر بیٹھ جاتے اور اس طرح سے لوگ آپ کے پاس جمع ہو جاتے اور جو جس بات کا سوال کرتا اس کا جواب دیتے۔

آپ کی صحبت کی برکت سے قافلے میں کسی قسم کا لڑائی جھگڑا کبھی پیش نہیں آیا۔
۲۰ وقت بڑی راحت اور عافیت سے گزرتا تھا۔ ہر کسی کا دن عید اور شب شب برات تھی۔ [illegible]

---

(۱) "وقائع احمدی" صفحہ ۱۰۴۸ تا ۱۰۵۵، و "منظورہ" صفحہ [illegible]

گھومتا تھا اور سخت قے ہوتی تھی، مگر دل میں راحت و خوشی تھی، رنج و الم کا ذکر نہ تھا۔(۱)

سمندر میں تلاطم تھا۔ کسی ساتھی کو قے ہوتی، کسی کا سر گھومتا۔ آپ نے مولانا عبدالحی صاحب سے جمع بین الصلوتین کے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ سفر میں جمع بین الصلوتین مذہبِ حنفی کے سوا تینوں مذہب میں درست ہے۔ آپ نے فرمایا: "ایسے مقام پر نماز جمع کرنی چاہیے۔ اگر نماز جمع نہیں کرتے تو نماز کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔" چنانچہ اسی روز سے اس پر عمل شروع ہوا۔(۲)

جہاز سیلون سے گزرتا ہوا راس کماری(۳) کا چکر کاٹ کر الپی(۴) ٹھیرا۔ اس حصے سے بخیریت گزر جانے کی وجہ سے جہاز کے خدمتیوں نے بڑی خوشی منائی اور مسافروں سے پیسے وصول کیے۔

بندرگاہ الپی اور کالی کٹ میں

جب جہاز لنکا سے گزر کر النی (الپی) پہنچا تو ایک کشتی جہاز کے پاس آئی۔ لوگ آپ کو پوچھتے جہاز پر آئے اور عرض کیا کہ: "آپ کے آدمیوں سے، جو دوسرے جہازوں پر گئے ہیں، آپ کے اوصافِ حمیدہ سن کر بڑے اشتیاق سے ہم لوگ حاضر ہوئے ہیں۔ ہمارا ناخدا جس کا نام دوسل ہے، آپ سے ملنے کا بہت مشتاق ہے۔ ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ ہم آپ سے تشریف لے چلنے کی درخواست کریں۔" آپ نے فرمایا: "ہم ضرور چلیں گے۔" آپ نے ان کو کھانا کھلا کر رخصت کیا اور ایک رفیق ساتھ کر دیا کہ میٹھے پانی کا ایک پیپہ بھر کر لے آئے۔

دوسرے روز آپ تشریف لے گئے اور ناخدا کے مکان پر دو روز قیام فرمایا۔ ناخدا نے اپنے اہل و عیال و وہاں کے دوسرے آدمیوں کے ساتھ بیعت کی۔ اس زمانے میں وہاں

---

(۱) [illegible] صفحہ ۱۰۰۔ (۲) "وقائع" صفحہ ۱۰۹۔ (۳) راس کماری کو وقائع اور مخزن احمدی میں راس قمری لکھا ہے۔ (۴) الپی جنوبی و مغربی ہندوستان کی مشہور بندرگاہ ہے، جو کوچین کے جنوب میں واقع ہے۔ [illegible]۔ اس کو سید صاحب کے وقائع نگاروں نے غلطی سے [illegible] لیا ہے۔

عورتوں میں بدعتیں بہت تھیں۔ واپسی کے وقت آپ نے لوگوں سے کہا کہ: "یہاں عورتیں بہت بدتر ہیں۔ تم سب ہمارے گرد ہو جاؤ۔" سب لوگ آپ کے گرد ہو گئے۔ آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ بہت لوگوں نے مردوں عورتوں نے آپ کی زیارت کے لیے بہت ہجوم کیا۔ ہر چند لوگ ہٹاتے تھے مگر وہ کچھ نہیں سنتے تھے۔ آخر آپ وہاں سے دوڑ کر بجرے پر سوار ہو گئے۔

کالی کٹ میں بھی آپ ٹھہرے۔ اس شہر میں ایک پختہ تالاب تھا اور اس کے بیچ میں ایک بڑی مسجد چار درجے کی تھی۔ وہاں آپ ٹھہرے۔ پچیس تیس آدمیوں نے بیعت کی۔[۱] کالی کٹ سے روانہ ہو کر [illegible] اور[۲] عقیدی اور جزیرہ مقدودہ کے پاس سے عدن پہنچے۔

[عدن] عدن کا پہاڑ دکھائی دیا، تو آپ بہت خوش ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ نے ہم کو عرب کا ملک دکھایا۔ آپ نے مولانا عبدالحی صاحب سے فرمایا کہ: "جب ہم یہاں اتریں گے، شکر کا دوگانہ پڑھیں گے۔"[۳]

آپ عدن میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ اترے اور دو رکعت نماز پڑھ کر شہر کو تشریف لے گئے۔ اس وقت گرمی کا یہ عالم تھا کہ دھوپ کی تپش سے زمین پر قدم نہ رکھا جاتا تھا اور کنارے سے وہاں تک نہ کہیں پانی تھا، نہ سایہ دار درخت۔ دھوپ اور پیاس سے سب بہت گھبرا گئے تھے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ: "اگر دو تین اونٹ ہوتے تو ہم سوار ہو کر پہنچتے۔" لوگوں نے عرض کیا کہ: "حضرت! اونٹ یہاں کہاں؟" آپ نے فرمایا کہ: "ہم سب مل کر ساتھ ساتھ چلیں، پھر جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔" لوگوں نے یہ بات منظور کی۔ ساتھ ساتھ چلے، تھوڑی دور تک پہنچے تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ: "وہ دیکھو، بہت سے اونٹ دائیں طرف معلوم ہوتے ہیں۔" وہ شتربان ان کو لیے آتے تھے۔ تمام لوگ ان کی طرف دیکھنے لگے۔ جب نزدیک آئے تو لوگوں نے

---

(۱) وقائع، صفحہ [illegible] (۲) [illegible] یہ جزیرہ [illegible] (AGATHE) ہے (سید احمد شہیدؒ)۔ (۳) وقائع احمدی، صفحہ ۱۱۳

شتربانوں سے کہا کہ اگر اونٹ کرایہ پر دو تو تمہارا احسان ہوگا۔ انھوں نے کرایہ دینے کا کچھ ذکر نہ کیا۔ لوگوں کو سوار کر لیا اور عدن میں جا کر اتار دیا۔ لوگ کھانے پینے کی تدبیر میں لگے۔ جب کھا پی کر فارغ ہوئے تب ان لوگوں نے اونٹ والوں کو تلاش کیا کہ ان کو مزدوری دیں۔ ہر چند ان کو ڈھونڈا مگر نہ پایا۔ وہاں کے لوگوں سے پوچھا کہ: اس ہیئت اور لباس کے چار اونٹ تھے اور اس صورت اور پوشاک کے ساربان۔ اگر تم جانتے ہو تو بتا دو۔ انھوں نے کہا کہ "یہاں ۵ نہ تو عدن کے اونٹ ہیں نہ اونٹ والے، یہاں تو بار برداری کے اونٹ ہیں۔" لوگوں نے آپ سے یہ حال بیان کیا۔ آپ خاموش ہو رہے۔(۱)

عدن کے قریب بہت لوگ آپ کے استقبال کو آئے۔ آپ شہر میں ایک مسجد میں، جو کسی سوداگر نے بنوائی تھی، اترے۔ آپ نے وہاں کے دنبے منگوائے، ذبح کر کے پکوائے اور وہاں کے غربا کو کھلائے۔ رات کو اسی مسجد میں رہے۔ دوسرے روز جہاز کا لنگر اٹھا اور ۱۰ روانہ ہو گئے۔(۲) عدن سے روانہ ہونے کے چھ سات روز بعد معلم نے کہا کہ آج جہاز باب مندب(۳) میں پہنچے گا۔ تھوڑی رات باقی تھی کہ معلم نے سید صاحب کو جگایا اور عرض کی کہ یہ وقت دعا کا ہے، آپ دعا کیجئے۔ پھر سب لوگوں کو جگایا اور تمام لوگ دعا میں مشغول ہوئے۔ خدا کے فضل و کرم سے جہاز خیریت سے گزر گیا۔(۴)

جہاز میں عجیب واقعات سید زین العابدین جو آپ کے ہمراہی سفر تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک ۵ روز سید صاحب جہاز کے اگلے حصہ کی چھت پر مستول کا رسا پکڑے ہوئے کھڑے تھے، ہوا بہت زور سے چل رہی تھی۔ اس وقت آپ کے پیچھے کھڑا تھا اور دیکھ رہا تھا، بہت سرور میں تھے۔ اس وقت آپ زبان مبارک سے بار بار فرماتے تھے: سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم

---

(۱) وقائع احمدی صفحہ [illegible] (۲) [illegible] (۳) مخزن احمدی (۴) وقائع احمدی صفحہ ۱۶

[illegible]

پڑھتے تھے اور دیوانِ حافظ کے کچھ اشعار بھی پڑھتے تھے، جو مجھے یاد نہیں۔ آنکھوں سے آپ کے چہرے پر آنسو جاری تھے اور آواز میں بھی فرق ہو گیا تھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی بیان فرماتے جاتے تھے۔ اس میں کئی گھڑی کا عرصہ ہو گیا۔ پھر وہاں سے آپ نیچے تشریف لائے، مگر زبانِ مبارک سے کچھ نہیں فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد ظہر کا وقت ہوا۔ اذان ہوئی۔ آپ نماز کو تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ اس نماز میں ایسی برکت اور تاثیر تھی کہ ہر ایک کے اوپر ایک حال سا واقع تھا کہ اس کی لذت زبان سے بیان نہیں ہو سکتی۔ ہر شخص کی طبیعت متوجہ الی اللہ تھی۔(۱)

مکہ مکہ میں ناخدا نے ایک مہینے کے لیے اپنے مکان پر قیام کرنے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے ضروری سامان اُتار کر ایک مکان کرایے پر لیا اور جامع مسجد کے قریب قیام فرمایا۔(۲)

برہنہ غسل کی روک تھام مکہ میں رواج تھا کہ لوگ بے تکلف حوض، تالاب وغیرہ میں برہنہ غسل کرتے تھے۔ آپ کو یہ بات بہت ناپسند آئی۔ بنگالے کے مولوی امام الدین نے ایک دن حوض میں تہہ بند باندھ کر غسل کیا۔ دو آدمیوں نے اُن کو پکڑ لیا اور قاضی کے پاس لے گئے اور کہا: "یہ شخص تہہ بند باندھ کر نہاتا ہے۔ اس نے ہمارے حوض کو نجس کر دیا" اور خواہش کی کہ اُن کو سزا دی جائے۔ قاضی صاحب نے پورا واقعہ سنا۔ ان دونوں شخصوں سے بہت ناخوش ہوئے اور مولوی صاحب کو رخصت کیا۔ اُنھوں نے آکر حضرت کو سارا ماجرا سنایا۔(۳)

ایک دن مولوی عبدالحی صاحب نے آپ سے عرض کیا کہ قاضی محمد بن علی شوکانی محدثِ یمن نے ایک رسالہ موضوعاتِ حدیث میں تصنیف کیا ہے۔ اگر وہ رسالہ ہاتھ آجائے تو بڑا فائدہ ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا عبدالحی صاحب سے کہیے کہ وہ اس کا کچھ انتظام کریں۔ مولانا ممدوح مکہ کے قاضی صاحب کے پاس گئے اور یہ خواہش ظاہر کی۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ: "آپ ایک خط لکھ کر مجھے دے دیجیے۔ میں وہ خط صنعا بھیج کر رسالہ منگوا کر اپنے پاس رکھ لوں گا اور واپسی میں آپ کو دے دوں گا۔" مولانا عبدالحی صاحب نے علامہ شوکانی کے نام عربی میں ایک خط

---

(۱) وقائع، صفحہ ۹۰ (۲) وقائع، صفحہ ۱۰۰ (۳) وقائع، بروایت مخزن احمدی، صفحہ ۱۲۸

اور یہ خط لکھا، جس میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضل و کمال اور اُن کے خاندان کی علمی خصوصیات اور دینی خدمات کا تعارف کرایا، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے تلمذ کا تعلق اور سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کیا اور جب یہ خط لے کر قاضی صاحب کے پاس لے جانے لگے، تو سید صاحبؒ نے فرمایا کہ: "مولانا! آپ قاضی صاحب کے پاس جاتے ہیں، ذرا برہنہ غسل کی روک تھام کا بھی انتظام کرتے آئیے گا۔" مولانا نے قاضی صاحب کو خط پڑھ کر سنایا، قاضی صاحب بہت خوش ہوئے اور آپ کے علم اور تحریر کی تعریف کی اور خط کو محفوظ کر دیا۔(۱)

اس سے فرصت پا کر مولانا نے قاضی صاحب سے فرمایا کہ: "ہم نے اس شہر میں یہ عجیب بات دیکھی کہ مسلمان اہل علم و فضل غسل کرتے وقت برہنہ ہو جاتے ہیں۔ چونکہ دین کی بہ غرض سے یہاں آئے ہیں اور سلف کے مشورہ ہمارے پیش نظر رکھتے ہیں، یہ شریعت دین میں جس پر پوشیدہ رہنا ہے، ایسی جگہ کیسے ہو سکتی ہے؟" قاضی صاحب نے فرمایا: "لوگ بے غیرت ہیں، ہر چند منع کرتا ہوں، اس سے باز نہیں آتے، یہ ہمارے بس کی بات نہیں، آپ ہمارے ساتھ حاکم شہر کے پاس چلیے۔" مولانا قاضی صاحب کے ہمراہ حاکم کے پاس گئے۔ حاکم نے قاضی صاحب کی فہمائش پر چند سپاہی مقرر کر دیے کہ جب تک سید صاحبؒ کے قافلہ کا قیام رہے، کوئی برہنہ غسل نہ کرنے پائے۔(۲)

وحدت الوجود پر گفتگو کرنے کی ممانعت مولوی عبدالرحمن صاحب لکھنوی کے مرید مولوی محمد یوسف لکھنوی بھی مکہ میں گئے ہوئے تھے۔ وہ اکثر جہاں کہاں بیٹھتے، لوگوں کو وحدت الوجود کے مسائل کی تعلیم و تلقین کرتے تھے۔ ایک روز مولوی یوسف اور قافلے کے لوگوں سے وحدت الوجود پر مباحثہ ہو رہا تھا۔ آپ تشریف لے آئے۔ مولانا عبدالحی صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ان کی تقریر سن کر مولانا نے ہر چند عقلی تقریر سے ان کو سمجھایا، مگر وہ کچھ نہ سمجھے۔ اسی طرح ۲۰

---

(۱) وقائع، صفحہ ۱۲۱۔ (۲) مخزن احمدی، صفحہ ۸۵

سید صاحب نے بھی اُن کو خوب معقول کیا، مگر وہ اپنے ہی اصرار پر رہے۔ آپ کو بہت غصہ آیا۔ چہرۂ مبارک غصّے سے سرخ ہو گیا اور آپ گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور اُن کی طرف طمانچہ اٹھایا، مگر بدن پر نہیں مارا یا نہیں۔ لوگوں نے جلدی سے مولوی یوسف کو وہاں سے اٹھا حویلی کے باہر نکال دیا۔ آپ نے سب ہمراہیوں سے فرمایا کہ کوئی اس شخص سے ملاقات نہ کرے اور ان کی بات نہ سنے۔(۱)

حدیدہ ایک ہفتے کے بعد جہاز نے لنگر اٹھایا اور [illegible] روز [illegible] بندرگاہ حدیدہ پہنچا۔ آپ کے معتقدین میں سے ایک ہندی [illegible] وہاں مقیم [illegible] آپ کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ وہ کشتی میں سوار ہو کر جہاز پر آئے۔ آپ نے اُن کے حال پر بڑی عنایت فرمائی اور ایک [illegible] دونالی بندوق اور سپر عنایت کی۔ [illegible] نے [illegible] کی دعوت کی۔ [illegible] کے مکان پر تشریف لے گئے [illegible] وقت کھانا تناول [illegible] جہاز پر تشریف لائے [illegible] نے لنگر اٹھایا۔(۲)

[illegible] پنجشنبہ [illegible] ظہر کے وقت [illegible] سے [illegible] کہ آج عصر کی نماز [illegible] کے [illegible] پہنچیں گے۔ جب وقت آیا تو آپ نے غسلِ مسنون فرمایا۔ رفقا نے آپ کو غسل دیا اور [illegible] سے ممتاز ہوئے۔

غسل کر کے آپ نے احرام باندھا اور دو رکعتیں [illegible] ۱۸۲۱ء [illegible] کے ساتھ دعا کی۔(۴)

جدہ ۲۳ شعبان چہارشنبہ کے روز آپ جدہ پہنچے۔(۵) [illegible]

---

(۱) [illegible] (۲) [illegible] (۳) [illegible]

[illegible]

(۴) ”وقائع“ صفحہ ۱۱۲۵ (۵) یادداشت قلمی۔

منتظر تھے اور بعض مکۂ معظمہ روانہ ہو چکے تھے۔ نواب محمود نواز خاں اور سلطان حسین خاں دونوں بھائی، جو امرائے حیدرآباد میں سے تھے اور ایک سال پہلے سے حج کے لیے آئے ہوئے تھے، آپ کی تشریف آوری کے مشتاق تھے۔ وہ اور متوقف تھے۔ بس آپ کی تشریف آوری کو سن کر مکۂ معظمہ سے جدے آئے۔ معلم صاحب نے آپ کے ماموں حضرت شاہ ابواللیث ابن حضرت شاہ ابو سعید کی سند پیش کی اور عرض کیا کہ: "میں آپ کے خاندان کا مطوف ہوں۔ آپ کا تمام قافلہ مجھ ہی سے تعلق رکھتا ہے۔" آپ نے منظور فرمایا۔(۱)

جدے میں اتر کر آپ نے دوسرے جہازوں کے مسافروں کا حال احوال دریافت کیا اور مصارف کو پوچھا۔ سب نے عرض کی کہ: "جو کچھ روپیہ آپ نے عنایت فرمایا تھا، وہ صرف میں آگیا اور اس کے علاوہ اکیس سو روپے اور خرچ ہوئے" اور اس کی فرد دکھائی۔ آپ نے دیکھ کر مولوی یوسف صاحب سے فرمایا کہ: "یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے۔ الحمدللہ کہ اس کے بندوں کے صرف میں آیا۔ آپ اکیس سو روپے ان کو دے دیں۔"(۲)

پانچ روز جدے میں قیام فرمایا۔(۳) ۲ شعبان یک شنبہ کو جدے سے مکۂ معظمہ روانہ ہوئے۔(۴) مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو محصول کا تصفیہ کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔(۵)

حدیبیہ میں

راستے میں کچھ دیر کے لیے آپ حدیبیہ میں ٹھیرے اور وہاں تمام رفقا کے ساتھ بہ نیت سنت شجرہ وفاداری سے دوگانہ ادا کی اور ساتھیوں سے بیعتِ جہاد لی۔(۶)

---

(۱) وقائع احمدی، صفحہ ۷۰ (۲) وقائع، صفحہ ۲۰ (۳) مخزن احمدی، صفحہ ۹۰ (۴) یہ دوشنبہ تھی

(۵) "وقائع"، صفحہ ۱۱۳۰ (۶) "مخزن احمدی"، صفحہ ۱۱۷

* * *

چودھواں باب

سرزمینِ حجاز میں

مکہ ۲۹ شعبان ۱۲۳۶ھ کو آپ کچھ دن چڑھے مکہ معظمہ کے قریب پہنچے۔ رفقاء جو پہلے مکہ معظمہ پہنچ چکے تھے آبِ زمزم سے بھرے ہوئے لوٹے اور صراحیاں لیے استقبال کو موجود تھے۔ تمام قافلہ زمزم سے سیراب ہوا۔ اس کے بعد [illegible] ذی طویٰ میں، جو مکہ معظمہ [illegible] سے [illegible] پہنچ کر غسل کیا۔ [illegible] کو زنانی سواری کے ساتھ روانہ کر دیا۔ [illegible] صاحب سے پوچھ کر مکہ معظمہ کی بالائی جانب سے جو جنت المعلیٰ کے [illegible] سمت ہے مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔

مکہ معظمہ میں داخل ہوتے وقت [illegible] [illegible] باب السلام سے داخل ہوئے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کے ساتھ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اس کے بعد [illegible] سے باہر نکلے۔

[illegible] رمضان [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] روز [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

لیے تشریف لائے۔ محدث شیخ عمر بن عبد الرسول حنفی، جو ایک مشہور عالم اور باخدا بزرگ تھے اور عرب میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، آپ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ سید صاحب نے پانچ ریال ہدیہ خدمت کیے۔ آپ نے کچھ معذرت کی۔ اس کے بعد قبول کر لیا۔ شیخ عمر نے اس سے پہلے سلطانِ ترکی کا ہدیہ قبول نہیں کیا تھا اور شریفوں سے ملنا تو بالکل ترک کر دیا تھا اور کہا تھا کہ "اس کی ضرورت نہیں"۔ جو شخص سلطان کی طرف سے حج کو آئے۔ اس سبب سید صاحب کا ہدیہ قبول کر لینے پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا۔

عید کے دن بہت سے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت کرنے والوں میں حنفی مفتی کے، عمر شیخ حنفی، خواجہ حسن ماس ہندی اور بعض دوسرے خواجہ، شیخ شمس الدین شطا، احمد پاشا سلطانِ مصر کے نائب، شیخ حسن آفندی جیسے لوگ شامل تھے۔ بغداد کے ایک بزرگ، جن کے پاس بغداد کے شیخ کا جبّہ تھا، ایک قرآن شریف بھی تھا، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر، بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ علمائے مکہ میں سے شیخ عبد اللہ سراج اور دوسرے علما بھی حاضرِ خدمت ہوا کرتے تھے۔ مغرب کے ایک بزرگ، جو سلطانِ مغرب کے وزرا میں سے تھے، نام ان کا سید محمد تھا، وہ صحیح بخاری شریف فی الحال ان کو حفظ تھی، نیز شیخ حمزہ محدث، شیخ احمد بن ادریس، محمد علی مہدی، علامہ بخاری، شافعی مفتیِ مکّہ، امام شیخ صالح شافعی، حنفی مفتی اور علامہ شیخ علی سے برابر ملاقات ہوتی رہتی۔ لوگ کہتے تھے کہ مکّہ مجمعِ عالم ہے یہاں ہر طبقہ اور ہر ملک کے لوگ آتے ہیں، لیکن جو رجوعِ عام اور انجذاب و کشش سید صاحب کی طرف ہے، وہ کسی کی طرف دیکھی نہیں گئی۔(۲)

"صراطِ مستقیم" کا عربی ترجمہ شیخ حسن آفندی کی خاطر مولانا عبد الحی اور مولانا محمد اسمٰعیل نے "صراطِ مستقیم" کا عربی میں ترجمہ کیا، جس کی نقلیں ان علما نے بھی لیں، جو داخلِ بیعت

---

(۱) وقائع احمدی، صفحہ ۵۹۶، ۶۰۰۔ (۲) منظورہ۔

ہوئے تھے۔[1]

جاوا کے تاجروں کی بیعت جاوا کے تین شخصوں نے عرض کیا کہ "ہم آپ کے خلفا کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں، اب بلا واسطہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔" انھوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، آپ نے ان کا کھانا اپنے ساتھ مقرر کر دیا، ان کے لیے دو دو تہ بند [illegible] اور اپنے بدن کے کپڑے بھی عنایت فرما کر رخصت کیا۔ کسی کو کرتا عنایت فرمایا، کسی کو ٹوپی، کسی کو عمامہ اور کسی کو دونوں عطا ہوئے۔ رخصت نامہ دے کر ان کو رخصت کیا اور ان کے واسطے دعا فرمائی کہ: جہاں کہیں تم کو مسلمان بھائی ملیں ان کو خوب تبلیغ و تعلیم کرنا۔ وہ کہنے لگے کہ: جس طرح حضرت نے ہمارے واسطے دعا کی ہے، ہم نے اس طرح دعا کرتے ہوئے نہ کسی کو دیکھا، نہ سنا اور نہ ایسی دعا ہم نے کبھی پڑھی۔ حضرت نے ہمارے واسطے اور ملک کے واسطے کیا لمبی دعا کی۔ پھر وہ مصافحہ کرکے رخصت ہوئے۔[2]

عرفات میں بروز پنجشنبہ ۸ ذی الحجہ ۱۲۳۷ھ کو آپ اپنے رفقا کے ساتھ منیٰ پہنچ گئے۔ راستہ بھر لبیک کی آوازوں سے ایک عجیب کیفیت و رقت طاری تھی، سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ مکہ معظمہ سے نکل کر منیٰ میں مسجد خیف کی مشرقی جانب پہاڑ کے قریب آپ کا خیمہ استادہ تھا۔ اس رات کو آپ نے بعض لوگوں سے تعلیم اور ذکر و مناجات کے ساتھ وہیں رات گزاری۔ صبح عرفات روانہ ہوئے۔ عرفات میں زوال کے وقت امام کے پیچھے ظہر و عصر کی نماز پڑھ کر اپنے خیمے میں آکر دعا و زاری میں مشغول ہو گئے۔

منیٰ میں جماعت کے بعض اشراف اور دوسرے رفقا نے از سر نو طریقہ محمدیہ میں بیعت کی۔[3] عرفات کی دعاؤں میں آپ کی ایک دعا یہ بھی تھی کہ: "الٰہی اس قافلہ میں

---

(۱) [illegible] محمود خاں مرحوم کے کتب خانہ ٹونک میں موجود [illegible] فہرست [illegible]۔ (۲) وقائع احمدی صفحہ ۲۶۰ — ۲۶۲ (۳) منظورہ۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کو مولانا محمد اسمٰعیل کے سپرد کیا۔ ان معذورین میں حافظ معین الدین کھیتی، جو بیمار تھے، مولوی وحید الدین، ان کے نواسہ [illegible] میاں سعد الدین، مولوی امام الدین بنگالی، میاں دین محمد وغیرہ تھے۔

آپ نے سفر کے لیے تخمیناً بیس معلم اور شیخ الجمالین کے ذریعے بہت سے [illegible] اونٹ، مولوی سید محمد علی کی روایت کے مطابق احمد پاشا حاکم مکہ کے ذریعے ۱۲۰ اونٹ کرایے پر لیے۔ پچھتر اونٹ سلطان جیلانی اور محمود نواز خاں حیدرآبادی نے کرایہ کیے۔ چند اونٹ پانی لے جانے کے لیے متعین کیے۔(۲)

بار برداری کا انتظام آپ نے معلموں اور دوسرے آدمیوں سے فرمایا کہ: "تمہارے پاس جتنے زیادہ اونٹ [illegible] چاہئیں۔" اکثر آدمیوں نے عرض کیا کہ: "احتیاط کے پیش نظر یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ آپ کے قافلے کی دور دور تک شہرت ہو چکی ہے اور اس کی دولتمندی اور [illegible] کا سبب کو علم ہے۔ مگر [illegible] کو بھی علم ہو گیا کہ قافلہ [illegible] تو وہ خواہ مخواہ [illegible] کریں گے لیکن اگر ان کو یہ معلوم ہوا کہ قافلہ مسلح ہے تو ان کو اہل قافلہ کی [illegible] [illegible] کا خطرہ ہے، [illegible] حوصلہ نہ کر سکیں گے۔"

[illegible]

[illegible]

اسی طرح خالی ہاتھ مدینۂ منورہ چل کھڑے ہوئے۔[1]

دوشنبہ ۵ صفر کو مکۂ معظمہ سے روانہ ہوئے۔[2] میدانِ طُوی میں آپ نے قیام فرمایا۔ وہاں سے عصر کے وقت کوچ کر کے وادیِ فاطمہ اور وہاں سے خلیص پر قیام فرمایا اور نمازِ جمعہ ادا فرمائی۔[3]

چھیڑ چھاڑ رابغ میں شُتربانوں نے سہارنپور کے لوگوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی اور اُن کو مار پیٹ کی۔ کسی نے سید صاحبؒ سے جا کر عرض کیا کہ بدوؤں نے مولوی وحید الدین سہارنپوری پر تلوار سے حملہ کیا۔ آپ نے امام خاں خیرآبادی اور محسن خاں بریلوی کو اشارہ فرمایا کہ تحقیق کریں۔ پیچھے سے آپ نے امام خاں کے بھائی ابراہیم خاں کو بھیجا۔ سید عبدالرحمن کہتے ہیں کہ مجھے بھی حکم ہوا کہ خبر لاؤ۔ میرے ہاتھ میں چھڑی تھی۔ میں دوڑتا ہوا پہنچا۔ ایک پتھر میرے ہاتھ پر اتنے زور سے پڑا کہ میں نے چھڑی دوسرے ہاتھ میں لے لی۔ دوسرا پتھر دوسرے ہاتھ میں ایسا لگا کہ چھڑی ہاتھ سے گر گئی اور میں نے زمین سے اُٹھائی۔ یہ دیکھ کر میرے بڑے بھائی سید احمد علی دوڑے آئے۔ ایک پتھر اُن کے بھی لگا۔ شیخ الطاف دوڑے۔ اُنھوں نے بھی سر پر پتھر کا زخم کھایا۔ قافلے کے اکثر لوگ زخمی ہوئے۔ خود سید صاحبؒ کے سینے پر بھی ایک دو پتھر لگے۔ آپ نے بلند آواز کے ساتھ اپنے قافلے کو بدوؤں کو مارنے سے روکا۔ اس وجہ سے اکثر اہلِ قافلہ مجروح ہوئے اور کسی بدو کو ذرا بھی چوٹ نہ آئی۔

جب لوگوں نے دیکھا کہ قافلے کے اکثر لوگ زخمی ہو گئے تو اُنھوں نے کھجور کی ٹہنیاں لے کر حملہ کیا۔ بدوؤں کو سخت چوٹیں آئیں اور وہ پسپا ہو کر پہاڑ پر بھاگ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان سب نے بندوق کے فتیلے روشن کیے اور کمر میں جنبیاں باندھ کر جنگ کے لیے آمادہ ہوئے۔ سید صاحبؒ نے حزب البحر پڑھ کر دم فرمائی اور آدھے قافلے نے کوچ کیا۔ اس وقت [illegible] شیخ بچا اپنے ماتحتوں کے ساتھ مسلح ہو کر سید صاحبؒ کے قافلے کو اپنے بیچ میں لے کر

---

[1] "منظورہ" [2] یادداشتِ سفرِ حج قلمی [3] "منظورہ"

سامنے کھڑا ہو گیا۔ یہ حال دیکھ کر اور خود اپنے آدمیوں کو [illegible] کی حمایت پر آمادہ پاکر [illegible] اور بچوں نے شور و غوغا بلند کیا [illegible] گتھم گتھا ہو گئے۔ [illegible] نے کہا کہ [illegible] پہنچ [illegible] دیکھا جب ان لوگوں نے اپنے سب ہتھیار مکہ معظمہ میں چھوڑ دیے اور زیارت کے لیے یوں ہی خالی ہاتھ گھر سے چل کھڑے ہوئے [illegible] ہتھیار ہوتے تو [illegible] راستہ دکھاتے۔ یہ لوگ چونکہ [illegible] ہیں [illegible] ہیں۔ دوسرے [illegible] نے جو [illegible] تھا یہ دیکھ کر اپنے [illegible] کر دیا۔ ان لوگوں نے [illegible] کر اپنے گھر کا راستہ لیا [illegible] مگر ایک دوسرے کے [illegible] کہ دونوں فریقوں کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] کہ دوسرے کی جدائی کا رنج تھا۔“[۱]

[illegible]

[illegible]

بہت سے شہدا دفن ہیں۔(۱)

[illegible] کی دوبارہ شرارت راستے میں کچھ دن چڑھے قافلہ میں کسی نے آواز دی کہ غلام [illegible] دو چار اونٹنیاں [illegible] پر برتن لے کر گئے تھے۔ قزاقوں نے اُن سے زبردستی لے لیے۔ آپ نے [illegible] کو حکم دیا۔ وہ اُن سے برتن واپس لے آئے۔ صرف ایک برتن واپس نہ دیا۔ [illegible] کے وقت اطلاع ملی کہ [illegible] پر [illegible] قبیلے جمع ہوئے حملہ کرنے کے لیے آرہے ہیں۔ اس سے قافلے میں بڑی تشویش پیدا ہوئی۔ اس طرف کے [illegible] اپنے ہتھیار لے کر چست [illegible] کے سبب پہلے آپ بھی سواری سے اُتر آئے اور اہل قافلہ کو بھی اُتر جانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ: سب [illegible] اکٹھے ہو کر اپنے مال کے گرد حلقہ [illegible] اور چار [illegible] آگے پیچھے [illegible] اور پھر [illegible] اللہ تعالیٰ سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] نے [illegible] کی۔ اس کے بعد [illegible] نے نماز پڑھی۔ جب قزاقوں کے قافلے سے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] وہاں سے [illegible] گیا۔

[illegible] [illegible] آپ کی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] حضرت [illegible] [illegible] حضرت [illegible] اور حضرت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]۔

[illegible]

بہتر از جنت است آں مرقدم　　کہ تو بہر عیادتم آئی
دارم امید بستہ آں بہتر　　کہ تو از دست خویش بکشائی
اے خوشا آں گہر بدیں راہ روی　　کہ تو آئی و در بنمائی
تحفہ آں تشنگی کہ سیرابم　　تو ز لطف و کرم بفرمائی

اے علی شہر دوست نزدیک است
چوں بگردی در و تماشائی[1]

مدینہ منورہ میں داخلہ

شفق کے ڈوبنے کے وقت ذوالحلیفہ پہنچے۔ وہاں سے چل کر ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سے روضۂ منورہ نظر آتا تھا۔ ہر ایک پر حیرت و اشتیاق کا غلبہ تھا۔ درود و ثنا پڑھتے ہوئے [illegible] رات کے پچھلے پہر مدینۂ طیبہ کے نزدیک [illegible] پہنچے۔ کچھ دیر مقام [illegible] میں آرام کیا۔ پھر غسل کیا، کپڑے بدلے اور جب مدینۂ طیبہ کی فصیل کا دروازہ کھلا [illegible] اعیانِ معظم جن کو پہلے سے آپ کے آنے کی اطلاع کر دی گئی تھی آئے تو آپ ان کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور سیدھے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ صبح کی نماز اشراق سے فارغ ہو کر روضۂ منورہ کی زیارت کی [illegible] سید [illegible] مصنف کتاب [illegible] کے اہتمام سے [illegible] کے مکان میں باب الرحمہ کے قریب قیام کیا۔[2] روزانہ [illegible][3] پانچوں وقت کی نماز [illegible] باوجود [illegible] کے وقت مسجد نبوی میں جا کر [illegible]

محفل میلاد میں شرکت سے معذرت

۱۲ ربیع الاول کو [illegible] شہر کے [illegible] مسجد [illegible] اس مجلس میں شرکت کی دعوت دی۔ ایک شخص نے آ کر کہا کہ آج ربیع الاول کی مجلس ہے۔ فلاں فلاں آدمی آپ کو شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ آرام فرما رہے تھے۔ اٹھ کر بیٹھ گئے اور [illegible] سے فرمایا کہ ان سے فرما دیجیے کہ اگر اس مجلس کا انعقاد محض لہو و لعب کے لیے ہے تو ہم کو شرکت سے معذور رکھیں اور اگر عبادت کی نیت سے ہے تو اس کو کتاب و سنت سے ثابت کر دیں۔ اس لیے

---

(۱) مخزن احمدی، صفحہ [illegible]۔ (۲) یہ مکان باب جبرئیل کا وہ مکان نہیں ہے جس میں حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی تھی۔ [illegible] کے موقع پر [illegible] مسجد میں شامل [illegible]۔ (۳) منظورہ

سمجھ لوگ عبادت و ذکر و قرب حق کے لیے اپنے گھروں سے آئے ہیں۔ اگر بات چیت کا شوق ہو تو [illegible] حاضر ہو جاؤں گا ورنہ مجھ کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔ مولانا عبد الحی صاحب لکھتے ہیں یہ مضمون ابھی حضرت نے کہا تھا کہ خادم نے جا کر یہ مضمون اہل مجلس کو پہنچا دیا۔ حاضرین سُن کر خاموش ہو گئے۔(۱)

بیت المقدس چلنے کی نیت و فسخ عزیمت مدینہ طیبہ کے قیام کے زمانے میں آپ نے بیت المقدس چلنے (۵) اور وہاں سے مصر کے راستہ واپس ہونے کا ارادہ کیا اور بیس آدمیوں کو چلنے کی تیاری کے لیے حکم فرمایا۔ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہوئی۔ آخوند [illegible] مع چند آدمیوں کے ساتھ آئے اور عرض کیا کہ بیت المقدس جانا فرض و واجبات میں سے نہیں ہے۔ یہاں خوف ہے کہ آپ کو دیکھ کر ہزاروں آدمی ساتھ چلنے لگیں گے۔ ایسی حالت میں سخت انتشار و تکلیف ہوگی۔ آپ نے یہ سن کر بیت المقدس کی نیت فسخ کر دی اور [illegible] قیام کی نیت کر لی۔(۲)

(۶) **ادائیگی قرض** مدینہ طیبہ میں تنگی بہت ہو گئی تھی اور رفقاء کے پاس سرمائی سامان کوئی نہ تھا۔ [illegible] قرض [illegible] لے کر [illegible] کے ساتھ [illegible] لوگوں کو [illegible] ان کو تقسیم کر دیے گئے۔

ایک روز آپ نے خواب میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ [illegible] آپ [illegible] ساتھیوں کو [illegible] سے [illegible]۔

(۷) **زیارات** مدینہ طیبہ کے قیام میں آپ نے مسجد قبا، مسجد [illegible] وغیرہ اور جنت البقیع کی بار بار زیارت کی۔ ایک بار جالیوں کے اندر شب گزاری کا موقع بھی [illegible] بارہا انوار و کیفیات اور بار بار زیارت نبوی سے مشرف ہوئے۔

ایک روز جنت البقیع میں ازواج مطہرات، حضرت حسنؓ اور دوسرے حضرات اہل بیت کی زیارت کی۔ دوسرے روز خاص طور پر حضرت عثمانؓ کی زیارت کے لیے گئے۔

(۸) اہل قافلہ مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کے مشاہد و مقامات کی زیارت کر چکے تھے۔ آپ [illegible]

---

(۱) منثورہ (۲) منثورہ (۳) منثورہ

[illegible]

[illegible]

روانگی [illegible]

[illegible]

میقات سے احرام باندھا۔

[illegible]

[illegible]

مولانا عبد الحی اور مولانا اسمٰعیل کا درس

مکۂ معظمہ کے زمانۂ قیام میں سید صاحب نے مولانا عبد الحی اور مولانا اسمٰعیل صاحب سے فرمایا کہ "اس متبرک مقام میں کچھ علوم دینیہ کا مشغلہ ہونا چاہیے۔ یہ وقت غنیمت ہے۔" چنانچہ مولانا عبد الحی صاحب نے حافظ سید محمد کو مشکوٰۃ کا اور مولانا اسمٰعیل نے مولوی وحید الدین پھلتی کو حجۃ اللہ البالغہ کا درس دینا شروع کیا۔ دونوں مجلسوں میں بڑا مجمع ہونے لگا اور لوگوں کو عام استفادے کا موقع ملا۔(۱)

مکۂ معظمہ میں دوسرا رمضان مبارک

مکۂ معظمہ کے دوبارہ قیام میں جو دوسرا ماہ مبارک آگیا، تمام اہل قافلہ روزہ و نماز اور عمرہ و طواف میں حسب معمول سرگرم و مشغول ہو گئے۔

---

(۱) منظورہ و مکی یادداشت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درس مکۂ معظمہ کے اول قیام میں شروع نہیں ہوا بلکہ مدینہ طیبہ سے واپسی پر دوبارہ مکے کے زمانے میں شروع ہوا۔ یادداشت میں ہے: "بست و دوم ذی قعدہ روز دوشنبہ میاں محمد مشکوٰۃ شریف شروع کردند۔"

* * *

پندرھواں باب

سفرِ واپسی اور رائے بریلی کا قیامِ عارضی

سفر کی تیاری

۱۵ شوال کو سفر کی تیاری ہوئی۔ آپ نے قاضی احمد اللہ صاحب میرٹھی کو جہاز کے انتخاب و انتظام کے لیے جدہ بھیجا تھا، لیکن اہلِ مکہ نے آپ کے رفقائے سفر کے لیے جہاز کی تعیین و تجویز کر کے [illegible] کے ذریعے مکہ معظمہ میں آپ کو اطلاع کی اور آپ کے سفر کے لیے [illegible] نامی جہاز تجویز کیا۔[1]

[illegible] ذی قعدہ [illegible] کو آپ نے طوافِ وداع کیا اور مکہ معظمہ کو وداع کہا۔ [illegible] [illegible] دوسرے روز بندر جدہ پہنچ گئے۔[2]

سفرِ بمبئی

آپ نے فرمایا: جس شخص نے یہ جو جہاز [illegible] ہو چکا ہے اس پر سوار ہو جائے [illegible] کپتان نے جو جہاز [illegible] کے ناخدا تھے، عرض کیا کہ [illegible] جو جناب کے سفر کے لیے تجویز ہوا ہے، بہت سست رفتار ہے۔ بہتر ہے کہ آپ جہاز [illegible] پر سوار ہوں۔ آپ نے فرمایا: جو جہاز ہمارے لیے تجویز ہو چکا ہے اس کو ہم نہیں چھوڑ سکتے۔ رفتار خدا کے قبضے میں ہے، سست کو تیز کر دے اور تیز رفتار کو چاہے سست فرما دے۔[3]

بمبئی

[illegible] ذی الحجہ کو جہاز جدہ سے روانہ ہو کر بندر مخا پہنچے، [illegible] وہاں قیام رہا۔[4] آپ کو [illegible] شریف سے [illegible] کا خیال تھا، چنانچہ [illegible] جانے والے جہاز کے ذریعے آپ نے

---

(۱) منظورہ [illegible] (۲) مکاتیب [illegible] صفحہ ۱۰۰ (۳) منظورہ [illegible] (۴) منظورہ [illegible] مخزن میں ہے [illegible] روز مدت قیام [illegible] سید [illegible]

مولوی حسن صاحب کو ایک خط بھیجا جس میں ہجرت و جہاد کی ترغیب دی۔ ایک تاجر نے [illegible] [illegible] صاحب نے عرض کیا کہ ہم کو بمبئی کی سوداگری [illegible] ہیں اور ہم بمبئی چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمہاری محض مراد ہے۔ جس جہاز سے آپ نے [illegible] بھیجا تھا وہ بھی [illegible] بمبئی روانہ ہو چکا تھا۔ چار جہاز جن پر آپ کا قافلہ سفر کر رہا تھا [illegible] اُن کا ساتھ رہا۔ [illegible] کی طرف چلے گئے اور [illegible] نے بمبئی کا [illegible] ایک [illegible] دن [illegible] کے ساتھ ساحل بمبئی پر لنگر انداز ہو [illegible] کوئی جہاز بمبئی نہیں پہنچا تھا۔ بمبئی کے [illegible] اور تجار کا بیان ہے کہ چالیس سال گذر گئے ہیں کوئی جہاز [illegible] وقت میں [illegible] کے ساتھ بمبئی نہیں پہنچا(۲)۔ جس جہاز کے ذریعے آپ نے [illegible] اطلاع کا خط بھیجا تھا وہ خود [illegible] روز کے بعد بمبئی پہنچا(۳)۔

بمبئی میں آپ نے [illegible] رہے [illegible] مولوی حسن صاحب کی مسجد میں [illegible] صاحب [illegible] بمبئی میں [illegible] کی طرح آپ کی [illegible] [illegible] وقت [illegible] لوگوں نے [illegible] کیا اور [illegible] بیعت کی سعادت حاصل کی۔

[illegible] سفر بمبئی سے [illegible] جہاز پر [illegible] دوسرے [illegible] بمبئی سے [illegible] کی طرف [illegible] مولوی حسن صاحب [illegible] مولوی [illegible] [illegible] [illegible] آپ [illegible] کہا کہ [illegible] [illegible] کہا کہ [illegible] قیام [illegible] حسن صاحب کے [illegible]

---

(۱) "منظورہ" (۲) "مخزن احمدی" صفحہ ۱۱۰ (۳) "منظورہ"

سید صاحب قصبہ اِتّی میں تشریف لے گئے۔ مریدین و معتقدین آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دو روز وہاں قیام کر کے تیسرے روز وہاں سے کوچ ہوا۔(۱)

کلکتہ مولانا عبد الحی صاحب کے ایک رقعہ سے کلکتے کے محبین و مخلصین کو آپ کی تشریف آوری کا علم ہو گیا تھا۔ شیخ غلام حسین فخر التجار نے چند روز پہلے انتقال کیا تھا۔ ان کے صاحبزادے عبداللہ فنس پر سوار کرا کے اپنے باغ میں لائے۔ لوگ جوق جوق زیارت و ملاقات کے لئے جمع ہو گئے ۵
اور ہدایت و ارشاد سے مشرف ہوئے۔

اہلِ قافلہ کے تمام جہاز بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ لیکن خطیبۃ الرحمن راستہ بھول گیا اور ایک مہینہ بھٹکتا رہا۔ آپ کلکتے میں اس کے بخیریت پہنچنے کے لئے دعائیں فرماتے تھے اور قنوت پڑھتے تھے اور اکثر فرماتے تھے کہ خیر ہو گی خیر ہے۔ جب خطیبۃ الرحمن کے پہنچنے کی خبر ڈاک سے آئی تو تمام اہلِ قافلہ کو بڑی مسرت و شادمانی ہوئی۔

کلکتے میں مولوی امام الدین اور صوفی نور محمد صاحب نے گھر جانے کی اجازت لی اور اپنے گھر روانہ ہوئے۔ عنایت اللہ نامی ایک شخص بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے اور اخلاص و عقیدت مندی کا حق ادا کیا۔(۲)

بندیل ایک مقام بندیل کلکتے سے دو منزل پر ایک قصبہ ہے۔ اس کے قریب منشی جودی کے دیہات تشریف لے گئے۔ وہاں سے دیوان غلام مرتضیٰ کی درخواست پر قافلے کے ساتھ ان کے مکان ۵
پر تشریف لے گئے۔ دیوان صاحب نے آپ کے لئے بنگلہ بنوایا تھا، جس کی درستی پر لاکھ روپے خرچ ہوئے تھے۔ بنگلے کے باہر بازار تھا جس میں ہر قسم کے میوے و مٹھائیاں ملتی تھیں اور ہر قسم کے پیشہ ور اور اہلِ حرفہ موجود تھے۔ دیوان صاحب نے بازار میں منادی کرا دی کہ

---

(۱) منظورہ۔ (۲) ان بزرگ سے [illegible] ایک [illegible] کی [illegible]
[illegible]
[illegible] ایک شخص [illegible] سید صاحب [illegible]
[illegible] بیعت و خدمت سے مشرف ہوئے۔

سید صاحب کے قافلے کا جو آدمی اس بازار سے کچھ خریدے یا کسی دستکار سے کام لے تو اس کی قیمت و اجرت ہرگز نہ لے۔ سید صاحب نے ان کو بلا کر [illegible] کیوں [illegible] انھوں نے عرض کیا کہ: اگر کسی مسلمان کے گھر کوئی حاجی آتا ہے تو اس کی بڑی سرفرازی ہوتی ہے۔ میں اپنی قسمت پر ناز کرتا ہوں کہ آپ نے مجھ کو سرفراز فرمایا۔[1]

۵ دو تین روز وہاں قیام کر کے روانگی ہوئی۔ دیوان صاحب نے حضرت کو تحفے میں ایک نہایت نفیس دو نالی بندوق جس میں سات دیدبان تھے، سات عمدہ [illegible] اور ایک تیر پیش کیا۔ سات دیدبانوں کا حساب یہ تھا کہ ہر دیدبان سے سو قدم کا فاصلہ بڑھتا جاتا تھا، چنانچہ ساتویں دیدبان سے ایک ہزار سات سو قدم کا فاصلہ ہوتا تھا۔[2]

مونگیر، بہار [illegible] سے آپ [illegible] مرشد آباد تشریف لے گئے اور کشتی وہاں سے روانہ ہو کر مونگیر کے ۱۰ سامنے لنگر انداز ہوئی۔ جمعہ کا دن تھا، آپ اور دوسرے اہل قافلہ کشتی سے اتر کر شہر تشریف لے گئے اور نماز جمعہ ادا کی۔ مونگیر میں آپ نے وہاں کے اسلحہ سازوں سے بندوقیں [illegible] اہل قافلہ نے بھی بعض اسلحہ خریدے۔ سید صاحب نے ایک چار نالی بندوق خریدی۔

مونگیر سے روانگی پر [illegible] شاہ [illegible] سید [illegible] [illegible] وقت [illegible] صاحب [illegible] ۱۵ [illegible] سید صاحب [illegible] سید صاحب [illegible] [illegible] آپ [illegible] اپنے مکان پر ٹھیرایا۔[3]

[illegible] آپ چند آدمیوں کو ساتھ لے کر [illegible] تشریف لے گئے ۲۰ [illegible] علمائی [illegible] لوگ [illegible]

---

[1] منظورہ [illegible] [2] [illegible] [3] منظورہ [illegible]

[illegible] پہنچے۔ [illegible] آپ کے شایانِ شان [illegible] کی۔ ایک [illegible] آپ نے وہاں گزاری، دوسرے دن [illegible] شاہ محمد [illegible] صاحب سے [illegible] تشریف لائے اور مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کو چند رفقا کے ساتھ [illegible] روانہ کیا۔ مولانا شاہ محمد [illegible] صاحب، مولوی [illegible] صاحب اور دوسرے بزرگوں سے ملاقات کی اور [illegible] وغیرہ کے متعلق دیر تک گفتگو رہی۔ [illegible] کے چند رند مشرب [illegible] نے [illegible] صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی اور تمام خلافِ شرع [illegible] سے توبہ [illegible] اور اپنے [illegible] میں [illegible] کا فرش [illegible] دیا۔

[illegible] دہلی کے [illegible] مولوی [illegible] شاہ محمد [illegible] سید صاحب [illegible] کو دیکھ کر سید صاحب سے عرض کیا کہ یہ صاحب [illegible] آپ نے فرمایا: "نہیں [illegible] اپنے [illegible] سے [illegible] ہو جائیں گے۔"(۱۴)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آپ نے سورہ پڑھنی شروع کی اور ڈھولک کی آواز موقوف ہوئی۔ لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ "مجھے ڈھولک کی آواز ناگوار ہوئی۔ اشارۂ غیبی ہوا کہ اس کو روکنے کے لیے سورۂ یٰسٓ پڑھی جائے۔ چنانچہ اس کی برکت سے یہ آواز بند ہوگئی۔"(۱)

آپ جب یوسف پور پہنچے، شیخ فرزند علی غازی پوری اس موقع پر بیمار تھے، ضعف کی وجہ سے خود تشریف نہ لا سکے۔ انھوں نے اپنے لڑکوں کو استقبال کے لیے بھیجا تھا۔ آپ ان کے ساتھ شیخ صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ شیخ صاحب نے بڑی تعظیم و تکریم اور بڑی خدمت گزاری اور مہمانداری کی اور اپنے تمام اہل و عیال کو بیعت کرایا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ "تم نے ہمارے دوست کو دیکھا؟" دوسرے روز کشتیاں غازی پور پہنچیں۔ شیخ صاحب اپنے بچوں کے ساتھ ہمراہ تھے۔ آپ نے شیخ صاحب کے مکان پر چند روز قیام فرمایا۔ شہر کے لوگ بکثرت بیعت ہوئے اور راہِ راست پر آئے۔ شہر کی جامع مسجد، جو ویران ہو چکی تھی، آباد ہوئی اور پانچ وقت پابندی کے ساتھ نماز ہونے لگی۔(۲)

بنارس غازی پور سے چل کر جب بنارس دو تین فرلانگ رہا، مرزا محمود بخت شاہزادہ استقبال کے لیے آئے۔ مرزا باقی شاہزادہ، جو پہلے سے ارادت کا تعلق رکھتے تھے، بجرے پر بیٹھ کر آئے۔ یہاں ایک جگہ پایاب تھی، پانی اتنی تیزی سے بہہ رہا تھا کہ کسی آدمی کے پاؤں جمتے نہیں تھے۔ ایک شخص اُترے، دو قدم چلے کہ پاؤں اکھڑ گئے۔ لوگ ان کو بچانے کے لیے دوڑے۔ یہ حال دیکھ کر خود سید صاحب بھی اپنے بجرے سے اتر کر ان کی طرف بڑھے۔ پانی کی تیزی سے سب کے پاؤں اکھڑ گئے اور سب چکر میں پڑ گئے۔ سید عبدالرحمٰن صاحب ایک کشتی لے کر ان کی طرف بڑھے۔ دیکھا کہ سید صاحب پانی میں جمے کھڑے ہیں، باقی کسی کے پاؤں نہیں جمتے۔ وہ سب کو سوار کر کے کنارے لے آئے۔(۳)

بنارس میں چند روز قیام کر کے، جس میں سابق مریدین کو زیارت کا موقع ملا، بنارس سے [illegible]

مرزا پور مرزا پور میں شیخ غلام علی الہ آبادی کے بیٹے تشریف لائے۔ روز ناشتے کی خدمت ان

---

(۱) منظورہ (۲) منظورہ و روایت سید محمد مستقیم صاحب بانسوی (۳) منظورہ

اخراجات اپنے ذمے لے لیے۔ شیخ عبد اللطیف اور دوسرے تاجروں کی طرف سے دعوت ہوئی۔(۱)

اللہ کی حمد اور شکر گزاری سید مستقیم صاحب کہتے ہیں کہ واپسی میں ایک دن آپ نے مجھ سے وطن اور اہلِ وطن کی خیریت اور حالات دریافت کیے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ نے حمد و شکر کے عجیب عجیب مضامین ارشاد فرمائے اور حج و عمرہ و زیارتِ حرمین کے احسان پر اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کیا اور بخیریت جانے اور واپس آنے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرِ نیاز خم کیا اور بہت دعا و التجا کرکے یہ عرض کیا کہ ہماری جانیں اور ہمارے مال تیرے راستے میں صرف ہوں۔ یہ فرماتے جاتے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ تمام حاضرین پر ایسی تاثیر اور رقت طاری تھی کہ زار زار روتے تھے اور بے خودی اور خود فراموشی کا عالم تھا۔(۲)

مسجد اور غریب پڑوسیوں کے لیے تحفہ مرزا پور میں دو تین روز شیخ عبد اللطیف وغیرہ کی دعوتوں کی وجہ سے قیام رہا۔ آپ نے تکیے کی مسجد کے زینے اور گھاٹ کے لیے پتھر خریدے اور اپنے غریب پڑوسیوں اور ہمسایوں کے لیے بہت سی چیزیں خریدیں۔(۳)

شیخ غلام علی کی دعوتیں سید کرامت اللہ عظیم آبادی بیان کرتے ہیں کہ بنارس سے روانگی کے بعد ہر منزل و مقام پر روزانہ شیخ غلام علی صاحب کی طرف سے دعوت کا سامان پہنچتا تھا۔ یہ چاول اور مصالحہ اُجیلوں کی طرف سے آتا تھا۔ شیخ صاحب کے احباب کے گاؤں دریا کے کنارے پڑتے تھے۔ کشتیاں دریائے جمنا کے کنارے شیخ صاحب موصوف کے بنگلے کے سامنے پہنچ کر لنگر انداز ہوئیں۔ کئی روز وہاں ٹھہرنا ہوا۔ روزانہ شیخ صاحب کی طرف سے پُرتکلف دعوت ہوتی تھی۔ قسم قسم کے لذیذ کھانے، انواع و اقسام کے چاول، یہاں تک کہ پرہیزی کھانا، مونگ کی دال، کھچڑی وغیرہ دسترخوان پر موجود رہتی تاکہ جو شخص کسی کھانے کا نام لیتا، اس کا اسی وقت حاضر کرتے۔ قافلے میں سات سو آدمی تھے اور عظیم آباد، غازی پور مقامات سے اور دیہوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔ خود الہ آباد میں قرب و جوار کے سیکڑوں آدمی ہر روز آتے تھے اور سب سیر ہو کر

---

(۱) "منظورہ"　(۲) "منظورہ"　(۳) "منظورہ"

رکھتے تھے بلکہ شہر کے کھاتے پیتے لوگ بھی حریص تھے۔ شیخ صاحب کی ضیافتیں شہر [illegible]
ہوتے رہتے۔ اس انتظام سے جتنا کچھ بچتا [illegible] دیا جاتا۔ یہاں تک کہ دریا کے پانی
کا رنگ بدل گیا اور ہندوؤں نے شکایت کی۔ غرباء، فقیر [illegible] کھانے کے
دوسرے انواع و اقسام سے لیتے۔ مشہور ہوئے کہ ان کی طبیعت بالکل امیرانہ تھی۔ سید صاحب
شیخ محمد علی صاحب نے بات کی کہ "شیخ صاحب آپ اس قدر فضول خرچی کیوں کرتے ہیں؟"
شیخ صاحب نے جواب دیا کہ "میں اپنے مرتبے کے مطابق نہیں کر سکتا جو کچھ میں نے لیا ہے [illegible]
آنحضرت کا [illegible] کھانا اللہ کا [illegible] کے تمام مقامات میں شیخ صاحب کی
اولو العزمی اور بلند ہمتی کا چرچا تھا۔"(۱)

[illegible] اس بات سے آپ [illegible] کی طرف روانہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ [illegible]
جب شیخ صاحب کا آبائی وطن سے تشریف لے گئے۔ ایک روز وہاں [illegible]
منزل کی۔ وہاں کا حاکم [illegible] آپ سے [illegible] زیارت [illegible]
مشرف ہوئے۔ وطن میں آپ کی [illegible]
[illegible]
[illegible] تشریف لائے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

---

(۱) منظورہ (۲) منظورہ

[illegible] لکھنؤ پہنچیں۔ رائے بریلی سے بہلیاں، رتھیں اور ڈولیاں گئیں اور تمام سواریاں [illegible] رائے بریلی [illegible] تاریخوں میں کسی تاریخ کا ذکر نہیں۔

گھروں میں جانے سے پہلے معذوروں اور بیمار لوگوں کے علاوہ سب نے مرد و عورت [illegible] کو مسجد میں [illegible] کر کے اپنے اور اپنے تمام عزیزوں کے لیے خدائے تعالیٰ کی جناب میں دعا کی۔ پھر سب لوگ اپنے اپنے گھر گئے۔

حج سے واپسی کے بعد باوجود اس کے کہ خاندان کی ایک بڑی جماعت مقیم تھی اور روزانہ بہت بڑی رقم خرچ ہوتی تھی، پھر بھی ایک روز ایک ضرورت سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ بیت المال میں دس ہزار روپیہ موجود ہیں۔

سید صاحب آخر شعبان یا غرۂ رمضان ۱۲۳۹ھ کو پہنچے۔ گویا دو سال دس مہینے کے بعد ان کی واپسی ہوئی۔

قصیدۂ تہنیت سید صاحب اور ان کے مبارک قافلے کی واپسی پر اہلِ ایمان اور اہلِ دین کو جو مسرت و شادمانی ہوئی اس کا اظہار ایک شاعر نے[1] جن کا تخلص [illegible] تھا اپنے ایک قصیدے میں کیا ہے۔ اس میں انھوں نے [illegible] کی تفصیلات اور دینی [illegible] سے بیان کیے ہیں۔ اس قصیدے کے چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

قصیدہ

سب کا اس فرصت پر [illegible] انتظار — [illegible]
[illegible] — [illegible]
جلوۂ [illegible] نور — [illegible] تازہ بہار

---

[1] [illegible]

جس طرف دیکھیے، وہ نور نظر آتا ہے   عقلِ اوّل بھی جسے دیکھ کے ہو جا ششدر
آسماں پر جو نظر کی، تو بسانِ فانوس   مشتعل روشنیِ عرش سے تھا اُس کا گھر
کر کے میں غور جو پھر روئے زمیں کو دیکھا   تھی وہ خورشید سے بھی نور میں زیادہ انور
تھا عجب طور کا کچھ روئے زمیں پر جلوہ   عرش پر جس کی تجلّی کا پہنچتا تھا اثر
شرق سے غرب تلک نور سے تھا مالا مال   عرش سے فرش تلک برق سے تھا روشن تر
کیا عجب ہے کہ اگر ہند کے نظّارے کو   حور جنّت سے چلی آئے نکل کر باہر
اس ترقّی پہ غرض دیکھ کے میں کشورِ ہند   سجدۂ شکر ادا میں نے کیا خوش ہو کر
تھی عجب طرح کی دل کو مرے اُس دم فرحت   جسم ہرگز نہ سماتا تھا قبا کے اندر
تھا تہِ دل سے میں تفتیشِ سبب کے درپے   کس کے انوار سے یارب، یہ زمیں رشکِ قمر؟
کس کے باعث سے ہے جو یوں ملک میں ہے آبادی؟   کیا خوشی ہے کہ جو یوں عیش و طرب ہے گھر گھر؟
شکلِ فردوس جو سرسبز ہوا یہ خطّہ   یارب، اس بھید سے کچھ مجھ کو بھی تو آگہ کر
یک بیک غیب سے آئی یہ ندائے ہاتف   گوش سے پنبۂ غفلت کو ذرا باہر کر
اب تلک پہنچا نہیں مژدۂ جاں بخش تجھے؟   جس سے شاداں ہیں ملک، خوش ہیں پری جن و بشر
آئے ہیں قافلہ حج کر کے وہ اس ملک کے بیچ   جس میں ہر اک ہے ولی، عارفِ نیکو منظر
اُن کے انوار سے روشن ہے زمیں تا بہ فلک   اُن کی برکت سے ہوئی دین کی سو زینت و فر
ہے ہر اک شخص وہاں آمرِ امرِ معروف؛   قامعِ بدعت و ناہیِ اصولِ منکر
ماحیِ کفر ز دل، قاتلِ کفّار ز جاں؛   قامعِ رسمِ زبوں، تابعِ حکمِ داور
اُن میں ہر ایک ہے [illegible]   حافظ و عالم و عادل، سخی و نیک نظر
ظاہر آراستہ بہ ملّتِ بیضائے نبیؐ   باطن اس طور کا پاکیزہ ہو جیسا گوہر
کد و کاوش نہ کسی میں، نہ ریا و کینہ   نہ حسد دل میں، تکبّر نہ کسی کے اندر
کیا کروں [illegible] اُن سب کے بیاں   جس کے اوصاف ہیں تحریر و بیاں سے باہر؟

عادل و زاہد و عابد [illegible] [illegible]
کامل و فاضل [illegible] [illegible]
ترک و تجرید و توکل [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
صدق میں ثانی [illegible] کے مانند [illegible] [illegible]
[illegible] میں حضرت عثمان [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] شریعت [illegible]
[illegible] [illegible]
سید [illegible] [illegible]
سید [illegible] [illegible] شریعت [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]

آبِ پاشی سے تری قوتِ بازو کے بزور پھر کے سرسبز ہوا خشک شریعت کا شجر
فیض سے تیرے نمازی ہوئی خلقت یہاں تک پڑھتے سیپارہ بھی بچیاں ہیں سورۂ کوثر
جس طرف دیکھیے تعمیرِ مساجد ہے لگی ہے ہر اک شخص کی تحقیقِ مسائل پہ نظر
آتی ہر سمت سے ہے بانگِ مؤذن کی صدا جس کو سنیے یہی کہتا ہے کہ اللہ اکبر
اس قدر عصر میں تیرے ہوئی افراطِ نماز لاکھوں تیار ہوئے ملک میں پھر سے منبر
ترکِ بدعات ہوئی فیض سے تیرے ایسی ہند سے رسمیں بری اٹھ گئیں سب یکسر
دیکھیے جس کو سو کرتا ہے کلام اللہ یاد! باندھی ہر شخص نے تہذیب و دیانت پہ کمر
تیری تائید سے اک خلق ہوئی تھی تائب تیری تنبیہ سے لاکھوں ہوئے فاسق اطہر
اک قدم دھرنے کی جو کہ کبھی نہیں اُن میں تھی جو کہ ہوتی دلی مسجد تھی پڑی صاف کھنڈر
جب سے تجدید ہوا راہِ خدا میں مصروف جو بہر تجھ سے جماعت سے ہوا وہ باہر
تیری صحبت کے سوا ہو نہ کسی کا طالب جس کو باطن کی ہوئی راہ کی ذرہ بھی خبر
نفس بالفعل ہے کچھ فرق نہیں ہے تجھ میں دیکھا پہلوں سے تجھے جس نے مطابق کر کر
تجھ سے باطن کے قوانین ہوئے ایسے درست جیسے کاتب کوئی لکھنے کو بنا دے مسطر
منکشف تجھ پہ ہر اک شے کی ہے کمیت نہ قدوری میں وہ تحقیق نہ کتبِ کنز و درر
نہ ہدایہ میں وہ علت نہ وقایہ میں نشاں درِ مختار میں اُس کا نہ سراجی میں اثر
نہ ہے سلم میں پتہ اور نہ توضیح میں کچھ خالی ہے فقہ کا اس علم سے سارا دفتر
کچھ نہیں تیری شجاعت تو بیاں کی محتاج صاف چہرے سے عیاں ہے تری شانِ حیدر
خاکِ پا سے تری اکسیر کو کیا ہے نسبت؟ آدمی کو تو فرشتہ کرے اور مس کو زر
فیض سے تیرے ہوا دم میں وحیدِ دوراں جس نے دو دن بھی ترے پاس کیا آ کے بسر
رکنِ دیں مولوی عبد الحی و شاہ اسمٰعیل فیض سے تیرے ہوئے کاملوں کے سر دفتر
تیری صحبت نے ملک کی کری خاصیت گو کہ ظاہر میں نظر آتے ہیں بشکلِ بشر

[illegible] مومنوں کے لیے شفقت میں پدر سے بہتر
فخر ابنائے زماں قبلۂ ارباب صفا [illegible]
ذات سے تیری [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] خورشید کے [illegible]
حق تعالیٰ کرے اقبال ترا روز افزوں تیرے انصاف سے [illegible]
تجھ پہ ہر لحظہ بلا ریب ہے امدادِ خدا جلوہ گر ذات سے تیری ہے عجائب کا ظہور
چاہِ بیژن میں گرے یا چہِ بابل میں پڑے کھائے دشمن ترا اس طور کی بیڈھب ٹھوکر
مُنہ میں دشمن کے ترے قند ہو حنظل کا مزہ [illegible]
[illegible] مُنہ میں دشمن کے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ہو حسن بھی ترے الطاف سے ممنون سدا [illegible] نہایت [illegible]

[illegible] ۲۳۶ [illegible]

[illegible]

دعوت و مساجد کی تعمیر، نماز کی ترغیب و دعوت اور رفقا کی ایمانی و عملی تربیت ہے۔

مکانوں کی مرمت مولوی سید محمد علی مخزن احمدی میں لکھتے ہیں کہ: سید صاحب کی غیر موجودگی میں مکانات شکستہ اور مرمت طلب ہوگئے تھے اور برسات کا موسم قریب تھا۔ آپ نے اپنے [illegible] ساتھ ان آبائی مکانات کی مرمت اور درستی فرمائی اور [illegible] [illegible] سے فراغت حاصل کرلی۔[1]

مسجد کی تعمیر [illegible] زمانۂ قیام میں [illegible] مولوی سید محمد علی [illegible] [illegible] اگر اللہ تعالیٰ وسعت دیتا تو [illegible] مسجد کی [illegible] تعمیر [illegible] آپ نے [illegible] اس مسجد کی تعمیر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] آپ نے [illegible] فرمایا اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہوگئی۔[2]

[illegible] مسجد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] آپ [illegible] مسجد [illegible] تشریف [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] فرمایا [illegible] لوگوں نے مسجد کی تعمیر میں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہیں۔[3]

عملی و روحانی تربیت گاہ [illegible]

---

[1] مخزن احمدی، صفحہ [illegible] [2] اس مسجد [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [3] وقائع احمدی، صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱

[illegible] قوت [illegible] توفیق پیدا ہوتی ہے۔ جماعت [illegible] مشغول تھی [illegible] جماعت ایک طرف ذکر و نوافل [illegible] میں مشغول تھے، [illegible] مشقت کے کاموں میں مستعد اور چاق و چوبند [illegible] ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔ مولوی عبد الرحیم صاحب صادق پوری "الدر المنثور" میں لکھتے ہیں:۔

> [illegible] مشغول رہتے [illegible] تہجد ادا [illegible] جب آپ [illegible]

[illegible]

ملاحظہ ہو "الدر المنثور" (تذکرۂ صادقہ) صفحہ ۹۳، ۹۴

کہ جو بچپن سے آپ کی خدمت میں رہتا تھا، چار سو روپے نقد اور دس پندرہ تھان کپڑے اور دوسرے ضروری اسباب دے کر آپ کے پاس دہلی روانہ کیا تھا۔ جب وہ نوکر مع اسباب کے دہلی میں پہنچا، تو اس نے قافلے میں جا کر پوچھا کہ: پٹنے والے مولوی ولایت علی صاحب کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ: دریا کے کنارے پر کشتی کا کام کر رہے ہیں۔ وہ نوکر دریا کے کنارے پر پہنچا۔ وہاں بہت سے لوگ کنارے کشتی کے کام میں لگے ہوئے تھے۔ ان میں جناب مولانا بھی موجود تھے، جو ایک موٹا تہبند باندھے ہوئے اور گارے میں لتھڑے ہوئے اپنا کام کر رہے تھے۔ ان ایام میں آپ کی صورت بھی متغیر ہو گئی تھی کہ اس وقت اس نوکر نے، جو ہمیشہ آپ کا خدمتگار رہ چکا تھا، آپ کو نہیں پہچانا۔ خود آپ ہی سے اس نے پوچھا کہ: "پٹنے والے مولوی ولایت علی صاحب کہاں ہیں؟" آپ نے فرمایا کہ: "بھائی ولایت علی تو مر گیا۔" اس نے بہت افسوس کیا، کہا کہ: "میں تو [illegible] میں اس ولایت علی کو ڈھونڈھتا ہوں، جو مولوی فتح علی صاحب صادق پوری عظیم آبادی کے صاحبزادے ہیں۔" آپ نے فرمایا کہ: "بھائی! صادق پوری ولایت علی میں ہی ہوں۔" جب وہ نوکر اور بھی متعجب ہوا اور کہا کہ: "تم مجھ سے ہنسی کرتے ہو۔" تب آپ نے دیکھا کہ اس کو ہرگز یقین نہیں ہوتا، تو آپ نے فرمایا: "اچھا بھائی! قافلے میں دریافت کرو۔" تب وہ دوسری طرف گیا اور دریافت کیا، تو ہر شخص نے آپ ہی کی طرف اشارہ کیا کہ مولوی ولایت علی عظیم آبادی تو یہی شخص ہیں، جن سے تم دریا کے کنارے بات کر رہے تھے۔ تب وہ دوبارہ آپ کے پاس آیا اور اپنی جسارت پر رو رو کر معافی چاہی۔ آپ نے اس کو گلے سے لگایا اور بہت تسلی و تشفی دی۔ اس نے وہ نقد و اسباب وغیرہ آپ کے حوالے کیے اور آپ نے ان چیزوں کو غریبوں اور درویشوں کو بانٹ دیں، کیونکہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ حرص و ہوس کے باعث آپ کی ایسی صورت

ہو رہی تھی اور آپ کی پہلی کیفیت اور پوشاک وغیرہ کو یاد کر کے زور زور سے رونے لگا۔ آپ نے اس کی تسلی کر کے اس کو چپ کیا۔ جب رات ہوئی تو آپ دو روپے اور کپڑے وغیرہ جیسے ہندے ہوتے آتے تھے وہ بیٹے کو دیتے جانے کو سید صاحب کے حضور میں حاضر ہوتے اور ان سب کو آپ کے سامنے رکھ کر خاموش کھڑے رہتے تھے اور دوسری فجر کو اسی گھنٹہ ہنستے اپنا معمولی کام کرنے لگتے۔ تین چار روز تک وہ نوکر وہاں رہ کر اس بات کا منتظر رہا کہ مولوی صاحب وہ عمدہ چیزیں مدد کو پہنچ جائیں تب فرمائیں کہ میرے پیر مرد دلی کو خوش کریں گے لیکن اس نے دیکھا کہ مولوی صاحب کی حالت میں ذرا بھی تغیر نہ ہوا۔ آخر چند روز کے بعد مولوی صاحب نے اس کو رخصت کر دیا۔ اس نے یہ ساری کیفیت پٹنے میں آکر بیان کی کہ جس کے سننے سے صاحب دلوں کو سرور اور بے خبروں کو رنج ہوا۔ ؎

دیدہ تو گشتی و ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند؟

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد
ایں مدعیاں در طلبش بے خبر اند
کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد (سعدیؒ)

اس کیفیت کو سن کر آپ کے والد ماجد مولوی فتح علی صاحب اپنے فرزند مولوی فرحت حسین صاحب سمیت خود یہاں پہنچے اور ایک مدت دراز تک سید صاحب کی خدمت میں رہ کر فیض یاب ہوئے۔ پھر جب سید صاحب بطرف غرب ہندوستان ہجرت کر کے جانے لگے تو مولوی فتح علی صاحب کو بوجہ پیرسنی و مولوی فرحت حسین کو بوجہ صغر سنی چھٹی کر کے واپس کر دیا اور ان کو خلافت اور بیعت

[illegible] صاحب [illegible] مولوی
صاحب [illegible] صاحب [illegible]
صاحب [illegible] صاحب [illegible]
غرض [illegible]

[illegible]

* * *

سولھواں باب

جہاد اور اس کے مقاصد و اسباب

یہاں سے سید صاحبؒ کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے۔ جس کی سُرخی آپ کی کتاب میں سب سے زیادہ روشن ہے۔ یہ ہجرت و جہاد کا باب ہے۔

مقاصد و اسباب اس جہاد و ہجرت کے اصل مقاصد، محرکات اور اسباب کیا تھے۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنی زبان سے بیان کریں، بہتر یہ ہے کہ خود سید صاحبؒ کی زبان سے سُنیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے اپنے خطوط و مکاتیب میں اپنے عملی جدوجہد و ریاضت کا مقصد واضح فرمایا اور اس کے اسباب کا ذکر کیا ہے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] معلوم کر سکتے ہیں اور ہمیں کسی قیاس آرائی کی ضرورت پیش نہیں آئے گی:۔

[illegible]

[illegible]

و در کلام مجید واقع گردیده از ذمیر صورت بندد، چه
بندۂ اطاعت شعار را بجز امتثالِ اوامرِ مولیٰ
خود چاره نیست۔ (مکتوب بنام سردار یار محمد خان)

وجدان کے ساتھ جہاد کی تعمیل کی صورت پیدا
ہو۔ فرماں بردار بندے کے لیے اپنے مالک کے حکم کی
تعمیل کے بغیر چارہ نہیں۔

فقیر بر آں مواعیدِ الٰہیہ اعتماد نموده
و امتثالِ حکمِ حاکمِ خود را قبلۂ همت ساخته و جمیعِ
ماسوی الله را پسِ پشت انداخته و از چپ و
راست چشمِ همت بسته و راهِ راست رضائے
مولیٰ خود پیش نهاده بکمالِ اطمینان و
فرحت و غایتِ بشارت و مسرت دریں راه
تکاپوئی می نماید۔ (ایضاً)

فقیر نے اللہ کے وعدوں پر اعتماد کیا اور
حکمِ حاکم (خداوندِ عالم) کی تعمیل کو اپنا مرکزِ
توجہ بنایا، ماسوی اللہ کو پسِ پشت ڈال دیا، گرد
و پیش سے آنکھیں بند کر لی ہیں اور رضائے
مولیٰ کی راہِ راست کو سامنے رکھ کر کمالِ اطمینان،
فرحت اور بشارت و مسرت کے ساتھ اس
راستے پر چلا جا رہا ہے۔

فقیر را امتثالِ حکمِ الٰہی از تہِ دل مقصود
است و اعتماد بر وعدۂ او، تا چه رنگ بر ظاهر آید
گردد، پس بندۂ عبودیت شعار را چه یارا که
از مالکِ خود بپرسد که وعدۂ خود را بچه
طریق ایفا خواهی کرد که ایں سوال خارج از
قانونِ عبودیت است۔ (ایضاً)

فقیر کو حکمِ الٰہی کی تعمیل تہِ دل سے مقصود
ہے اور اللہ کے وعدے پر اعتماد ہے۔ باقی اس
کی شکل کیا ہوگی؟ غلام کی کیا مجال کہ وہ اپنے مالک
سے پوچھے کہ وہ اپنے وعدے کا ایفا کس
صورت سے کرے گا کہ یہ سوال آئینِ بندگی
کے خلاف ہے۔

چوں ما مردم که از بندگانِ پروردگار
و امتیانِ رسولِ مختاریم و اسلام دعوی داریم

ہم لوگ خدا کے بندے اور رسولؐ کی
اُمت ہیں۔ بلاشبہ اسلام کا دعوےٰ رکھتے ہیں اور

و جانِ خود را در محمدیان می شماریم، چوں کلام اللّٰہ را بریں معنی ناطق دانستیم و رسول اللّٰہ را صادق؛ لا محالہ محض لِلّٰہ فی اللّٰہ امتثالاً لِامرِ اللّٰہ کمرِ ہمت بربستیم و اتباعاً لِسنّۃِ رسول اللّٰہ بر اسپِ سفر نشستیم۔ (مکتوب [illegible]، دفترِ دوم، [illegible])

اپنے کو بھی انہیں لوگوں میں شمار کرتے ہیں، جب ہم نے اس بات (جہاد) پر کلامِ الٰہی کو ناطق مان لیا ہے اور نبی کریم کو سچا سمجھ لیا ہے، لہٰذا ہم نے محض اللہ اور اس کے حکم کی بجا آوری کے لیے کمرِ ہمت باندھی ہے اور اسوۂ رسول کے اتباع میں سفر کے لیے کمر کسے ہوئے ہیں۔

رضا و محبتِ الٰہی

محض طالبِ رضاے حق ہستیم۔ از غیرِ او چشم و گوش بربستیم و از دنیا و ما فیہا دست برداشتیم و محض لوجہ اللّٰہ علمِ جہاد برافراشتیم و ما از طلبِ مال و منال و جاہ و جلال و امارت و ریاست و حکومت و سیاست برخاستیم و ہرگز طالبِ غیرِ حق نیستیم۔ (مکتوب [illegible])

ہم محض رضاے الٰہی کے آرزومند ہیں۔ ہم اپنی آنکھوں اور کانوں کو غیر اللہ کی طرف سے بند کر چکے ہیں اور دنیا و ما فیہا سے ہاتھ اٹھا چکے ہیں۔ ہم نے محض اللہ کے لیے علمِ جہاد بلند کیا ہے۔ ہم مال و منال، جاہ و جلال، امارت و ریاست، حکومت و سیاست کی طلب و آرزو سے نکل گئے ہیں۔ خدا کے سوا ہمارا کوئی مطلوب نہیں۔

ما ہمہ ہر چند از عجز و ناکسان و ذرّۂ بے مقدار ایم، اما بے شک در محبتِ حضرتِ حق مست و سرشار و از محبتِ غیرِ حق دست بردار ایم۔ (ایضاً)

اگرچہ ہم عاجز و ناکس اور ذرّۂ بے مقدار ہیں، لیکن بلا شک محبتِ الٰہی سے سرشار اور غیرِ خدا کی محبت سے بالکل دستبردار ہیں۔

ایں ہمہ محض لِلّٰہ فی اللّٰہ است۔ وسوسۂ شیطانی و شائبۂ ہواے نفسانی بایں [illegible] خطور نکردہ۔ ہر چند ایں معنی بر

یہ سب کچھ محض اللہ کے لیے ہے۔ اس میں ذاتی نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسے کا شائبہ بھی نہیں۔ اگرچہ یہ بات فقیر کے اکثر واقفانِ حال

اکثر و اقلِ حالِ فقیر ظاہر و باہر است، اما بر سبیلِ مزید تاکید بطریقِ تمہید می گوید کہ خدائے پاکِ ما، جلّ شانہ، کہ دانندۂ نہان و آشکار و محیط بجمیعِ خفیات و اسرار است گواہ می کنم بر این معنی کہ آنچہ داعیۂ جہاد با اہلِ کفر و عناد در دلِ فقیر جوش می زند، اصلاً و قطعاً بہ ذخیرۂ من الرہبۃ بکدورتِ مال و عزّت و جاہ و حشمت و امارت و سلطنت و نام و نشان و ترفّع بر اخوان و اقران، بالجملہ بطلبِ چیزے کہ سوائے رضائے مالکِ حقیقی باشد، ہرگز ہرگز ممزوج نیست وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ

(۲۸: ۲۸) ۔ [illegible] ہندوستانی)

پر ظاہر ہے۔ لیکن مزید تاکید کے لیے پھر شروع سے کہتا ہوں کہ میں خدائے قدوس، علام الغیوب کو گواہ بناتا ہوں کہ کفار اور دشمنوں کے ساتھ جو جذبۂ جہاد فقیر کے دل میں موجزن ہے، اس میں رضائے الٰہی اور اعلائے کلمۃ اللہ کے مقصد کے سوا ثروت و جاہ و مال و دولت، شہرت و ناموری، امارت و سلطنت، برادران و معاصرین پر فضیلت و بزرگی یا کسی اور چیز کا قصد و خیال ہرگز دل میں نہیں ہے۔ ہم جو بات کہہ رہے ہیں، اللہ اس کا گواہ ہے۔

مسلمانوں کی بے بسی اور اہلِ کفر کا غلبہ

ہر چند قتالِ اہلِ کفر و طغیان در ہر زمان و ہر مکان لازم است، اما دریں جزوِ زمان کہ شورشِ اہلِ کفر و طغیان از حد گذشتہ کہ فریادِ مظلومان از دستِ تظلّمِ ایشان بہ فلک کشیدہ و تخریب شعائرِ اسلام از دستِ تعدیِ ایشان ہویدا گردیدہ۔ پس بریں تقدیر قتالِ ایں جماعت واجبِ عینی [illegible] بذمۂ جمہورِ مسلمین

اگرچہ کفار اور سرکشوں سے ہر زمانہ اور ہر مقام میں جنگ کرنا لازم ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ اس زمانے میں کہ اہلِ کفر اور باغیوں کی سرکشی حد سے گزر گئی ہے، مظلوموں کی آہ و فریاد کا شعلہ بلند ہے، شعائرِ مسلمین کی توہین ان کے ہاتھوں صاف نظر آ رہی ہے۔ ان حالات میں اس جماعت سے جنگ [illegible] اہلِ شرک سے جہاد تمام مسلمین کے ذمہ ہے

بر ایشاں اولیٰ و آکد و واجب گردیده۔ (مناظرۂ [illegible] ہندستان)

زیادہ مؤکد اور واجب ہو گیا ہے۔

ہندستان پر کفار کا تسلط اور مسلمانوں کا زوال

قضارا از مدتِ چند سال حکومت و سلطنت ایں ملک برایں عنوان گردیده که نصارائے نکوہیده خصال و مشرکینِ بد مآل بر اکثر بلادِ ہند استیلا یافتند و آں دیار را بظلماتِ ظلم و بیداد مسخّر ساختند و در آں بلاد و امصار رسومِ کفر و شرک اشتہار یافته، شعائرِ اسلام رو به استتار آورده، لہذا سینۂ بے کینۂ مبتلایانِ ایں حال پر از رنج و ملال بود، بشوقِ ہجرت در دل، غیرتِ ایمانی بدل و بجوش بود و اقتضائے جہاد بسر خروش۔ (بنام شاہ سلیمان)

تقدیر سے چند سال سے ہندستان کی حکومت و سلطنت کا یہ حال ہو گیا ہے کہ عیسائی اور مشرکین نے ہندستان کے اکثر حصے پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور ظلم و بیداد شروع کر دی ہے۔ کفر و شرک کے رسوم کا غلبہ ہو گیا ہے اور شعائرِ اسلام اٹھ گئے۔ یہ حال دیکھ کر ہم لوگوں کو بڑا صدمہ ہوا، ہجرت کا شوق دامنگیر ہوا، دل میں غیرتِ ایمانی اور سر میں جہاد کا جوش و خروش ہے۔

ہندستان پر انگریزوں کا تسلط

بر رائے سامی روشن و مبرہن است که بیگانگانِ بعید الوطن ملوکِ زمین و زمن گردیده و تاجرانِ متاع فروش بپایۂ سلطنت رسیده امارتِ امرائے کبار و ریاستِ رؤسائے عالی مقدار برباد نموده اند و عزت و اعتبارِ ایشاں بالکل ربوده۔ چوں

جناب کو خوب معلوم ہے کہ یہ پردیسی سمندر پار کے رہنے والے، دنیا جہان کے تاجدار اور یہ سودا بیچنے والے سلطنت کے مالک بن گئے ہیں۔ بڑے بڑے اہلِ حکومت کی حکومت اور ان کی عزت و حرمت کو انھوں نے خاک میں ملا دیا ہے۔ جو حکومت و سیاست کے

خط بنام [illegible]

اہلِ ریاست و سیاست در زاویۂ خمول نشستہ اند، ناچار چندے از اہلِ فقر و مسکنت کمرِ ہمت بستہ۔ این جماعتِ ضعفا محض بنا بر خدمتِ دینِ ربّ العٰلمین برخاستند۔ ہرگز ہرگز از دنیا دارانِ جاہ طلب نیستند۔ محض بنا برخدمتِ ربِّ ذوالجلال برخاستہ اند، نہ بنا بر طمعِ مال و منال۔ (بنامِ راجہ ہندو راؤ، وزیر گوالیار)

مردِ میدان تھے، وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ اس لیے مجبوراً چند غریب و بے سرو سامان کمرِ ہمت باندھ کر کھڑے ہو گئے اور محض اللہ کے دین کی خدمت کے لیے اپنے گھروں سے نکل آئے۔ یہ اللہ کے بندے ہرگز دُنیادار اور جاہ طلب نہیں ہیں۔ محض اللہ کے دین کی خدمت کے لیے اُٹھے ہیں، مال و دولت کی اُن کو ذرّہ بھر طمع نہیں۔

اکثر بلادِ ہندوستان بدستِ بیگانگان اُفتادہ و ایشان ہر جا بُنیادِ آئینِ جور و ظلم نہادہ۔ ریاستِ رؤسائے ہندوستان برباد رفتہ۔ کسے تابِ مقاومتِ ایشان نمی دارد، بلکہ ہر کس ایشان را آقائے خود می شمارد۔ چون رؤسائے کبار از مقابلۂ ایشان نشستند، لاچار چندکس از ضعفائے بے مقدار کمر بستند۔ (بنامِ غلام حیدر خان)

مُلکِ ہندوستان کا بڑا حصّہ غیر ملکیوں کے قبضے میں چلا گیا ہے، اور اُنھوں نے ہر جگہ ظلم و زیادتی پر کمر باندھی ہے۔ ہندوستان کے حاکموں کی حکومت برباد ہو گئی۔ کسی کو اُن سے مُقابلے کی تاب نہیں، بلکہ ہر ایک اُن کو اپنا آقا سمجھنے لگا ہے۔ چونکہ بڑے بڑے اہلِ حکومت اُن کا مقابلہ کرنے کا خیال ترک کر کے بیٹھ گئے ہیں، اس لیے چند کمزور و بے حقیقت اشخاص نے اس کا بیڑہ اُٹھایا۔

اعلائے کلمۃ اللہ، احیائے سُنّت اور بلادِ اسلامیہ کا استخلاص

مقصود از تمام این معرکہ ہا و عربدہ آرائی غیر از اعلائے کلمۂ ربّ العالمین و احیائے سُنّتِ سیّد المرسلین و استخلاصِ

اس تمام معرکہ آرائی اور جنگ آزمائی کا مقصود صرف یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، رسُول اللہ، صلّی اللہ علیہ وسلّم، کی سُنّت زندہ ہو اور

بلادِ مؤمنین از دستِ کفار و مشرکین ربوده امرِ دیگر نیست۔ (بنام شاہ سلیمان)

مسلمانوں کا ایک ملک کفار و مشرکین کے قبضے سے نکل آئے۔ اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

این فقیر بتحصیلِ مال و منال و تصرفِ بلاد و امصار غرضے ندارد، ہر کہ از اخوانِ مؤمنین مستخلص بود از دستِ کفار و مشرکین نمودہ در جریانِ احکامِ رب العالمین و اشاعتِ سنتِ سید المرسلین کوشیدہ قوانینِ شریعت در سیاست و عدالت می داشت مقصودِ فقیر حاصل [illegible] سعیِ این [illegible] نشست۔ (بنام شاہ سلیمان)

اس فقیر کو مال و دولت اور حصولِ سلطنت و حکومت سے کچھ غرض نہیں۔ دینی بھائیوں میں سے جو شخص بھی کفار کے ہاتھوں سے ملک کو آزاد کرے، رب العالمین کے احکام کو رواج دینے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، کی سنت کو پھیلانے کی کوشش کرے گا اور سیاست و عدالت میں قوانینِ شریعت کی رعایت و پابندی کرے گا، فقیر کا مقصود حاصل ہو جائے گا اور میری کوشش کامیاب ہو جائے گی۔

[illegible] سلطنت [illegible] مذہب توأمان [illegible] احتجاج نباشد، لیکن موافقِ مدعا است کہ قیامِ [illegible] سلطنت [illegible] می شود، پر ہویدا است۔ (مکاتیب)

حقیقت میں مطابقِ مقولۂ "سلطنت و مذہب توأم ہیں" اگرچہ یہ قول حجتِ شرعی نہیں، لیکن مدعا کے موافق ہے کہ دین کا قیام سلطنت سے ہے اور وہ دینی احکام، جن کا تعلق سلطنت سے ہے سلطنت کے نہ ہونے سے صاف ہاتھ سے نکل جاتے ہیں اور مسلمانوں کے کاموں کی خرابی اور سرکش کفار کے ہاتھوں اُن کی ذلت و نکبت اور شریعتِ مقدسہ کے شعائر کی بے حرمتی اور مسلمانوں کی مساجد و معابد کی تخریب جو ہوتی ہے، وہ بخوبی ظاہر ہے۔

احکامِ شرعی کا نفاذ

ایں جانب را از قبولِ ایں منصب غیر از اقامتِ جہاد بر وجہِ مشروع و حصولِ معنیِ انتظام در عساکرِ اہلِ اسلام غرضِ دیگر از اغراضِ نفسانیہ مثلِ حصولِ خزائنِ درہم و دینار یا تسلط بر بلاد و امصار یا حصولِ معنیِ سلطنت و ریاست یا تذلیلِ اہلِ ریاست و وجاہت یا تنفیذِ احکامِ خود بر سائرِ اخوان یا حصولِ امتیازِ خود از سائرِ اقران اصلاً و مطلقاً درمیان نیست، بلکہ آرزوے ایں ہرگاہ ہیچ نہ بر زبان جاری می گردد و نہ خیالِ آں در دل می گزرد و تاجِ فریدوں و تختِ اسکندر بجوے نمی شمارم و مملکتِ کسرٰی و قیصر بخیال ہم نمی آرم، آرے ایں قدر آرزو دارم کہ در اکثر افرادِ بنی آدم، بلکہ جمیع اقطارِ عالم احکامِ رب العالمین کہ مسمّٰی بشرعِ متین است بلا منازعتِ احدے نافذ گردد، خواہ از دستِ من، خواہ از دستِ کسے دیگر۔ پس ہر تدبیرے کہ برائے حصولِ ایں معنی باشد بدل بکار می آرم و ہر تدبیر کہ دریں مقدمہ می باشد

میرا اس منصب (امامت) کے قبول کرنے سے اس کے سوا کوئی مقصود نہیں کہ جہاد کو شرعی طریقے پر قائم کیا جائے اور مسلمانوں کی فوجوں میں نظم قائم ہو۔ اس کے سوا کوئی دوسری نفسانی غرض، مثلاً روپے پیسے کے خزانے یا ملکوں اور شہروں پر تسلط یا حصولِ سلطنت و ریاست یا اہلِ حکومت و صاحبِ اقتدار لوگوں کی تذلیل یا اپنے ہمسروں پر اپنے احکام کا اجرا یا اپنے ہم عصروں پر فوقیت و امتیاز قطعاً و بالکلیہ شامل نہیں، بلکہ اتنی بات بھی کبھی زبان پر آتی ہے، نہ کبھی خیال میں گزرتی ہے۔ تاجِ فریدون و تختِ سکندری کی قیمت میرے نزدیک ایک جو کے برابر بھی نہیں۔ کسریٰ و قیصر کی مملکت [illegible] اس قدر آرزو رکھتا ہوں کہ اکثر افرادِ انسانی بلکہ تمام ممالکِ عالم میں رب العالمین کے احکام، جن کا نام شریعتِ متین ہے، کسی کی مخالفت کے بغیر جاری ہو جائیں، خواہ میرے ہاتھ سے، خواہ کسی دوسرے کے ہاتھ سے۔ پس ہر ترکیب و تدبیر، جو اس مقصد کے حصول کے لیے

[illegible]

مستفید ہوگی [illegible]

[illegible] زیرا کہ
[illegible]
[illegible]
[illegible]
والسلام، آخرِ کار بقتالِ کفار مامور [illegible]
[illegible] شعائرِ دینِ متین و علوِّ اعلامِ شرعِ
[illegible] این رکنِ رکین [illegible]
بستہ۔ (سادات علماء و مشائخ و امرائے ہندوستان کے نام)

[illegible] دعوت و تبلیغ شریعت [illegible]
سے جہاد کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، اس لیے
رہنماؤں کے پیشوا اور مبلّغوں کے سردار محمد
رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم، آخر میں کفار
سے جنگ کرنے کے لیے مامور ہوئے اور دینی
شعائر کی عزت اور شریعت کی سربلندی
و ترقی اسی رکنِ جہاد کی اقامت کی وجہ سے
ظہور پذیر ہوئی۔

[illegible]
ادراکِ این سعادتِ عُلیا بوجھے در خاطرِ
این فقیر اِلقا کردہ اند کہ صرفِ جان و مال
و ترکِ اہل و عیال و مہاجرتِ اِخوان و اوطان
در جنبِ سرانجام دادنِ این مرتبہ [illegible]
[illegible]
[illegible]

اس عبادتِ عظمیٰ کا ادا کرنا اور سعادتِ
ثانیہ کے حصول کا عزم اس طرح اس فقیر پر
القا کیا گیا ہے کہ اس عظیم المرتبت کے کام کے
انجام دینے میں جان و مال قربان کر دینا، اہل و عیال
کو خیرباد کہنا اور وطن سے ہجرت کر جانا ناپاک
مکھیوں کو ہانکنے اور خس و خاشاک کو دور کرنے
سے زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔

نامردم تاجان در بدن داریم و سر بر
تن، مشغولِ ہمیں کار و باریم بصد حیلہ و فن

جب تک ہمارے جسم میں جان ہے اور
ہمارے سر جسموں کے ساتھ ہیں، ہم بصد حیلہ و فن

و بحمد اللہ زبان بشکرِ حق بجا می آریم کہ با جماعت خود مشغولِ [illegible] و محض طالبِ رضائے حق ہستیم۔ (مکتوب بنام علما و رؤساے سرحد کے نام)

اسی سودے میں لگے ہوئے ہیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم اپنے مالک کی اطاعت میں مشغول ہیں اور محض رضاے الٰہی کے آرزومند۔

[illegible] نہ با کسے [illegible] مسلمین منازعت داریم، نہ با کسے [illegible] مؤمنین مخالفت۔ بلکہ [illegible] مقاتلہ [illegible] نہ با مدعیانِ اسلام۔ با دراز مویان، بلکہ با سائر کفر جویان مقاتلہ می خواہیم، نہ با کلمہ گویان و اسلام جویان۔ (مکتوب بنام علما و رؤساے سرحد کے نام)

ہمارا جھگڑا اُمرا و رؤساے اسلام سے نہیں ہے، بلکہ ہم کو لانبے بال والوں، بلکہ تمام فتنہ انگیز کافروں سے جنگ کرنا ہے، نہ کہ اپنے کلمہ گو بھائیوں سے اور ہم مذہب مسلمانوں سے۔

[illegible] بعد تزکیہ کردنِ [illegible] از انجاسِ مشرکین و خباثتِ منافقین بہ مستحقینِ حکومت و سلطنت و مستعدینِ [illegible] و مملکت تفویض کردہ خواہد شد، [illegible] شکرِ ایں انعام الٰہی بجا آوردہ [illegible] جہاد را بہر حالی قائم دارند و گاہے معطل نہ ۵ گذارند و در ابوابِ عدالت و فصلِ خصومات از قوانینِ شرعِ [illegible] تجاوز نہ ورزند۔ باز خود ایں جانب مع مجاہدین

اس ملک (سرحد) کو مشرکین کی نجاستوں سے پاک کرنے اور منافقین کی گندگی سے صاف کرنے کے بعد حکومت و سلطنت کا استحقاق رکھنے والوں اور ریاست و نظمِ سلطنت کی استعداد رکھنے والوں کے حوالے کر دیا جائے گا، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ احسانِ خداوندی کا شکر بجا لائیں گے اور ہمیشہ اور ہر حال میں جہاد کو قائم رکھیں گے اور کبھی اس کو موقوف نہیں کریں گے اور انصاف اور مقدمات کے فیصلے میں شریعت [illegible] نہیں [illegible] جناب مجاہدین

صادقین بسمتِ بلادِ ہندوستان بنا بر ازالۂ کفر و طغیان متوجہ خواہد شد کہ مقصودِ اصلی خود اقامتِ جہاد بر ہندوستان است، نہ توطّن در دیارِ خراسان۔ [illegible]

اس کے بعد میں اپنے مجاہدین کے ساتھ ہندوستان کا رُخ کروں گا تاکہ اس کو شرک و کفر سے پاک کیا جائے، اس لیے کہ میرا مقصودِ اصلی ہندوستان پر جہاد ہے نہ کہ مُلکِ خراسان (سرحد و افغانستان) میں سکونت اختیار کرنا۔

"صراطِ مستقیم" میں، جو سید صاحب کے ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ ہے، جہاد کے برکات و منافع پر [illegible] ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ جہاد کو کس قدر بابرکت اور پُرمنفعت سمجھتے ہیں اور اس کو [illegible] زندگی اور انسانی بہبود کے لیے کس قدر ضروری [illegible] بیان کرتے ہیں [illegible] کے ساتھ جہاد کا ذکر کرتے ہوئے اس کے فوائد و برکات [illegible] روحانی [illegible] اور [illegible] و نزہت کو بیان کرتے ہیں:

جہاد کے [illegible] [illegible] بیان [illegible] کہ

جہاد امریست کثیر البرکت، [illegible] منافع کہ منفعتِ آں بوجوہِ متعددہ بہ جمہورِ انام می رسد بمشابۂ باراں کہ منفعتش نبات و حیوان و انسان را احاطہ کردہ و منافعِ ایں بر دو قسم است: منفعتِ عامہ کہ مؤمنین مخلصین و کفار و مرتدین و فساق و منافقین، بلکہ جن و انس و حیوان و نبات در آں اشتراک می دارند و منافعِ مخصوصہ بجماعاتِ خاصہ،

جس طرح بارش سے نباتات اور حیوانات اور انسانوں کو بکثرت فوائد پہنچتے ہیں، اسی طرح جہاد سے عامۂ خلائق کو نفع پہنچتا ہے۔ ایک نفع تو وہ ہے جو اہلِ ایمان، فرمانبرداروں اور منکروں اور سرکشوں اور فاسقوں اور منافقوں کو یکساں پہنچتا ہے بلکہ جن و انس، حیوانات و نباتات بھی اس میں شریک ہوتے ہیں اور ایک یہ کہ بعض خاص خاص جماعتوں اور بعض خاص خاص شخصوں کو ایک خصوصی نفع حاصل ہوتا ہے

یعنی بعضے ممتاز بمنفعتے حاصل می شوند و بعضے دیگر را منفعتے دیگر۔

منفعتِ عامہ

منفعتِ عامہ پس بیانش آن کہ بتجربۂ صحیحہ ثابت شدہ کہ بسبب عدالتِ حکام و دیانتِ اہلِ معاملات و سخاوتِ اربابِ اموال و نیک نیتِ جمہورِ انام برکاتِ سماویہ مثلِ نزولِ باران بر وقت و کثرتِ نباتات و نفاقِ مکاسب و معاملات و دفعِ بلایا و آفات و نمو در اموال و ظہورِ اربابِ ہنر و کمال بیش از بیش متحقق می گردد، ہمچنیں مثلِ آن بلکہ صد چند آن بسببِ شوکتِ دینِ حق و عروجِ سلاطینِ متدینین و ظہورِ شوکتِ ایشان در فتحِ اکنافِ زمین و قوتِ عساکر و قلتِ حقد و انتشارِ احکامِ شرعیہ و قرٰے و امصار بظہور می رسد۔

ہندوستان در زمانۂ سلطنتِ متدینہ

نتیجہ حالِ ہندوستان را با حالِ زمانِ گذشتہ در نزولِ برکاتِ سماویہ باید سنجید۔

گذشتہ و موجودۂ ہندوستان

بلکہ حالِ ہندوستان را در این جزوِ زمان کہ سنہ یک ہزار و دو صد و سی و سوم است کہ اکثرش در این ایام دار الحرب

اور دوسری جماعتوں اور دوسرے اشخاص کو دوسری طرح کا۔

عمومی نفع کی تفصیل یہ ہے کہ تجربہ بتاتا ہے کہ اہلِ حکومت کے انصاف، اہلِ معاملات کی دیانتداری، اہلِ دولت کی سخاوت و فیاضی اور عام لوگوں کی نیک نیتی سے آسمانی برکتیں نازل ہوتی ہیں، وقت پر بارشیں ہوتی ہیں، پیداوار کی بہتات ہوتی ہے، فصلیں خوب ہوتی ہیں، [illegible] ہوتا ہے، سامانِ تجارت کا چلن اچھا ہوتا ہے، بلائیں ٹلتی ہیں، اموال میں ترقی اور نمو ہوتا ہے، [illegible] کمال بہت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں، دینِ حق کی قوت و شوکت، دیندار سلاطین کے عروج اور اطرافِ ممالک میں ان کی حکومت کی ترقی [illegible] فوجوں کی قوت [illegible] بدرجہا زیادہ [illegible] ہوتے ہیں۔

آسمانی برکتوں کے نزول کے سلسلے میں رُوم اور ترکی سے ہندوستان کا مقابلہ کرکے دیکھ لو۔

بلکہ موجودہ (۱۲۳۳ھ) ہندوستان، جس کا بڑا حصہ دار الحرب بن چکا ہے، اُس کا مقابلہ دو سو تین سو برس پہلے کے ہندوستان سے کرو،

[illegible]
یا سه صد سال بوده در نزولِ برکاتِ سماویہ و ظهورِ
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] است۔

اما نسبتِ اربابِ بواطنِ صافیہ پس حصولِ ترقیاتِ عظیمہ در اوقاتِ قلیلہ و فوز بمراتبِ ولایت و مناصبِ وجاہت بریاضاتِ یسیرہ است۔

[illegible] حقّہ و کثرتِ معلّمین و متعلّمین و فوزِ علما بمراتبِ احتساب و قضا و اجتہاد و افتا و قیام بر منصبِ امامتِ باطنہ، یعنی، دعوتِ عامّہ [illegible] [illegible] ظهورِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر است۔

[illegible] [illegible] [illegible] شہرت

آسمانی برکتوں کا کیا حال تھا اور اولیائے عظام اور علمائے کرام کی کتنی بڑی تعداد پائی جاتی تھی۔

[illegible] [illegible] کارزار کے جوانمردوں کو جو فوائد پہنچتے ہیں، اُن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

ان کے علاوہ ارباب باطن کو تھوڑے وقت میں بڑی بڑی ترقیاں حاصل ہوتی ہیں اور معمولی ریاضتوں سے مراتبِ ولایت اور مناصب وجاہت پر فائز ہوتے ہیں۔

علومِ حقّہ کی عام اشاعت ہوتی ہے، معلّمین و طلبہ کی کثرت ہوتی ہے۔ علما احتساب و قضا اور [illegible] کے منصب سے سرفراز ہوتے ہیں یعنی دینِ حق کی طرف [illegible] اشاعت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے انبیاء علیہم السلام کی نیابت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔

عام اہلِ اصلاح بھی اس کے برکات سے محروم نہیں رہتے۔ نیکو کاری اور خدا ترسی کا شوق ترقی کرجاتا ہے۔ اس لیے کہ نیکو کار انسانوں کا اعتزاز ہوتا ہے،

امورِ [illegible] منہدم شدہ [illegible]

و نیز تضاعفِ اجرِ طاعاتِ ایشاں بسببِ انقیادِ سلاطینِ اہلِ اسلام و اکرامِ علمائے ذوی الاحترام و اولیائے عظام بسببِ دخول در جماعتِ عظیمۂ کاملۂ اہلِ اسلام است۔

عوامِ مؤمنین و امّا بہ نسبتِ عوامِ مؤمنین، پس حدوثِ نیتِ صحیحہ در معاملات [illegible] بسوئے طاعات در قلوبِ ایشاں بسببِ انتشارِ انوارِ دینِ حق و الطافِ جوادِ مطلق و انقیاد در رسومِ شرعیہ بسببِ شہرتِ آں، گرچہ تقلیداً باشد، و نیز رفاہیتِ معاش بسببِ نزولِ برکاتِ سماویہ و بسببِ عدالتِ سلاطین و ذوی [illegible] و جود و کرمِ سخاوت [illegible] و انتظامِ امورِ معاشیہ و معادیۂ ایشاں بسببِ مشروع بودنِ آئینِ شرعیہ است۔

فُسّاق و امّا بہ نسبتِ فُسّاق و فُجّار پس حصولِ توبہ، یعنی، حدوثِ کراہت در قلوبِ ایشاں از فسق و فجور بسببِ سریانِ انوارِ ملتِ حقہ در قلوبِ بنی آدم و بسببِ

بداخلاق اور فاجر انسانوں کی تذلیل کا زمانہ ہوتا ہے، مستحسن اور شرعی باتوں کا فروغ ہوتا ہے، مذموم اور ممنوع امور کا عام زوال ہوتا ہے، مسلمان سلاطین کی اطاعت اور علمائے کرام کی عزت اور اولیائے عظام کی تعظیم [illegible] سے [illegible] میں شمولیت کی برکت سے اُن کی طاعات کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔

عام مسلمان بھی اس کے برکات سے محروم نہیں رہتے۔ معاملات میں درستیِ نیت اور اطاعت کی [illegible] عام رغبت و شوق دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دین کے انوار ہر طرف پھیلے ہوتے ہیں، اللہ تعالےٰ کے خاص [illegible] شرعی [illegible] کا ایسا چرچا اور رواج ہوتا ہے کہ لوگ (خواہ تقلیدی طور پر) اُن کے پابند ہوتے ہیں، آسمانی برکتوں کے نزول، سلاطین کے انصاف اور اہلِ سخاوت کی فیاضی کی وجہ سے [illegible] خوشحالی عام ہوتی ہے اور [illegible] پابندی کی وجہ سے دُنیوی و اُخروی اُمور و معاملات درست [illegible] ہوتے ہیں۔

فُسّاق و فُجّار بھی اس کے برکات سے محروم نہیں رہتے، ملّتِ حقّہ کے انوار بنی آدم کے قلوب میں اس طرح ساری ہو جاتے ہیں اور [illegible] حق کی شہرت کی وجہ سے مذموم [illegible]

و نیز شناعتِ افعالِ قبیحه در نفوسِ جمهورِ انام بسببِ شهرتِ ملّتِ حقّه و نیز دست کشیدن از اظهارِ منکرات و بدعات بسببِ خوفِ اقامتِ حدود و تعزیرات یا خوفِ تحقیر بسببِ طعنِ اخوان و ملامتِ اقران بسببِ شهرتِ قبحِ منکرات و بدعات است۔

منافقان اما به نسبتِ جماعتِ منافقان، پس منفعتِ ایشان بر دینِ حقِّ ظاهر و عدمِ دخولِ ایشان در زمرۂ کفرۂ فجره بسببِ خوفِ قتل یا بسببِ ملاحظۂ عزّتِ اهلِ ایمان و ذلّتِ اهلِ طغیان و نیز امیدِ سرایتِ نورِ ملّتِ حقّه در جذرِ قلوبِ ایشان بسببِ انتشارِ انوارِ ملّتِ حقّه و نزولِ برکاتِ سماویه بسببِ ملاحظۂ شوکتِ اهلِ اسلام و بسببِ مخالطت با اولیای عظام و علمای کرام و انعکاسِ انوار و نفوذِ مواعظِ این بزرگواران در قلوبِ ایشان است۔

ذمّیان اما به نسبتِ اهلِ ذمّه پس منفعتِ معیشت

دماغوں میں اس طرح راسخ اور جاگزیں ہو جاتی ہے اور منکرات و بدعات کی قباحت ایسی مشہور و مسلّم ہوتی ہے کہ حدود و تعزیرات کے خوف یا ہمچشموں اور ہمسروں کے طعن و ملامت کے اندیشے اور بدنامی کے خوف سے اکثر فساق و فجار منکرات و بدعات کے اظہار سے دستکش ہو جاتے ہیں۔

اہلِ نفاق بھی اس کے برکات سے محروم نہیں رہتے۔ وہ قتل کے خوف سے یا اہلِ ایمان کے دبدبے اور غلبے اور سرکشوں کی ذلّت و نکبت کو دیکھ کر ظاہری طور پر دینِ حق پر قائم رہتے ہیں اور کھلے ہوئے کافروں کے زمرے میں شامل نہیں ہوتے، نیز دینِ حق کی روشنی کے پھیل جانے اور آسمانی برکتوں کے نزول اور مسلمانوں کی عظمت و شوکت دیکھ دیکھ کر اور اولیائے عظام اور علمائے کرام کے ساتھ اختلاط اور رہنے سہنے کی وجہ سے اور ان کے انوار کا ان کے قلوب پر عکس اور ان کے مواعظ کا ان کے دلوں پر اثر پڑنے سے اس کی بھی توقع کی جاتی ہے کہ دین کا نور ان کے قلوب کی گہرائی میں اتر جائے گا۔

ذمّی کافر بھی جو مسلمانوں کی رعیّت بن کر رہیں اور جزیہ دیں ان کے لئے بھی منفعت محدود نہیں ہے۔ آسمانی

سبب نزول برکات [illegible] و
[illegible] مناسب و حدوث [illegible]
و [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] و [illegible] [illegible] [illegible]
۵ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] و [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] و [illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]
۱۰ [illegible] است .

[illegible] و اما نسبت اهل حرب پس
در [illegible] [illegible] در جهاد از دست اهل
اسلام مقتول شدند با وجودیکه ایشان
اهل [illegible] بر نسبت [illegible] می باشند [illegible]
۱۵ وقت [illegible] شوکت جانب مخالف [illegible]
و [illegible] مقتول شدن باعث [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] است چه هر
[illegible] می شدند [illegible] [illegible]
[illegible] می ماندند پس [illegible] [illegible]
۲۰ می شد [illegible] [illegible] [illegible]
و مآل عواقب [illegible] می گردد .

[illegible]

ذریتِ ایشاں

اند در حقِ ذراریِ ایشاں از نساء و صبیان پس ز بسکہ ایشاں را بسببِ استرقاق مخالطت با اہلِ حق بدست می آید [illegible] حصولِ منافعِ صحبتِ اہلِ حق در حقِ ایشاں مظنون می شود۔

این است پارہ از ذکرِ منافعِ جہاد۔

و تفصیلِ آں بیش ازیں [illegible] در ایں مقام نمی تواند شد۔

جہاد کی مثال بارش کی سی ہے

الغرض وجوبِ جہاد بر اہلِ ایمان و امر باقامتِ آں [illegible] انقراضِ الزمان در کارخانۂ تشریع بمثابۂ انزالِ غیث اجرائے انہار است در کارخانۂ تکوین۔ اما تلف شدنِ چندے اشخاصِ فاقد الاستعداد مثلِ جمعے از اہلِ اسلام کہ مانع [illegible] از خروجِ جہاد می شوند و راہِ مخالفتِ غزاۃ و مجاہدین بسببِ خبثِ باطن و حسد و محبتِ کفرہ می پیمایند و در ورطۂ ہلاکتِ ابدی خود را می اندازند و در زمرۂ خبیث ترین منافقین داخل می شوند پس در عمومِ منافعِ جہاد مخل نمی تواند شد چنانچہ باران است کہ عمومِ نفعِ او در حقِ جمہورِ انام بدیہی [illegible] بعضے اشخاص بسببِ انہدامِ عمارات یا طغیانِ سیول و انہار

اہلِ حرب کی نسل و ذریت کے حق میں بھی وہ نفع و برکات سے خالی نہیں، چونکہ غلامی کی وجہ سے ان کو اہلِ حق کے ساتھ اختلاط و معاشرت کا موقع ملتا ہے، اس لیے اہلِ حق کی صحبت کے فوائد ان کو حاصل ہو سکتے ہیں۔

یہ جہاد کے برکات و فوائد کا ایک حصہ ہے، جو بیان کیا گیا۔ اس کی تفصیل اور اس کا پورا بیان اس موقع پر ممکن نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ ایمان پر جہاد کا وجوب اور قیامت تک اس کو قائم رکھنے کا حکم کارخانۂ تشریع میں وہی حیثیت رکھتا ہے، جو بارش کے نازل کرنے اور نہروں کے جاری کرنے کی حیثیت کارخانۂ تکوین میں ہے۔ باقی چند ایسے اشخاص کی ہلاکت جو اپنی استعداد کھو چکے ہیں، مثلاً بعض مسلمان، جو جہاد کے راستے میں رکاوٹ بنتے ہیں اور اپنی باطنی خرابی حسد اور کفار سے محبت کی بنا پر مجاہدین کی مخالفت اختیار کرتے ہیں اور ہلاکتِ ابدی میں اپنے کو مبتلا کرتے ہیں اور بدترین منافقین کے زمرے میں داخل ہوتے ہیں، تو ان لوگوں کی ہلاکت و بربادی جہاد کے عمومی منافع میں مخل نہیں، اس لیے کہ یہی بارش ہے جس کا نفع عام انسانوں کے حق میں بدیہی ہے، مگر بعض [illegible] نہروں کی طغیانی سے تلف ہو جاتے ہیں، لیکن اس کے

تلف می شوند۔[۱] بلکہ بارش کی برکت اور نفع بھی کم ہیں ۔

مندرجۂ بالا اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید صاحبؒ کی نظر میں جہادِ دین کا ایک نہایت اہم شعبہ اور تکمیلی قدم ہے۔ اُن کو قرآنِ مجید کی صریح آیات اور واضح احادیث کے پیشِ نظر تعمیل کا جذبہ سراپا اُبھارتا ہے، رضاء و محبتِ الٰہی کا شوق دل کو گدگداتا ہے، پھر مسلمانوں کی بے بسی اور اہلِ کفر کا غلبہ دیکھ کر ان کے حساس دل میں چٹکیاں لیتا ہے۔ ہندوستان پر کفار کے تسلط اور اسلام کے زوال کا مشاہدہ اُن کو بے چین کر رہا ہے۔ اُن کے نزدیک ایسے کلمۃ اللہ اور بلادِ اسلامیہ کے استخلاص کی ضرورت ہر غیور اور فرض شناس مسلمان سے جہاد کا مطالبہ کر رہی ہے۔ اُن کو یقین ہے کہ سلطنت کے بغیر نہ دین کا قیام ہو سکتا ہے، نہ احکامِ شرعی کا نفاذ ممکن ہے، نہ دعوت و تبلیغ کا کام مکمل ہے۔ پھر جہاد ایسا پُربرکت عمل ہے جس سے ساری دنیا کو فیض پہنچتا ہے اور انسانوں کا کوئی طبقہ اس کے برکات و منافع سے محروم نہیں رہتا۔ اُن کے نزدیک دنیا کی ابتری اور عالم کا فساد اس اہم فریضے کے تعطل کا نتیجہ ہے۔ یہ سب حقائق اُن کے دل میں جہاد کا عزمِ راسخ پیدا کرتے ہیں اور وہ اسی راستے میں جان کی بازی لگا دینا چاہتے ہیں۔

محض جنگِ آزادی سید صاحب کی تحریروں اور ذاتی بیانات کے بعد یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ اس کے سوا اور کوئی خیال قائم کیا جائے کہ وہ صاف صاف رضائے الٰہی کے لیے کوشش اور دین کے ایسے غلبے اور اقتدارِ اعلیٰ کے لیے جدوجہد کر رہے تھے جس میں بے تکلف احکامِ شرعی کا نفاذ اور حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہو سکے اور حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ (۸ : ۳۹) (یہاں تک کہ شرک کا غلبہ نہ رہنے پائے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے) کی حقیقت کا ظہور ہو۔

لیکن پچھلے برسوں میں بعض فاضل اہلِ قلم اپنی تحریروں سے یہ ثابت کرتے رہے کہ سید صاحبؒ جنگِ آزادی کے ایک رہنما تھے، جن کا مقصد محض ہندوستان سے انگریزوں کا اخراج تھا۔

---

[۱] صراطِ مستقیم، بابِ دوم، فصلِ چہارم، افادۂ پنجم، صفحہ ۵۵ - ۵۶ (طبع مجتبائی)

کو غیر ملکی حکومت کے زوال کے بعد ایک خالص ملکی حکومت قائم کرنا تھا، جس میں عقیدہ و عمل اور حکمران سے [illegible] نسب اور [illegible] کی کوئی بحث نہ تھی۔ لیکن دنیا والوں نے صاف صاف یہاں تک لکھا ہے کہ "آپ کا مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کر دینا ہے۔ اس کے بعد حکومت کسی کی ہو گی اس سے آپ کو غرض نہیں ہے۔ جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے، ہندو ہوں یا مسلمان یا دونوں، وہ حکومت کریں گے"

اس بات کو جس بنیاد پر ذکر کیا گیا ہے وہ سید صاحب کا خود ایک مکتوب ہے جو آپ نے والیٔ دولت راجہ سندھیا کے برادر نسبتی راجہ ہندو راؤ کو تحریر فرمایا تھا، جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے [illegible] ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط [illegible] سکھوں کے تخت [illegible] اس ملک کے [illegible] انگریزوں کے تسلط و اقتدار اور اس کے ہاتھوں ملک کی تباہی کا ذکر بڑے درد سے فرماتے ہیں۔

و شقۂ لہ میدان ہندوستان از بیگانہ	"جس وقت ہندوستان [illegible] بیگانوں و دشمنوں سے
دشمنان خالی گردید و تیر سعی ایشان [illegible]	[illegible]
رسیدہ آیندہ منصب ریاست [illegible]	[illegible]
[illegible] دولت و سطوت ایشان [illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible] مطلوب است کہ [illegible]	[illegible]
[illegible] مسند [illegible]	[illegible]
مقبول خواہد	[illegible] حکومت پر [illegible]

[illegible] یار محمد خان کو ایک مکتوب میں مزید تحریر فرماتے ہیں:

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

بالفعل در امانت خدمت اے مذکورین مساعیِ بلیغہ بجا [illegible] چلے آرہے ہیں کہ اس وقت ان کمزوروں کی ہر طرح امداد
آرند و آں را باعثِ استحکامِ بنیانِ ریاستِ خود شمارند [illegible] کریں اور اس بات کو بھی حکومت کے استحکام کا باعث سمجھیں

ان اقتباسات سے بلاشبہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سید صاحب ایسٹ انڈیا کمپنی کے بڑھتے ہوئے اثر و تسلط اور انگریزی اقتدار کو حقیقی خطرہ سمجھتے ہیں اور اس خطرے کے ازالے اور ان "بیگانگانِ بعید الوطن" اور "تاجرانِ متاع فروش" کے اخراج کے لیے غیر مسلم والیانِ ریاست اور اہلِ حکومت وطن کو اپنے ساتھ جد و جہد کرنے اور تعاون کی دعوت دیتے ہیں، جو ان کی عملی سیاسی بصیرت کی دلیل ہے۔ اس کے ساتھ وہ ان کو یقین دلاتے ہیں کہ اس منظم و متحدہ مقابلہ اور جد و جہد ہی میں ان کی ریاست اور حکومت کی بقا ہے۔ ان کی زندگی اور عزت و منزلت اسی پر منحصر ہے کہ انگریزی غلبہ و اقتدار کا یہ سرطان ہندوستان کے جسم سے خارج کر دیا جائے اور ملک کو اس غیر ملکی طاقت کے چنگل سے نکال لیا جائے۔ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول کے بعد وہ اہلِ ریاست و سیاست جنھوں نے اس مقصد کے لیے اشتراکِ عمل کیا ہے، اپنے منصبوں (ریاست اور امارت کی گدیوں) پر فائز رہیں گے۔ وہ مناسب عہدوں اور منصبوں سے سرفراز ہوں گے اور ان کی شوکت و سطوت میں، جو انگریزوں کے اثر اور تدبیرات سے متزلزل اور کمزور ہو گئی ہے، استحکام پیدا ہو جائے گا۔

یہ سب حرف بحرف صحیح اور تاریخی و سیاسی حیثیت سے نہایت معقول اور متوازن دعوت درست ہے، لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ گویا انگریزوں کے اخراج کے بعد سید صاحب اقتدارِ اعلیٰ اور ہندوستان کی حکومت والیانِ ریاست اور غیر مسلم اشخاص کے حوالے کر کے خود گوشہ نشین اور زہد و عبادت میں مشغول ہو جائیں گے اور ہندوستان میں ایک ایسی غیر مسلم ریاست یا مشترک ہندو مسلم ریاست کے قیام پر رضامند ہو جائیں گے جس میں اسلام و توحید اور مسلمانوں کو کوئی بنیادی و مرکزی حیثیت حاصل نہ ہوگی اور اقتدارِ اعلیٰ اسلامی حکومت کے ہاتھ میں نہ ہوگا، یہ سید صاحب کی زندگی، ان کے تمام جد و جہد اور ان کی دعوت و تحریک سے ناواقفیت کی دلیل ہے اور خود ان خطوط کے اندر اس کے خلاف واضح اشارات موجود ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط و اقتدار سے سید صاحب

کی قلبی اذیت کی اصل وجہ کیا ہے اور وہ کونسا جذبہ ہے جو ان کو اس کا مقابلہ کرنے اور اس کے خلاف صف آرا ہونے پر بے اختیار آمادہ کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں اس مکتوب کو دیکھنا چاہیے جو آپ نے شاہ سلیمان والی چترال کے نام لکھا ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں:۔

قضا را از مدتِ چند سال حکومت و سلطنتِ بلاد
ہند بر این منوال گردیدہ کہ نصاریٰ نکوہیدہ
خصال و مشرکینِ بدمآل بر اکثر بلادِ ہند استیلا
یافتند و آں دیار را بنجاستِ کفر و بیداد مشحون ساختند
و در آں بلاد و امصار رسومِ کفر و شرک اشتہار یافتہ
شعائر اسلام رو باستتار آوردہ لاجرم بر سینہ ہائے
بے کینہ مسلمین ایں حال پُر از رنج و ملال بود۔
بشوقِ ہجرت مالامال غیرتِ ایمانی بدل در
جوش بود و اقامتِ جہاد بسر خروش۔

تقدیر سے چند سال سے ہندوستان کی حکومت
و سلطنت کا یہ حال ہو گیا ہے کہ بد اندیش
اور مشرکین نے ہندوستان کے اکثر حصے پر
غلبہ حاصل کر لیا ہے اور ظلم و بیداد
شروع کر دی ہے۔ کفر و شرک کے
رسوم کا غلبہ ہو گیا ہے اور شعائر اسلام
اٹھ گئے۔ یہ حال دیکھ کر ہم لوگوں کو بڑا
صدمہ ہوا۔ ہجرت کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ دل
میں غیرت ایمانی اور سر میں جہاد کا جوش و خروش ہے

اس مکتوب میں صاف صاف کہا گیا ہے کہ اصل تکلیف و اذیت کا باعث یہ ہے کہ نصاریٰ و مشرکین کے اقتدار کی وجہ سے کفر و شرک کے رسوم کا غلبہ اور شعائر اسلام کا روز بروز زوال ہو رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کی بنیادی شکایت اور جس کی بیزاری کا محرک یہ احساس ہے کہ اسلام اور شعائر اسلام روز بروز زوال پذیر ہیں اور کفر و شرک کا غلبہ روز افزوں ہے، وہ اس پر کس طرح رضامند ہو سکتا ہے کہ اس ملک کے حاکموں میں تبدیلی ہو جائے اور صورت حال میں کوئی تبدیلی نہ ہو؟ کیا وہ کفر و شرک کے غلبے کو ہندوستانیوں کے زیر اثر تو برداشت نہیں کر سکتا، مگر ولایتیوں کے زیر اثر برداشت کر سکتا ہے؟ ایسی جماعت سے غرض ہی صرف تبدیلی اور ملک کے آقاؤں اور منتظموں کی تبدیلی ہے، تو اس کا کسی محبِ وطن قائد اور سیاسی رہنما کے مزاج و مذاق سے کتنی ہی مناسبت کیوں نہ ہو، سید صاحب جیسے داعی اور مجاہد شخص کے فکر و مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ وہ صاف صاف ایک مکتوب میں

فرماتے ہیں کہ اُن کا مقصود صرف خدا کے نام کی بلندی اور رسول اللہ کی سنّت کا احیا اور ملک کو (بہ لحاظِ قومیت و وطنیت) اہلِ کفر و شرک کے تسلّط سے آزاد کرانا تھا۔

مقصود از تمامِ این معرکہ پیرائی و عربدہ آرائی غیر از اعلاے کلمۃ رب العالمین و اعلاے سنّتِ سیّد المرسلین و استخلاصِ بلادِ مؤمنین از دستِ کفّار و مشرکین امرِ دیگر نیست۔ (بنامِ شاہ سلیمان)	اس تمام معرکہ آرائی اور جنگ آزمائی کا مقصود، صرف یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، کی سنّت زندہ ہو اور مسلمانوں کا ملک کفّار و مشرکین کے قبضے سے نکل آئے۔ اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

اُن کی جدّ و جہد کا محرّک یہ نہیں کہ ملک غیر ملکیوں کے ہاتھ میں ہے اور اہلِ ملک کو حقِ خود ارادیت اور خود مختاری حاصل نہیں، اور انسانی قوانین کے بجائے احکامِ شرع نافذ نہیں ہوتے، بلکہ محرّک صرف یہ ہے کہ مسلمان اس ملک میں بے بس و پامال اور مجبور و مغلوب ہیں اور سیاسی قوّت و حکومت نہ ہونے کی وجہ سے الٰہی قوانین و احکام کے اجرا کا کوئی موقع نہیں اور مسلمان ذلّت و اہانت و بے بسی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔

قیامِ دین بملک است و احکامِ دینیّہ کہ تعلق بحکومت دارند، بوقتِ نبودنِ مملکت صاف از دست می روند و خرابیِ امورِ مسلمین و ذلّت و نکبتِ ایشان از دستِ کفّار و متمرّدان و اہانتِ شعائرِ مقدّسہ و تخریبِ معابد و مساجدِ مسلمین کہ می شود، پر ہویدا است۔	دین کا قیام سلطنت سے ہے اور وہ دینی احکام، جن کا تعلق حکومت سے ہے، سلطنت کے نہ ہونے سے صاف ہاتھ سے نکل جاتے ہیں اور مسلمانوں کے کام کی خرابی اور کفّار و متمرّدین کے ہاتھ سے اُن کی ذلّت و نکبت اور شریعتِ مقدّسہ کے شعائر کی بے حرمتی اور مسلمانوں کے معابد و مساجد کی جو تخریب ہوتی ہے، وہ بخوبی ظاہر ہے۔

اُن کے سامنے ایک ملک کی آزادی اور غلامی کا مسئلہ نہیں، اُن کے سامنے ساری دنیا پر خدائی حکومت کے قیام اور تمام انسانوں پر قوانینِ الٰہیہ کے نفاذ کا مسئلہ ہے۔

این قدر آرزو دارم کہ در اکثرِ افرادِ بنی آدم،	اس قدر آرزو رکھتا ہوں کہ اکثر افرادِ انسانی بلکہ

بجمیع اقسام، عامہ احکام حضرت رب العالمین کہ مسمی بشرعِ متین است بمنصۂ عزت ومسندِ نفاذ گردد، مرتفع بود مستحق عزل و ہجر،	تمام کاموں میں رب العالمین کے احکام جن کا نام شرعِ متین ہے، بلا کسی کی مخالفت کے جاری ہو جائیں۔

اس داعی الی اللہ اور مجاہد فی سبیل اللہ کے متعلق جس سے بڑھ کر خلوص و صدق کا عامل اور خلافتِ نبوت کا پرتوِ کامل کم سے کم ہندوستان کی ہزار سالہ تاریخ میں ہمارے علم میں پیدا نہیں ہوا، یہ سمجھنا کہ وہ صرف آزادیٔ ملک اور انگریزوں کے اخراج کا داعی تھا اور اس کا مقصد صرف پردیسیوں کی حکومت کا خاتمہ کر دینا تھا، اس کو حکومت کے اصول و مقاصد اور اس کے خلقی و دینی نتائج سے بے خبری بلکہ ایسی نسبت ہے جس کے متعلق اس کی روح کو شکایت کا موقع ہے کہ

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
وز درونِ من نجست اسرارِ من

سترھواں باب

سرحد کا انتخاب اور پنجاب، افغانستان اور سرحد کے حالات

سید صاحب کے نزدیک اگرچہ مقصودِ اصلی ہندوستان تھا جیسا کہ خود ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں :۔

بازخود ایں جانب مع مجاہدینِ صادقین	اس کے بعد میں سچے مجاہدین کے ساتھ ہندوستان
بسمتِ بلادِ ہندوستان بنا بر ازالۂ کفر و طغیان	کی طرف رُخ کروں گا تاکہ اسے کفر و شرک سے پاک کیا جائے
متوجہ خواہد شد کہ مقصودِ اصلی خود اقامتِ جہاد در	اس لئے کہ میرا مقصودِ اصلی ہندوستان پر جہاد ہے نہ کہ
ہندوستان است، نہ توطن در دیارِ خراسان۔(۱)	ملکِ خراسان (سرحد و افغانستان) میں توطن اختیار کرنا

لیکن پنجاب میں جس پر کچھ عرصے سے رنجیت سنگھ کی تنہا حکومت قائم ہو گئی تھی مسلمانوں کے دگرگوں حالات، اُن کی فوری امداد کی ضرورت جو ایک شرعی فریضہ تھا، نیز فوجی مصالح اور سیاسی تدبیر کا تقاضا تھا کہ یہ اُمر ہندوستان کی شمالی مغربی سرحد سے شروع کیا جائے جو آزاد اور پُرجوش مسلمان قبائل کا مرکز تھا اور جہاں سے ترکستان تک آزاد مسلمان حکومتوں کی ایک مسلسل زنجیر ہے۔ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب کے مسلمانوں کی امداد، ہندوستان کی دوبارہ تسخیر اور ایک مستقل اسلامی حکومت کے قیام کے لیے بنا بر اس سے زیادہ موزوں مقام نہیں ہو سکتا۔

سید صاحب کی نگاہ کے سامنے ان لوگوں کا تجربہ تھا جنھوں نے ہندوستان کے کسی کونے کو اپنی تحریک اور جنگی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور بہت جلد اُن کے گرد دشمنوں کا حلقہ تنگ اور محاصرہ ہو

---

(۱) مکتوب بنام شاہزادہ کامران۔

[illegible] سے کمک یا رسد ملنے کی کوئی توقع نہ رہتی۔

[illegible]

دینی جمعیت کا ایک بڑا مخزن تھا، جو وقتاً فوقتاً مرکز (دہلی) کو بھی تازہ خون اور نئی طاقت بخشا رہتا [illegible] افغانوں سے آباد تھا۔ خود [illegible] میں جو [illegible] صاحب کا وطن ہے جہاں [illegible] پہاڑوں [illegible] اور سید صاحب ان کی مردانگی اور بہادری سے خوب واقف تھے۔ ان میں سے کثیر التعداد لوگ سید صاحب سے ارادت اور بیعت کا تعلق رکھتے تھے اور آپ کی رفاقت کے لیے اکثر بیتاب تھے۔ ان سب کی عقیدت و [illegible] افغانستان اور سرحد کے افغانی قبائل میں تھیں۔ انھوں نے بھی سید صاحب کو اپنے وطن یعنی افغانستان اور سرحد کو اپنی دعوت و جہاد کا مرکز بنانے کا مشورہ دیا ہوگا اور پہلے سے [illegible] ان علاقوں کی [illegible] ہونے [illegible] آپ کو اس پر آمادہ کیا کہ آپ اس افغانی آزاد علاقہ کو اپنی مجاہدانہ دعوت و تحریک کا مرکز بنائیں جس سے آپ کو اپنے مقصد کے لیے بہترین سپاہی اور جنگجو اور جنگ آزما رفیق بہت بڑی تعداد میں مل سکتے تھے۔

عواقب و نتائج اور مصلحتوں کا علم تو صرف عالم الغیب ہی کو ہو سکتا ہے۔ لیکن ایک عام انسان جو صرف غور و فکر، تجارب اور مشاہدہ اور دعا اور استخارہ سے زیادہ کوئی اور ذریعہ نہیں رکھتا یہی کر سکتا ہے کہ اپنی کوششوں اور صلاحیتوں کے استعمال کے لیے بہتر سے بہتر میدان کا انتخاب کرے پھر اس میدان میں اپنی ساری طاقت صرف کر دے۔ اتنے عرصہ کے بعد اور ان کوششوں کا انجام دیکھ لینے کے بعد اس انتخاب پر تنقید و تبصرہ بہت آسان ہے، لیکن تیرہویں صدی کی ابتدا کے ہندوستان کا سیاسی نقشہ سامنے رکھیے اور یہاں سعی و جہاد کے مواقع اور وسائل کا پورا پورا جائزہ لینے کے بعد ایک منصف اور سلیم الطبع انسان یہی فیصلہ کرے گا کہ سید صاحب اس انتخاب میں حق بجانب تھے۔ پنجاب پر سکھ حکمران جس نازک دور سے گزر رہے تھے اور جن [illegible] کا نشانہ تھے، سارے ملک پر جو بے چینی اور بے اطمینانی طاری تھی، افغانستان و سرحد اپنی بہترین مذہبی صلاحیتوں کے باوجود کسی دینی دعوت کے نہ ہونے کی وجہ سے جس طرح [illegible] اور [illegible] کی، جو تنظیم اور دینی روح کے ساتھ سارے ہندوستان کو فتح کر لینے کی [illegible] رکھتی تھی، انتظار کر رہے تھے، ان سب کا تقاضا تھا کہ ایک صاحب ہمت داعی [illegible] جس کے سینے میں [illegible] [illegible] جس کے ساتھ [illegible]

اور جہادیوں کی یہ مختصر جماعت ہو، وہ اپنا جہاد یہیں سے شروع کرتے، یہاں ایک طرف وہ اس شیر دل سکھ [illegible] کو زیر کر سکتے تھے۔ دوسری طرف پنجاب کے ان مسلمانوں کی مدد کو ہو، جو ظلم کی اس چکی میں پس رہے تھے، ہندوستان کی طرف بڑھتے اور اس ملک کو فرنگی تسلط سے آزاد کراتے [illegible] حکومت کی طرح ایک [illegible] تھی۔ سید صاحب اپنے اس انتخاب اور فیصلے کی وجہ اپنی زبان سے بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ پنجتار(١) کے ایک اجتماع میں جس میں بہت بڑی تعداد میں علماء و خوانین جمع تھے، آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

> "میں نے ہندوستان میں ارادہ کیا کہ کوئی جگہ [illegible] ہو کہ وہاں مسلمانوں کو لے کر جاؤں اور جہاد کی تدبیر کروں۔ باوجود اس وسعت کے [illegible] میں ملک ہندوستان [illegible] ہجرت کے لائق نہیں معلوم ہوئی۔ کتنے لوگوں نے صلاح دی کہ اس ملک میں [illegible] وغیرہ مددگار ہوں [illegible] انگریز کو منظور نہ ہوا اس لیے [illegible] سنت کے موافق [illegible] [illegible] [illegible] آپ [illegible] [illegible] [illegible] جب [illegible] [illegible] [illegible] کرتے ہیں [illegible] عورتوں اور بچوں کو [illegible] جاتے ہیں اور [illegible] دیتے [illegible] [illegible] کرتے

---

(١) [illegible] جماعت [illegible] مستقر [illegible]۔

مسلمان [illegible] کی [illegible] جان سے مار ڈالتے ہیں [illegible] میرے خیال میں

[illegible] ہندوستان سے ہجرت کر کے [illegible]

[illegible] مسلمانوں کو [illegible]

پنجاب و سرحد اور افغانستان سے [illegible] اور ایک

صاحب بصیرت و فہم شخصیت داعی کی [illegible] توجہ اپنی طرف [illegible] تھے اور اُس [illegible] قدر کی

دعوت دیتے تھے اُن کو تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

پنجاب میں مسلمانوں کی حالت اٹھارھویں صدی کے وسط میں سکھوں نے پنجاب میں [illegible]

حاصل کر لی تھی۔ احمد شاہ ابدالی کی وفات پر شمالی ہندوستان میں سکھوں کا [illegible] تھا۔ [illegible]

ملتان [illegible] سکھوں [illegible]

[illegible] شمال مغرب میں دریائے سندھ، مشرق میں جمنا کی ریاست [illegible]

[illegible] ان کی سرحدیں تھیں۔

مسلمان [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کی پچھلی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔(۱)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے لاہور کو جس کا پروانۂ حکومت شاہ زمان سے مل گیا تھا، ان تینوں سکھ سرداروں سے چھین لیا، جو اس پر حکومت کرتے تھے۔ [illegible] جمعیت، ایک زندہ دل، جنگجو اور جفاکش نسل کی رفاقت، [illegible] مدتوں کی لڑائی جھگڑوں، خرابیوں اور کمزوریوں سے [illegible] سکھوں کے مذہبی جوش اور جذبۂ قربانی نے رنجیت سنگھ کو وہ [illegible] جو کبھی [illegible] تاریخ قوموں کو حاصل تھا اور جنھوں نے رنجیت سنگھ کو ایک [illegible] بہت جلد فاتح بنا دیا، جس کو شکست دینا [illegible] افغانی قبائل اور پنجاب کی چھوٹی چھوٹی مسلمان ریاستوں کے بس کی بات نہ تھی۔ رنجیت سنگھ نے ایک ایک کر کے ان تمام ریاستوں اور [illegible] جو خود مختار سکھ سرداروں اور مسلمان حکمرانوں کے پاس تھے، فتح کر لیے۔ جن مسلمان ریاستوں نے [illegible]

[illegible]

---

[1] [illegible]

[2] [illegible] The History of the Punjab [illegible]

کو چھپاتی پھرتی تھیں، مگر کوئی جگہ امن کی نہیں ملتی تھی۔ بہت سی اشراف عورتیں، جنہوں نے کبھی بیگانے مرد کی صورت نہیں دیکھی تھی، اپنے ہاتھ سے پھانسی لے کر مر گئیں، کئی چاہات میں کود پڑیں۔ غرض، ہر ایک امیر و غریب شہر کا رہنے والا ایسا لٹا کہ پارۂ نان کو محتاج ہو گیا۔ بڑے بڑے مکانوں کو سکھوں نے آگ سے جلا دیا۔۔۔۔۔ بہت سی جوان عورتیں اور لڑکیاں اور لڑکے سکھوں نے شہر سے پکڑ لیے اور غلام بنانے کے ارادے سے اپنے پاس رکھ لیے"[1]

رنجیت سنگھ کا دورِ حکومت اگرچہ سکھوں کے اقتدار کی تاریخ کا سب سے زیادہ منظم اور ترقی یافتہ دور تھا، لیکن اس کی حقیقت ایک عارضی فوجی حکومت سے زیادہ نہ تھی جس میں فوجوں اور فوجی سرداروں کو بڑی حد تک آزادی حاصل تھی اور وہ اس آزادی سے پورا فائدہ اٹھاتے تھے۔ بڑے بڑے فوجی سرداروں اور صوبیداروں کا اقتدار دہشت انگیزی اور وحشیانہ سزاؤں پر قائم تھی۔ ہری سنگھ نلوہ کے متعلق انگریز مؤرخ لکھتا ہے:

> "وہ صرف اس خوف و دہشت کے سہارے حکومت کرتا تھا، جو لوگوں پر مسلط تھی اور اس ملک کے لیے ایک خوفناک شخصیت کی حیثیت رکھتا تھا اور ایک آدم خور اور وحشی انسان کی طرح ہزارے کے علاقے میں مشہور تھا۔ اب بھی مائیں اس کا نام لے کر روتے ہوئے بچوں کو چپ کراتی ہیں۔"[2]

یہی شہرت اور تاثر چتر سنگھ اٹاری والا اور بعض دوسرے فوجی سرداروں اور صوبیداروں کے متعلق تھا۔

قوم کی جنگجویانہ روح اور فوجی اسپرٹ کو تازہ رکھنے کے لیے جو طرزِ عمل رہا، وہی اُن کے غلبے کا سب سے بڑا سہارا تھا۔ فوج کو ہمیشہ جنگوں میں مشغول رکھنے اور ملک میں دہشت پھیلانے کی ضرورت تھی۔ نیز اس پر کم سے کم اخلاقی اور سیاسی پابندیاں عائد رکھنے کی خواہش بھی تھی جو ایک باضابطہ اور ذمہ دار حکومت کے لیے ضروری ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ سلطنت کے دور دراز علاقوں میں، جو دارالسلطنت سے فاصلے پر واقع ہوتے تھے، چھوٹے چھوٹے فوجی افسر جتنا ظلم کرنا چاہتے

---

(۱) تاریخ پنجاب (اردو) از رائے بہادر کنھیا لال، صفحہ ۱۸۲

The Gazetteer of the Hazara District, P. 131 (۲)

The Punjab Government Records, V. 5. P. 101. (۳)

ہوا کرتا تھا اور یہ دونوں چیزیں مسلمان ہی اس کا نشانہ بنتے تھے۔ ہمیں تسلیم ہے کہ یہ وہ مذہبی جوش اور سکھ قوم کی وہ مذہبی عصبیت تھی، جس کی بدولت اس نے سارے پنجاب کو مسخر کر لیا تھا اور جو آگے ہندوستان کے لیے ایک خطرہ بنی ہوئی تھی۔ اس مذہبی جوش و عصبیت کو نہ وہ سرد یا بند کرنا چاہتا تھا، نہ وہ ایسا کر ہی سکتا تھا۔ اس کا ہدف عام طور پر مسلمان ہوتے تھے، جن کو سیاسی انقلابات نے اس قدر کمزور [illegible] اور ملک کی [illegible] افغانوں کی نااتفاقی اور کمزوری نے بالکل بے دست و پا بنا کر چھوڑ دیا تھا۔ رنجیت سنگھ کے مذہب کے بہت سے [illegible] حکومت میں مرہٹوں، کابلیوں اور عام مسلمانوں کے لیے مشتعل تھا۔ جب [illegible] خوش [illegible] اس کو قابو میں نہ رکھ سکتا۔ سر لیپل گریفن لکھتا ہے:

> [illegible]
> [illegible]
> [illegible][1]

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ پنجاب میں رنجیت سنگھ کی ذات و خصوصیات کا ظہور ہو جانے کے بعد بھی مسلمانوں کو اپنے مذہبی حقوق [illegible] ایک منظم حکومت میں حاصل ہوتی ہیں، حاصل نہیں ہوئی تھی، بعض مذہبی رسوم ادا کرنے کی اجازت نہ تھی، بعض تاریخی مسجدیں فوج کے استعمال اور گھوڑوں کے لیے مخصوص تھیں۔

رائے بہادر کنہیا لال، ایگزیکٹو انجینئر لاہور اپنی کتاب "تاریخ لاہور" میں بادشاہی مسجد کے متعلق لکھتے ہیں:-

> "بادشاہی مسجد [illegible]
> [illegible]
> توپ خانہ [illegible]"

---

[1] Sir Lepel Griffin : Ranjit Singh, P. 96 ,(1)

(۱)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہے۔ سب کے پاس جہاں [illegible] رکھا ہوا مسجد میں اذان دے۔ یہ بات بالکل معروف ہے۔ ہم آئندہ خود سے پوچھتے ہیں کہ کبھی بانگ نہ دے۔ اس بات پر مہاراجہ خفا ہو کر مسجد [illegible] کے حوالے کر دی [illegible] مسجد کی دکانوں کا کرایہ ضبط ہے۔ مسلمانوں نے اتنی بات پر کہ غنیمت جانا کہ مسجد پر دوبارہ قبضہ پایا۔ [illegible] ہاتھ سے جاتی رہی۔"(1)

یہی مصنف ایک دوسری جگہ لکھتا ہے :۔

"مسجد کا گرانا سکھوں کے وقت بہت بڑی بات تھی۔ [illegible] مسجدیں سکھوں نے [illegible] عمارت کے ساتھ شامل کر لی تھیں۔"(2)

اس دورِ حکومت میں مسلمان جس طرح کی غلامانہ اور حقیر زندگی گزار رہے تھے اور پوری قوم جیسے ذلت و خواری و بے عزتی کا شکار تھی، اس کا خاکہ رنجیت سنگھ کے ایک ہمعصر انگریز مصنف (کرنل مالکم) نے ان الفاظ میں کھینچا ہے :۔

"[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مسجد [illegible]"(3)

---

(1) [illegible] (2) تاریخ لاہور [illegible] (3) Lieut. Col. Malcolm : The Sketch of the Sikhs (London, 1812) PP. 123, 124

اس غلامی، مذہبی بندش اور ذلت آمیز طرزِ عمل سے مسلمانوں کے اخلاق [illegible] ہو گئے تھے، ساری قوم پر بے اعتمادی اور مایوسی چھائی ہوئی تھی اور وہ زندگی پر موت کو ترجیح دیتے تھے۔ [illegible] و عادات [illegible] رہے تھے، دینی حمیت اور اسلامی روح سے پوری قوم محروم ہوتی جا رہی تھی۔ مذہب، معاشرت، دل و دماغ پر اس بدترین قسم کی غلامی کے بدترین اثرات پڑ رہے تھے۔ [illegible]

۵ اقبال نے سچ کہا ہے:

خالصہ شمشیر و قرآں را ببرد اندراں کشور مسلمانی بمرد!

افغانستان و سرحد افغانستان و سرحد مسلمانوں کی طاقت کا بڑا مرکز رہے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمان فاتح یا تو اسی ملک کے رہنے والے تھے یا اس راستے سے آئے۔ آخر آخر میں بھی جب ہندوستان کے مسلمانوں اور اُن کی حکومت پر نازک وقت آیا ہے اور وہ یہاں کے حالات سے مجبور ہو کر [illegible]
۱۰ تو اس ملک نے ہمیں وقت پر مدد دی ہے۔ احمد شاہ ابدالی نے تو آخر وقت میں مسلمانوں کی حکومت کو [illegible] مرہٹوں کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے فنا کر دیا۔

لیکن انیسویں صدی کی ابتدا میں جب تمام عالمِ اسلام میں ایک عام تنزل تھا، افغانستان بھی [illegible] اور بے نظمی کا شکار ہو گیا۔ نااتفاقی اور خانہ جنگی نے اس ملک کی قوت کو اتنا کمزور کر دیا کہ ہندوستان اور پنجاب کے مسلمانوں کی مدد تو درکنار، اس کو اپنی آزادی اور اپنے مقبوضات بچانے مشکل ہو گئے۔ [illegible]
۱۵ کہ بادشاہت افغانستان [illegible] اس ملک کو اس درجہ تک پہنچا دیا [illegible] صاحب کے [illegible] سرگرمیوں کی داستان سننے سے پہلے اس کی تفصیل [illegible] ضروری ہے کہ [illegible]

افغانستان [illegible] احمد شاہ [illegible] سلطنت [illegible]

---

(۱) [illegible]

بعد جس کی بنیاد اس نے اپنے عزم و ہمت اور دست و بازو سے رکھی تھی، جب ۱۷۷۲ء میں انتقال کیا، تو معلوم ہوا کہ عظمت کی طرح اس کا بھی کوئی صحیح اور اہل جانشین نہ تھا۔ تیمور شاہ کو، جو اس عظیم سلطنت کا وارث ہوا، اپنے نامور و صاحبِ عزم باپ سے کوئی نسبت نہ تھی۔ بیس سال کمزوری کے ساتھ سلطنت کرنے کے بعد، جس میں اس جواں سال سلطنت کے اندر زوال کے آثار نمایاں ہو چکے تھے، ۱۷۹۳ء میں اس نے انتقال کیا۔ تیمور نے اپنے تیئیس فرزند چھوڑے، جو تختِ سلطنت کے مدعی اور اس کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔ ان میں ہمایوں، شاہ زمان، شاہ شجاع، شاہ محمود، شاہزادہ فیروز اور شاہ ایوب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

تیمور شاہ کے جانشین کا چونکہ تعین نہیں ہوا تھا، شاہ زمان نے اپنی بادشاہی کا اعلان کر دیا، لیکن اس کی بادشاہی اور تخت نشینی درحقیقت پائندہ خاں کی رہینِ منت تھی، جو افغانستان کے طاقتور قبیلہ بارک زئی کا سردار تھا۔ اس کی تائید و رفاقت اور تدبیر و حکمت نے تمام مخالف حریفوں کو زیر کر دیا۔ دوسرے امرا و سرداران قبائل کو منوا دیا۔ شاہ زمان نے استحکامِ سلطنت کے بعد اپنے آبا و اجداد کی طرح ہندوستان پر بار بار حملے کیے، لیکن ملک کے اندرونی حوادث اس کو بار بار واپسی پر مجبور کرتے رہے۔

زمان شاہ نے جس شخص کو وزارت کے منصب پر مقرر کیا تھا اور جس پر اعتماد کلی کیا، اس نے یقین دلایا کہ [illegible] بادشاہ سے ناراض ہیں اور [illegible] بالکل بغاوت کی [illegible] کو ختم کر دینے اور بادشاہ کو معزول کر دینے کا تہیہ کیا۔ [illegible] کو اپنے محسن پائندہ خاں [illegible] سرفراز خاں سمیت قتل کر دیا۔ [illegible]

[illegible]

پائندہ خاں [illegible] کے بیٹوں میں فتح خاں، [illegible] خاں، [illegible] محمد خاں، سید محمد خاں، پیر محمد خاں، دوست محمد خاں، امیر محمد خاں، تیمور قلی خاں

عبدالجبار خان، عبدالصمد خان، پُردل خان، شیردل خان، کہن دل خان، میردل خان، رحمدل خان خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ فتح خان نے اپنے باپ کے قتل کے بعد اپنے بھائیوں اور برادری کو جمع کیا اور وقتی [illegible] کر کے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور زمان شاہ کی جگہ پر محمود شاہ کو جو ایران میں مقیم اور گوشۂ گمنامی میں پڑا ہُوا تھا، طلب کر کے افغانستان کے تخت پر بٹھایا۔ زمان شاہ اس وقت ہندوستان پر حملہ آور تھا۔ بغاوت کی خبر سُن کر واپس ہُوا۔ باغی فوجوں نے چند معرکوں کے بعد تخت پر قبضہ کیا اور زمان شاہ کی آنکھوں میں سلائی کر کے قید کر دیا۔ فتح خان نے زمامِ وزارت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس طرح اس کو اپنے جذبۂ انتقام اور اپنی حوصلہ مندی دونوں کی تکمیل کا موقع ہاتھ آ گیا۔

محمود کے کئی سال اپنے بھائی شاہ شجاع سے معرکہ آرائی میں گزرے اور اس کو ایک بار تختِ کابل سے بھی محروم ہونا پڑا لیکن پھر فتح خان کے اثر و رسوخ اور تدبیر سے تختِ کابل پر بیٹھنا نصیب ہُوا۔ شاہ شجاع ۱۸۱۰ء میں ہندوستان آ گیا۔ اب محمود سلطنتِ افغانستان کا فرمانروا تھا اور فتح خان اس کا وزیر و کلِ مختارِ سلطنت۔ فتح خان نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا اور بڑے بڑے منصب و عہدے اپنے بھائیوں میں تقسیم کر دیئے۔ محمد عظیم خان کو کشمیر، یار محمد خان، سلطان محمد خان، سید محمد خان، پیر محمد خان کو پشاور کا علاقہ، دوست محمد خان کو کابل، امیر محمد خان کو غزنی، پُردل خان اور شیردل خان کو قندھار کی صوبیداری اور حکومت سپرد کی اور اس طرح یہ خاندان پورے افغانستان اور صوبۂ سرحد کے سیاہ و سپید کا مالک بن گیا۔

[illegible]ء میں محمود شاہ نے فتح خان کو ہرات اپنے بھائی حاجی فیروز کے پاس اس لئے بھیجا کہ ایرانی خراسان کے والی حسن علی مرزا قاچاری نے والیِ ہرات سے اپنی حکومت کے تسلیم کرنے [illegible] ان کی واپسی کو [illegible] ہرات [illegible] چاہتی تھی۔ محمود شاہ نے فتح خان [illegible] کہہ دیا تھا کہ [illegible] فیروز کو [illegible] محمود شاہ [illegible] معزول کر کے ہرات پر قبضہ کر لیا جائے۔ فتح خان نے حاجی فیروز کو گرفتار کرا لیا۔ اس [illegible] دوست محمد خان وغیرہ نے بیگماتِ شاہی کے زیور [illegible]

لیے اور شہزادے اور اس کے حرم کی سخت توہین کی۔ یہ حد سے بڑھی ہوئی دست درازی دودمانِ شاہی کی توہین تھی۔ محمود شاہ اور شاہزادہ کامران کو سخت ناگوار ہوئی اور انھوں نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ مالِ غنیمت میں سے جس میں قیمتی جواہرات، زیورات اور اسلحہ کا بڑا ذخیرہ تھا، خود والیِ افغانستان کو صرف چند گھوڑے ملے۔ باقی سب فتح خان اور اس کے بھائیوں کے ہاتھ آیا۔

حاجی فیروز سے فرصت پانے اور ہرات پر قبضہ کرنے کے بعد فتح خان نے حسن علی مرزا کے مطالبات کو سختی سے ٹھکرا دیا اور اعلانِ جنگ کیا۔ ایرانی فوجیں مشہد سے آگے بڑھیں اور افغانی فوجوں نے بارک زئی سرداروں کی قیادت میں اقدام کیا۔ افغانی فوجیں اگرچہ تعداد میں ایرانی فوجوں سے زیادہ تھیں، لیکن ایرانیوں نے افغانیوں کو شکست دی اور افغانی فوجیں پسپا ہو کر ہرات واپس آ گئیں۔

اس عرصے میں شاہزادہ کامران قندھار سے اپنے والد کا بھیجا ہوا واپس ہوا۔ حاجی فیروز معزول و محبوس تھا اور ہرات فتح خان کے قبضے اور اس کے بھتیجے معین الملک کے قبضہ و انتظام میں تھا۔ شاہزادہ شہر سے ایک میل کے فاصلے پر "باغِ شاہ" میں فروکش ہوا۔ فتح خان روزانہ سلام کو جاتا اور واپس آ جاتا۔ فتح خان سے کہا گیا کہ وہ حاجی فیروز کے مال میں سے کچھ حصہ شہزادے کی خدمت میں پیش کر دے تاکہ اس کا دل خوش رہے۔ فتح خان نے پہلے تو اس کو ٹال دیا پھر کہہ دیا کہ اس نے یہ مال نوکِ شمشیر سے حاصل کیا ہے، وہ کسی اور کو دینے کو تیار نہیں۔ [illegible] نے وزیر کو سمجھایا کہ حرمِ شاہی کی اہانت نے شاہِ افغانستان اور شہزادہ کامران کو اس کی طرف سے سخت برہم کر رکھا ہے، لیکن فتح خان نے صاف جواب دیا کہ میں نے محمود شاہ کو دوبارہ تخت پر بٹھایا ہے، اس کی سلطنت اس وقت میرے ہی خون کی ممنون ہے۔ [illegible] کا خواب بھی دیکھ سکتا ہے؟

یہ صاف جواب سن کر کامران نے سمجھ لیا کہ فتح خان سلطنت کا مالک بنا ہوا ہے اور [illegible] ہے۔ بادشاہ نے شاہزادے کو خفیہ [illegible] دے دیا کہ [illegible] وزیر [illegible]۔ شاہزادہ کامران نے فتح خان سے نجات لینے کا تہیہ کر لیا۔ ایک مجلس [illegible]

اِس زمانہ میں اُس کے چند سردار تھے اور بعض ایسے سردار بھی تھے، جو فتح خاں سے خار کھائے بیٹھے تھے۔ فتح خاں کو "بزدلی" ایرانیوں سے شکست کھانے اور افغانوں کے نام پر بٹہ لگانے کا طعنہ دیا۔ فتح خاں نے اس کا جواب ترکی بہ ترکی دیا۔ بات بڑھی۔ شاہزادے نے اہلِ مجلس کو، جو قتل کے منصوبے سے آگاہ تھے، حکم دیا اور انہوں نے فتح خاں کو پکڑ لیا۔ عطا محمد خاں نے، جو وزیر کا حریفِ قدیم تھا، چھری کی نوک سے فتح خاں کی آنکھیں نکال لیں۔ نابینا وزیر کو قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ فتح خاں کے بھائی بھتیجے منتشر ہو گئے اور انھوں نے بھاگ کر جان بچائی۔

[illegible]

اس کارروائی کا فوری ردِ عمل یہ ہوا کہ فتح خاں کے سب بھائیوں نے، جو خود بڑے لشکر رکھتے تھے، بغاوت کر دی۔ محمود نے جلد محسوس کر لیا کہ وہ نام کا بادشاہ رہ گیا ہے۔ دوست محمد نے اپنے چند بھائیوں کے ساتھ کابل پر قبضہ کر لیا۔ عطا محمد خاں کو دھوکے سے ایک صورت میں بلا کر اس کی آنکھیں نکال لی گئیں۔ محمود نے قندھار سے کابل کی بازیافت کے لیے لشکر کشی کی۔ فوری حملے کے بجائے اپنی فطری کمزوری اور سستی کی وجہ سے عرصے تک نامہ و پیام کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس اثنا میں اس کو اپنے متعدد سرداروں کی جنبہ داری و بے تعلقی کی اطلاعات ملتی رہیں۔ بالآخر اس نے بدنصیب فتح خاں کو، جو ایک خیمہ میں اسیر کی طرح اُس کے ساتھ تھا، دربار میں طلب کیا اور اُس سے کہا کہ اگر وہ اپنے بھائیوں کو اطاعت پر آمادہ کرے تو وہ سب اپنے عہدوں پر بحال کر دیے جائیں گے۔ فتح خاں نے صاف انکار کیا اور کہا کہ "یہ اندھا، جو اب کچھ نہیں کر سکتا، بہت معذور ہے، اب میرا کوئی اثر نہیں ہے۔" محمود یہ سن کر سخت مغلوب الغضب ہو گیا۔ اُس نے اپنے درباریوں کو حکم دیا اور انہوں نے تلواروں سے اس نابینا انسان کو، جس کی مہربانی سے وہ دو مرتبہ تخت پر بیٹھا تھا، بوٹی بوٹی اور ریختہ ریختہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

سرداروں کا رویہ اور اپنا لشکر نے جب ایک محسن وزیر کا یہ انجام دیکھا، بادشاہ کی قدر ان کی نظروں سے گر گئی اور قوتِ مقابلہ کی کمی اور حریف کی طاقت کا بھی ان کو علم تھا، اس سبب کی بنا پر اکثر [illegible] فوج کا بڑا حصہ اپنا ساتھ چھوڑ گیا اور [illegible] بادشاہ اور شاہزادے کو دفعتہً [illegible]

ہوا کہ صرف تھوڑی سی فوج اُن کے گرد رہ گئی تھی، باقی لشکر غائب تھا۔ چنانچہ دونوں ایک مختصر دستے کے ساتھ ہرات روانہ ہو گئے۔

اس طرح سدوزئی خاندان کی حکومت ختم ہو گئی اور افغانستان کی حکومت بارک زئی خاندان میں منتقل ہو گئی۔ افغانستان و سرحد کے تمام صوبوں پر پائندہ خاں کے لڑکوں کی خود مختار حکومت قائم ہو گئی۔

بارک زئی خاندان کا تفرقہ اور اس کے نتائج

یہ افغانستان و سرحد کی حفاظت اور سیاسی وحدت کے لیے بڑا اور نازک موقع تھا، اس لیے کہ افغانستان سے لے کر پشاور و کشمیر تک ایک ہی باپ کے فرزندوں کی حکومت تھی۔ اگر ان بھائیوں میں اتحاد و یک جہتی ہوتی اور وہ بھی متحد اور سیاسی شعور رکھتے ہوتے تو وہ ایک ایسی مضبوط افغانی سلطنت قائم کر سکتے تھے، جو نہ صرف پنجاب بلکہ ہندوستان تک کے مسلمانوں کی مدد کر سکتی تھی اور اگر توفیق اور دینی جذبہ ہوتا تو جس طرح احمد شاہ ابدالی نے مرہٹوں کی طاقت توڑ دی، پنجاب کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روک سکتے تھے اور مسلمانوں کی بہت بڑی خدمت انجام دے سکتے تھے۔

لیکن جس نفاق و انتشار درانی خاندان کا شیوہ رہا، وہی بارک زئی خاندان کے افراد پر مسلط تھا اور ایک باپ کے فرزند ہونے کے باوجود کبھی اُن میں اتحاد، باہمی اعتماد اور پورے طور پر اشتراک عمل نہ ہو سکا۔ کوئی بھائی دوسرے بھائی سے پورے طور پر صاف نہ تھا۔ کسی بھائی کو دوسرے بھائی پر اعتماد نہ تھا۔ [illegible] [illegible] [illegible] بڑا تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا حبیب اللہ خاں [illegible] [illegible] دوست محمد خاں [illegible] [illegible] [illegible] نے اُنھیں دھوکہ دے کر قید کر لیا اور کابل پر خود قابض ہو گئے۔ [illegible] اور دوست محمد خاں کے درمیان حبیب اللہ خاں کی حکومت کے بارے میں تنازعہ رہا۔ بالآخر [illegible] بھائیوں نے آکر فیصلہ کیا کہ شیر دل قندھار واپس جائے، اور حبیب اللہ خاں کی [illegible]

ساتھ لے جائے، دوست محمد خاں کابل پر حکومت کرے۔

ان بھائیوں کے باہمی نفاق و افتراق نے درۂ خیبر سے پشاور کی طرف کا سارا علاقہ کھو دیا اور آخر میں ان کو خود پشاور اور کشمیر سے ہاتھ دھونا پڑا۔(۱)

نہ صرف ہندوستان، بلکہ تاریخ اسلام کا ایک بڑا اندوہناک حادثہ اور بڑی حسرت انگیز حقیقت ہے کہ ایک ایسی قوم، جو جواں مردی، دلیری، جانبازی اور جنگی قوت و قابلیت میں خاص امتیاز رکھتی تھی اور جو سلطنتوں کی طاقت کا ایک بڑا سرچشمہ اور سہارا تھی، ان تمام فوجی صفات اور اپنی کثیر تعداد کے باوجود اپنی قومی سیرت و مزاج کی بعض بنیادی کمزوریوں کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کی کوئی بڑی خدمت انجام نہ دے سکی اور خود اپنی اور اپنے وطن کی حفاظت سے بھی قاصر رہی اور قوت و جرأت کا یہ خزانہ ایک ایسے نازک تاریخی موڑ پر جب کہ غیر اسلامی طاقتیں ابھر رہی تھیں اور دنیا پر چھا جانے کو بڑھ رہی تھیں، زیادہ تر مقامی اور آپس کے جھگڑوں میں بے دریغ صرف ہو کر رہ گیا اور مسلمانوں کے کچھ کام نہ آیا۔

پشاور پر سکھوں کا قبضہ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے افغانستان کے ان حوادث سے پورا فائدہ اٹھایا۔ ۱۸۱۹ء میں مہاراجہ کو اطلاع ملی کہ پشاور میں اس کے مقابلہ کے لیے کوئی منتظم فوج نہیں۔ ۲۰ نومبر کو اس نے پشاور پر قبضہ کر لیا۔ یار محمد خاں سکھوں کی آمد پر پشاور چھوڑ کر یوسف زئی کے پہاڑوں پر چلا گیا۔ مہاراجہ شہر [illegible] کی وجہ سے شہر [illegible] آگ لگا دی۔ [illegible] پشاور کو [illegible] دوست خاں [illegible]

---

(۱) [illegible] History of India [illegible]

(۲) S. M. Latif, History of the Punjab, PP. 415, [illegible]

اس وقت سے پشاور اور یوسف زئی کا علاقہ حکومت لاہور کا باج گزار بن گیا۔ ہر سال خالصہ لشکر اس علاقے میں آکر [illegible] نذرانہ اور تحائف وصول کرتا اور واپس چلا جاتا۔

سکھ لشکروں [illegible] جتھوں اور فوجوں کی آمد سے اس ملک کے سرحدی علاقے اور اس کے باشندوں کو کن پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور وہ اس ملک میں کتنا ہراس اور [illegible] بدنظمی میں [illegible] پیدا کر دیتے تھے اس کا اندازہ اس بیان سے ہوگا جو سر لیپل گریفن نے اپنی کتاب "رنجیت سنگھ" میں کیپٹن [illegible] کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

> سکھوں کا وقتاً فوقتاً اس ملک میں [illegible]
> [illegible]
> [illegible]
> [illegible]
> [illegible]
> [illegible]
> [illegible]
> [illegible] اس ملک [illegible]
> [illegible] چہروں پر کثرت سے زخموں کے نشان [illegible]
> [illegible]
> [illegible]
> [illegible]
> [illegible]
> [illegible] انھیں اپنے دشمن پر ایک [illegible]

---

(۱) سر لیپل گریفن کی کتاب رنجیت سنگھ، ترجمہ مولوی نصیر حسین صاحب ذوقی، جامعہ عثمانیہ، صفحہ ۱۹۲

افغانوں کی آخری جد و جہد؛ نوشہرے کا معرکہ

محمد عظیم خاں، جو اس خاندان کا سب سے زیادہ حوصلہ مند اور جوشیلا فرد تھا، پشاور کی اس ماتحتی اور اپنے بھائی یار محمد خاں کی اس بے حمیتی سے ناراض تھا۔ اسی سال (۱۸۲۳ء میں) اس نے خیبر پار کے علاقے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور سکھوں کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا۔ اپنے بھائی عبد الصمد خاں کو اس نے یوسف زئی قبائل میں جہاد کی تبلیغ کے لیے بھیجا۔ سوات، بنیر، آفریدیوں کے علاقے اور خٹک سے بھی ہزاروں مجاہدین جمع ہو گئے۔ مہاراجہ کی فوجیں بہترین سپہ سالاروں کی ماتحتی میں اکوڑہ میں داخل ہوئیں۔ بیس ہزار کوہستانی خٹک اور یوسف زئی مجاہدین اپنے پیرزادوں اور مشائخ و علما کی تبلیغ و اثر سے دریا کی بائیں جانب مقدس دینی جنگ لڑنے جمع ہوئے۔ دائیں جانب محمد عظیم خاں دوست محمد خاں کے ساتھ باقاعدہ افغانی فوج کے ساتھ موجود تھا۔ مہاراجہ نے سردار کھڑک سنگھ کو جنرل الارڈ اور جنرل ونٹورا کے ساتھ محمد عظیم خاں کو روکنے کے لیے دریا کے اس پار بھیج دیا اور خود اپنی اصلی طاقت کے ساتھ یوسف زئی مجاہدوں کے مقابلہ پر رہا، جنھوں نے دریا کی بائیں جانب نوشہرے کے قریب بلندیوں کے گرد اپنے مورچے قائم کر رکھے تھے۔

افغانوں نے اس موقعہ پر سخت مقابلہ کیا اور بڑی بے جگری سے لڑے۔ خصوصاً خٹک جنھوں نے اس سے پہلے کبھی سکھوں کے خلاف اتنی منظم جنگ نہیں کی تھی اور نہ کبھی اس دینی جوش اور جذبۂ جہاد سے سرشار تھے۔ تمام دن خون آشام جنگ رہی جس میں مجاہدین کا پلڑا نمایاں طور سے بھاری رہا۔ ہزاروں سکھ مقتول و مجروح ہوئے جن میں بڑے بڑے نامور سردار اور آزمودہ کار افسر تھے۔ مقتولین میں مشہور اکالی سردار پھولا سنگھ بھی تھا۔ اخیر وقت میں رنجیت سنگھ نے خود ایک مورچہ پر پوری طاقت سے حملہ کیا۔ دن چھپتے سکھوں کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ بالآخر افغانوں نے رنجیت سنگھ کی منظم اور باقاعدہ فوج سے شکست کھائی اور میدان چھوڑ دیا۔ ایک روایت کے مطابق دس ہزار افغان مقتول و مجروح ہوئے۔

دوسرے دن افغانوں نے پیرزادہ محمد اکبر کی قیادت میں دوبارہ مقابلے کی تیاری کی، مگر محمد عظیم خاں کو جس کو دریا کے اس پار روک دیا گیا تھا، اپنے خزانے اور حرم کی فکر ہوئی، جو میچنی میں تھا اور جس کے دشمن کے ہاتھ میں پڑ جانے کا خطرہ تھا۔ اس نے اپنا ڈیرہ، خیمہ لیا اور خزانہ، حرم اور باقی ماندہ فوج لے کر رخصت

[illegible] پیچھا کیا۔ افغان منتشر ہو گئے اور [illegible] مجبور ہو کر منتشر ہو گئے۔

لفٹیننٹ آرتھر [illegible] "افغان ہسٹری" میں [illegible]

> [illegible]

پشاور [illegible] پر قبضہ کر لیا۔ [illegible] دعوت دی۔ [illegible] سید صاحب کی خدمت [illegible]

---

(۱) S. M. Lateef : History of the Punjab, Pp. 428–431

(۲) Lieut. Arth[illegible] Afghan History, P. 3[illegible] London [illegible]

کے لئے پر پشاور کو اُن کے انتظام میں دے دیا اور وہ دوبارہ دربارِ لاہور کا ایک باجگزار علاقہ بن گیا۔

نوشہرے کی شکست نے افغانوں کی کمر توڑ دی [illegible]

محمد عظیم خاں کو شکست اور اپنے بھائیوں کی بے وفائی کا سخت صدمہ تھا۔ وہ اس صدمے سے جانبر نہ ہو سکا اور اسی سال بڑی شکستہ دلی سے راہیِ ملکِ عدم ہو گیا۔ اس طرح اس خاندان کا جو سہارا تھا وہ جاتا رہا اور اس کا شیرازہ زیادہ بکھر گیا۔ مہاراجہ نے پشاور کی فتح پر بڑا جشن منایا۔ مسلسل کئی دن تک لاہور اور امرتسر میں خوشی منائی گئی اور چراغاں کیا گیا۔ نوشہرے کی جنگ سے [illegible][۲]

[illegible] محمد عظیم خاں کا بھائی اور کشمیر میں اس کا نائب تھا [illegible] ۱۸۲۳ء [illegible]

[illegible] نوشہرے کی جنگ کے بعد افغانوں کی [illegible] شکست خوردگی پیدا ہو چکی تھی۔

سردار [illegible] خاں [illegible] سلطان محمد خاں [illegible] پشاور [illegible] ۱۸۲۳ء میں [illegible]

---

(۱) ، (۲) S. M. Lateef: History of the Punjab, P. 431

(۳) N. W. F. P. Gazetteer (1931), Peshawar District, V. I, P. 31

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اٹھارھواں باب

رائے بریلی سے مارواڑ کی سرحد تک

سفرِ ہجرت یہ تھے وہ حالات جب سیّد صاحبؒ نے جہاد کے عزم سے ہندوستان کو خیرباد کہا اور اپنے مخلص رفقاء کے ساتھ، جن کو آپ سالہا سال سے اس مقصد کے لیے تیار کر رہے تھے، ہندستان سے ہجرت فرمائی اور ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر پہنچنے کے لیے آپ نے ہندوستان، بلوچستان، افغانستان و نہایت طویل اور بے حد پُرمشقت سفر اختیار کیا۔ آپ کی بلند ہمتی، عالی حوصلگی اور جوشِ جہاد اور مجاہدین کی جفاکشی، صبر و ضبط اور شوقِ جہاد کا اندازہ لگانے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہندستان، سرحد اور افغانستان کے نقشے پر ایک نظر ڈالی جائے اور راجپوتانہ، مارواڑ، سندھ، بلوچستان، افغانستان اور صوبہ سرحد کے اُن ریگستانوں، میدانوں، پہاڑوں، دروں، جنگلوں اور دریاؤں کا تصوّر کیا جائے، جو ان مجاہدین کو طے کرنے پڑے۔ حقیقت یہ ہے کہ اِن مشکلوں کا سر کرنا خود ایک مستقل جہاد تھا۔ بعض جگہ پانی کی قلت، بعض مقامات پر خوراک کی کمی، راہ کی تنگی، مقامات کی دشوارگزاری، قزاقوں کا خطرہ، بھوک اور پیاس کی شدت، جنگی دشمنوں کا ڈر، اجنبی ملک، نئی زبانوں کا سامنا، شبہات اور اندیشے، تحقیقات و تجسس، یہ وہ چیزیں پیش آئیں، مخلصین کے قدم میں لغزش اور ارادے میں تزلزل نہ پیدا ہوا۔ اس کے ساتھ اگر اس کا تصوّر کیا جائے کہ اس قافلے میں دہلی اور اودھ کے کیسے کیسے نازک طبع، امیر گھرانوں کے کیسے کیسے نازپروردہ اشخاص، صاحبزادے، شرفا اور علما اور مشائخ تھے، تو اس ذوق اور جوش و بیخودی کا اندازہ ہوتا ہے جو ہر کارکن میں پیدا کر دی گئی تھی اور جس کی پرورش اور ترقی اس کی صحبت میں برابر ہوتی رہتی تھی۔

رائے بریلی سے ٹونک تک(۱) سفر سے پیشتر مکان میں جا کر زوجۂ محترمہ سے وہ رقوم طلب فرمائیں جو اُن کے پاس امانت تھیں۔ معلوم ہوا کہ دس ہزار روپے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نصف تمہارا حصہ ہے اور نصف ہمارا۔ چونکہ اہل خانہ کو کسی محفوظ مقام پر چھوڑنے کا ارادہ تھا اور اپنے مرکز سے اُن کے مصارف کا بھیجنا بہت مشکل و مشتبہ بات تھی، اس سبب یہ انتظام ضروری تھا۔(۲)

آپ نے چند بڑی بڑی تھیلیاں سلوا رکھی تھیں۔ ان میں یہ رقم رکھ کر جماعت کے معتبر افراد کو ۵ تقسیم کر دیں، بعض نے گلے میں حمائل کر لیں، بعض نے کمر میں باندھ لیں۔

۷ر جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ (۱۷ر جنوری ۱۸۲۶ء) روز دوشنبہ آپ کی ہجرت کا دن تھا۔ جانب جنوب سئی ندی کی دوسری طرف آپ کا خیمہ لگا ہوا تھا۔ دوشنبہ کا دن بھائیوں، عزیزوں اور دوستوں کو رخصت کرنے میں گزرا۔ رات کے وقت کشتی میں سوار ہوئے۔ بہت آدمی پہنچانے کے لیے چلے۔ کچھ کشتی پر تھے، کچھ پانی میں۔ آپ نے کنارے پر پہنچ کر دو رکعت شکرانہ ادا کیا اور بڑے تضرع و زاری ۱۰ کے ساتھ اللہ سے دعا کی۔ یہ سفر کسی سلطنت کی فتح کا نہ تھا، نہ کسی ایسے مقام کے چھوڑنے کا، جہاں راحت و آسائش اور عزت و سربلندی کے اسباب ناپید تھے اور جس سے دل کو کوئی لگاؤ نہ تھا۔ یہ وہ مقام تھا، جہاں آپ کا خاندان دو سو برس سے آباد تھا، اور جس کے ذرے ذرے سے آپ کو انس تھا، جہاں ذاتی راحت و عزت کے وہ اسباب موجود تھے، جو کسی بڑے سے بڑے انسان کو میسر آسکتے ہیں۔ لیکن جس کام کو آپ نے مقصدِ زندگی بنایا تھا، اس کے حصول کا اب کوئی ۱۵ ذریعہ نہ تھا، اس لیے اس کو [illegible] پر زندگی کے چالیس برس [illegible]

---

(۱) رائے بریلی سے ٹونک تک [illegible] "منظورۃ السعداء" [illegible]

[illegible] مفصل [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] منظورۃ السعداء۔

سجدۂ شکر ادا کیا جس جوش و مسرت کے ساتھ کوئی سپہ [illegible] دشمن کی پسپائی و سلطنت کی فتح پر سجدۂ [illegible]

تمام رات عزیز مردوں اور عورتوں کی آمد و رفت خیمے تک رہی۔ سب کے دلوں پر [illegible] ہجرت اور فراق کا بڑا اثر تھا۔ ان میں سے سوائے ان معدودے چند افراد کے جو سفرِ ہجرت و جہاد میں شریک تھے، پھر کسی عزیز سے اس جدائی کے بعد ملاقات نہیں ہوئی۔ خود دونوں بیویوں [illegible] ۵ صاحبزادی (سارہ) عزیز بھتیجوں سید اسمٰعیل و سید یعقوب سے پھر ملنا نہیں ہوا۔ اس وقت [illegible] اور رخصت کرنے والوں کو اس کا ضرور احساس ہوگا کہ اب ملاقات کی صورت بس یہی ہو [illegible] کہ اللہ تعالیٰ مظفر و منصور وطن واپس لائے اور سارا ہندوستان دارالاسلام بن جائے یا [illegible] مہاجر فی سبیل اللہ کے [illegible] پہنچ جائیں اور یہ دونوں صورتیں ایسی تھیں کہ جو بظاہر آسان نہیں [illegible] مکہ معظمہ سے واپسی کے بعد ہی سے آپ اس سفر کی ترغیب دے رہے تھے۔ [illegible]

۱۰ مستورات [illegible] دی تھی اور مہاجرین و مجاہدین کے سامان میں حصہ لیتے تھے۔ [illegible] [illegible] کا قدم سب سے آگے تھا۔ ہر قسم کے ہتھیار، خیمے اور کپڑے، نقد رقم اور سب سے [illegible] کتابیں اور [illegible] حاضر کیے۔ مولوی سید جعفر علی کے والد سید حسن علی [illegible] صاحب جتنی بار سید صاحب کی خدمت میں آتے، کوئی نہ کوئی تحفہ دیتا [illegible] نہایت عمدہ بڑی [illegible] اور دوسرے ہتھیار پیش کیے۔ خیموں کی ایک [illegible] ۱۵ فرش [illegible] حاضر کی۔ بلاشبہ جس طرح حضرت صدیقِ اکبرؓ نے اپنی دولت سے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی اور رفاقت کی، اسی طرح شیخ غلام علی الٰہ آبادی نے اپنی دولت سید صاحب کے قدموں کے نیچے ڈال دی اور جہاد فی سبیل اللہ کے راستے میں دل کھول کر مال خرچ کیا۔

مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری لکھتے ہیں:۔

"[illegible] شیخ [illegible] صاحب [illegible]

۲۰ اور بہت سے [illegible] قرآن مجید [illegible]

---

(۱) منظورۃ السعداء

[illegible]

آپ نے اپنے لشکر کو چند جماعتوں میں تقسیم کر دیا تھا [illegible] روز کے بعد ہماری جماعت۔

[illegible] پہلی منزل [illegible]

[illegible] عبدالقادر [illegible] شامل ہوئی۔ [illegible] پہنچے [illegible]

[illegible]

[illegible]

دولت راؤ نے سلام عرض کیا بھیجا اور کہلوا بھیجا کہ میں بیمار ہوں، حاضر ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر سرفراز فرمائیں، تو بڑا کرم ہوگا۔ آپ نے فرمایا: بہتر ہے۔ ہم ملاقات کے لیے [illegible] تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔" دوسرے دن [illegible] کے وقت آپ راؤ کے [illegible]

[illegible]

[illegible]

جانمازیں جو اُن کے ہاتھوں میں تھیں بچھائیں۔ سید صاحب آگے بڑھ کر مصلے پر کھڑے ہوئے اور مکبر نے عربی لہجہ میں تکبیر کہی۔ آپ نے تکبیر کہی اور نماز شروع ہوئی۔ تمام حاضرین مجلس کی نگاہیں آپ کے چہرے پر تھیں۔ آپ نے سفر کی دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیرا۔

مزید قیام کی درخواست

نماز کے بعد چندو راؤ پھر آپ کو مہاراجہ کے کمرے میں لے گیا۔ اس وقت آپ کے اور مہاراجہ دولت راؤ اور ہندو راؤ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ البتہ مہارانی چلمن کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ دولت راؤ نے کہا: "آپ کو اور پورے قافلہ کو میں ایک ماہ تک مہمان رکھنا چاہتا ہوں۔ آپ ہمارے شہر میں قیام فرمائیں۔" سید صاحب نے فرمایا کہ یہ ممکن نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ پھر اس قدر توقف فرمائیے کہ میں قافلہ کا سامان اور تجہیز درست کر دوں۔ آپ نے اس کو بھی منظور نہیں فرمایا۔

احمد شاہ درانی کا پوتا گوالیار میں

احمد شاہ درانی کا پوتا چند مہینے سے گوالیار میں مقیم تھا۔ مہاراجہ سے ملاقات اور رخصت کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اس نے سید صاحب سے مل کر مہاراجہ کے یہاں سفارش چاہی تھی۔ جب آپ مہاراجہ سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے مہاراجہ سے فرمایا: "احمد شاہ درانی کے پوتے چند مہینے سے آپ کے شہر میں آئے ہوئے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اُن کے دادا کس شان و شوکت کے تھے کہ جس وقت ہندوستان میں ان کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس ملک کے رئیسوں اور مہاراجاؤں کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور انھوں نے کس طرح دہلی کو تہ و بالا کر دیا۔ خدا کی شان ہے کہ ان کا پوتا آج آپ کے دروازے پر ہے۔ خدا کی شانِ بے نیازی سے ڈرنا چاہیے۔ اس کو [illegible] کرتے اور پست کو بلند اور بلند کو پست کرتے دیر نہیں لگتی۔"

مہاراجہ نے اس گفتگو کا پورا اثر لیا اور حکم دیا کہ یہاں سے حیدرآباد تک سفر کے خرچ شہزادے کا سامان درست کر دیا جائے اور ہماری قلمرو میں جو جو مقامات اس کے راستے میں پڑتے ہیں وہاں پروانہ جاری کر دیا جائے کہ اُن کے لیے ضروری سامان مہیا کیا جائے اور پوری(۱) عزت و خدمت کے ساتھ حیدرآباد پہنچا دیا جائے۔

آپ مہاراجہ سے رخصت ہو کر محل سے باہر تشریف لائے۔ فرانسیسی [illegible] واپس دیا

کی زبان پر تھا کہ یہ پیر تو ایسا ہو کہ جو ملکِ حقیقی کے حقوق کے سامنے کسی کی پروا نہ کرے اور امیر و فقیر اُس کی نظر میں یکساں ہیں۔

مہاراجہ کی نذر مہاراجہ نے کپڑوں اور نعمتوں کے تین بڑے بڑے گٹھڑ کہ ہر گٹھڑ کو دو دو آدمی اُٹھاتے تھے اور دو یا تین روپوں سے بھرے خریطے نذر کیے۔ سید عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ یہ معلوم نہیں کر سکا کہ خریطوں میں کس قدر روپیہ تھا اور گٹھڑوں میں کس قدر کپڑا تھا۔ اتنا معلوم ہو سکا کہ [illegible] اور رومال بہت تھے اور ایک قبا، جس کے دامن میں مروارید ٹنکے تھے اور گریبان میں قیمتی جواہرات تھے۔ یہ سارا سامان آپ کے ہمراہیوں کے حوالے ہوا۔

شہزادے کی پیش کش آپ محل سے نکل کر شہزادے کے یہاں تشریف لے گئے اور مہاراجہ کی [illegible] اور ملاقات کی سرگزشت سنائی۔ وہاں کی شاہانہ شان و شوکت کا تذکرہ سنا۔ شہزادے کی ایک لڑکی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ کوئی ایسا داماد ملے، جو وجاہتِ ظاہری و باطنی رکھتا ہو۔ اُس نے سید صاحب سے باصرار خواہش کی کہ آپ اُس کو اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں۔ آپ نے منظور نہیں کیا اور اُن کو اطمینان دلا دیا کہ میرے بھانجے، بھتیجے اور دوسرے عزیز ہیں۔ ان میں سے کسی کو انتخاب کر کے بعد میں بلوا لوں گا۔ اُس وقت آپ بھیج دیں۔(1)

ہندو راؤ کی دعوت اور تواضع دوسرے روز رات کے وقت ہندو راؤ نے دعوت کی۔ آپ اُس کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اس نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور فرش پر لا بٹھایا۔ اتنے میں سرداروں کی آمد شروع ہوئی۔ ہندو راؤ ہر ایک کی تعظیم کے لیے اُٹھتا تھا۔ سید صاحب بھی اس کی تعظیم میں شریک ہوتے تھے۔ اس نے عرض کیا کہ آپ تشریف رکھیں، آپ کو اُٹھنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ہمارے منصب کی [illegible] ہے کہ ہر ایک کی آگے بڑھ کر تعظیم کریں [illegible]

---

(1) سید عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ جب سید صاحب [illegible] [illegible] کو لانے کے لیے بھیجا، تو ایک خط شہزادے [illegible] معروف [illegible] [illegible] کیا [illegible] شہزادی کی شادی کا [illegible] [illegible] پہنچنے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] سید صاحب [illegible] [illegible]

کہ یہ ہماری ریاست کا دستور ہے۔ آپ بیٹھ گئے یہاں تک کہ بہت سے یکہ کان حاضر ہو گئے۔ ہندو راؤ نے آپ کو پندرہ اشخاص اور پندرہ یکہ کان کے ساتھ اپنے ساتھ لیا اور مکان میں لے جا کر فرش پر بٹھایا اور مہمانوں کے ہاتھ خود دھلانے لگا۔ آپ نے منع فرمایا۔ اس نے کہا کہ میری سعادت اسی میں ہے کہ میں خود ہاتھ دھلاؤں اور آپ کے حاضرین کے سامنے کھانا چنوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا، آپ تشریف رکھیے۔ آپ نے ہندو راؤ کے ہمراہیوں سے کہا کہ ان کے لیے گدی بچھا دیجیے۔ ہندو راؤ حکم کی تعمیل میں بیٹھ گیا اور سرکاری اہلکاروں نے سید صاحبؒ کے اور دوسرے حاضرین کے ہاتھ دھلائے۔ سب سے پہلے جو کھانا حاضر کیا گیا، وہ مرہٹی کھانا تھا، جس میں پسی ہوئی سرخ مرچ بہت تھی۔ ابھی کسی نے چکھا ہی تھا کہ منتظمین اٹھا کر لے گئے۔ ہندو راؤ نے عرض کیا کہ ہمارا اصلی قومی کھانا یہی ہے۔ اس کے بعد ہندوستانی امرا کے کھانے: شیرمال، پراٹھے، کئی قسم کے پلاؤ، متنجن، کئی قسم کے قیمے، فیرنی اور [illegible] وغیرہ لائے۔ لوگ تھوڑا تھوڑا کھانے پائے تھے کہ ان کو اٹھا لیا اور دوسرے کھانے، کئی قسم کے کباب، پسندے، سیخ کباب، بھنا ہوا مرغ وغیرہ لائے۔ اسی طرح کئی دور چلے یہاں تک کہ کھانے سے فراغت ہوئی اور ہاتھ دھوئے گئے اور پان کے بیڑے، جن پر سونے کے ورق لگے ہوئے تھے، دیے گئے اور عطر لگایا گیا۔ اس کے بعد کپڑوں کے خوان آئے، جن میں اکثر سرخ رنگ کے بیلے اور مندیل تھے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا: "اس کی کیا ضرورت ہے؟" ہندو راؤ نے کہا: "یہ پختہ رنگ ہے۔ سو سو بار دھلنے میں بھی رنگ میں فرق نہ آئے گا۔ یہ سب برہان پوری ہے۔ سنا ہے کہ پختہ رنگ شرعِ شریف میں درست ہے۔" جوڑوں میں ایک جوڑا کہ کتان سپید عبدالرحمٰن کے لیے فرمایا، ایک جوڑا منگوا لیا۔

سید صاحب کے جوڑے میں قیمتی مروارید کا ایک ہار تھا اور ایک سرپیچ تھی۔ ہندو راؤ اپنے ہاتھ سے سید صاحب کو پہنانے لگا۔ آپ نے عذر فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے آپ کو پہناؤں، ورنہ میں جانتا ہوں کہ آپ استعمال نہیں فرمائیں گے۔ اس

کوشش میں موتی کی لڑی ٹوٹ گئی اور مروارید بکھر گئے۔ حاضرین نے چن کر خوان میں رکھ دیے اور آپ کی فرودگاہ میں بھیج دیا گیا۔

قافلے کی فوجی ترتیب

یہیں گوالیار میں آپ نے قافلۂ مہاجرین کو فوجی اصولوں پر پانچ گروہوں پر تقسیم کیا اور ہر گروہ کے ذمے ایک خدمت سپرد کی۔ ایک جماعت خاص تھی، جو قلبِ لشکر تھی۔ اس کے افسر مولوی محمد یوسف پھلتی مقرر ہوئے۔ یہ جماعت ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتی تھی اور کبھی الگ نہیں ہوتی تھی۔ دوسری جماعت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کے تحت تھی اور وہ مقدمۃ الجیش تھی۔ تیسری جماعت میسرہ سید محمد یعقوب[1] کے ماتحت تھی جس کے منتظم شیخ بڈھن تھے۔ چوتھی جماعت اللہ بخش خاں کی تھی، جو ساقۃ العسکر (ریئر گارڈ) تھی۔ وہ چھکڑوں اور جانوروں کے ساتھ رہتے تھے، لشکر سے پہلے روانہ ہوتے تھے اور کبھی مغرب کے وقت اور کبھی عشا کے وقت منزل گاہ پہنچتے تھے۔ امجد خاں نجیب، ذخیرہ گنتی اور چند اشخاص تھے، جن کا تعلق کسی جماعت سے نہیں تھا۔ یہ لشکر گاہ کے میمنہ میں رہتے تھے۔ پہرہ داری وغیرہ کا کام ایک دن مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کی جماعت کے ذمے اور ایک دن سید محمد یعقوب کی جماعت کے ذمے تھا۔

گوالیار میں دوسرے مقامات کے مقابلے میں زیادہ قیام کی نوبت آئی۔ یہاں تک کہ دو جمعے پڑھے گئے۔ ہندو مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور آپ ان کو ہدایت فرماتے رہتے تھے۔

گوالیار سے ٹونک تک

گوالیار سے کوچ فرما کے چھوٹے چھوٹے مقامات سے ہوتے ہوئے دوسرے ہفتے میں آپ کرولی پہنچے۔ کسمنڈی ضلع لکھنؤ کے ایک رئیس حاجی جمال الدین رسالدار، جو وہاں اس وقت متعین تھے، انھوں نے قیام کرنے کی درخواست کی اور دعوت کی۔ بکثرت آدمیوں نے بیعت کی۔

---

(۱) سید محمد یعقوب سید ابراہیم مرحوم کے صاحبزادے اور سید صاحب کے حقیقی بھتیجے تھے۔ وہ [illegible] کی جنگ میں مارے گئے۔

[illegible]

[illegible] سے چھ روز میں آپ ٹونک پہنچے۔

[illegible] نصرت و حمایت

[illegible]

غصہ کیا اور فرمایا کہ اس کا آپ ہی کی سواری میں رہنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی تیمارداری [illegible] کھانا تو سید صاحب کی سرکار سے آتا تھا اور دوسری پیش کشیں پہنچتی رہتی تھیں۔

نواب صاحب کی بیعت ایک روز نواب صاحب نے آپ کو ٹونک تشریف لے جانے کی زحمت دی، اور خود صاحبزادہ وزیر محمد خاں اور ان کی بیوی، یعنی نواب صاحب ممدوح کی بھاوج [illegible] متعلقین نے سید صاحب سے بیعت کی [illegible] جوق جوق آکر بیعت [illegible] لیے اور [illegible] گیا۔

[illegible] ٹونک کے [illegible] قیام میں عبد الحمید خاں [illegible]

[illegible]

[illegible]

کھا کر جامِ شہادت نوش فرمایئے

ایں جانِ عاریت کہ بحق سپرد دوست
روزے رخش ببینم و تسلیم وے کنم![1]

روانگی ٹونک سے آپ تیانا تشریف لے گئے۔ نواب صاحب نے یہاں تک مشایعت کی۔ داؤد خان، احسن محمد خان اور ریاست کے دوسرے عمائد یہاں پہنچ کر بیعت سے مشرف ہوئے۔

آپ نے مولانا عبدالحی اور مولوی عبدالقدوس کو ٹونک واپس کر دیا اور سید عبدالرحمٰن، سید محمد یعقوب اور سید زین العابدین ابن سید احمد علی کو اپنے متعلقین والدۂ بی بی سارہ و والدۂ سید محمد اسمٰعیل وغیرہا کو لانے کے لیے وطن روانہ کر دیا۔ چلتے وقت نواب صاحب ممدوح کا پیش کیا ہوا گھوڑا بھی واپس کر دیا اور فرمایا کہ یہ پروردۂ نعمت ہے، سفر کی سختیاں برداشت نہیں کر سکے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ نواب صاحب نے قبول نہیں فرمایا۔ آخر یہی ہوا۔ اجمیر سے آگے کسی منزل پر یہ گھوڑا ہلاک ہو گیا۔[2]

اجمیر میں اجمیر میں مولوی سراج الدین مرحوم اور دوسرے عمائد شہر اور عام مسلمانوں نے بیعت کی۔ اجمیر سے چل کر آپ نے پالی میں مقام کیا، جو اجمیر سے پچاس کوس ہے اور اس زمانے میں راجپوتانے کا مشہور تجارتی مرکز تھا۔ یہاں چودہ روز قیام رہا۔ یہاں مرد اور عورتوں نے بیعت کی۔ [illegible] رمضان کو آپ وہاں سے روانہ ہوئے [illegible] جہاں آپ کو [illegible] پالی سے [illegible] ایک روز [illegible] آپ کے مہمان ہوئے۔

[illegible]

---

(۱) [illegible] صفحہ ۱۰۱۔ (۲) منظورۃ السعداء (قلمی)۔ (۳) مکتوبات (قلمی)، صفحہ ۱۲۳

انیسواں باب

مارواڑ اور سندھ

پالی سے سندھ کی سرحد (عمرکوٹ) تک مارواڑ کے ریگستان کا نہایت دشوار گزار بے حد پُرمشقت سفر تھا، جو خود ایک مستقل جہاد اور طویل سلسلۂ مجاہدات تھا۔ سید حمید الدین نے پالی سے جودھپور کا فاصلہ بیس کوس اور جودھپور سے عمرکوٹ کا فاصلہ ایک سو بیس کوس لکھا ہے۔ گویا دو سو اسّی میل اس ریگستانی سفر کے طے کیے، جس کے متعلق سید حمید الدین کی، جنھوں نے راستے سے پشاور تک کا پورا سفر طے کیا ہے، شہادت اور تاثر یہ ہے :۔

شاید رہِ ہیچک بدو کسے بلد باشد — شاید کسی ملک میں بھی کوئی راستہ ایسا
دشت [illegible] و صعب [illegible] و ویرانی و بے — دشت گزر صعب [illegible] بے آب [illegible]
آں پُرخطرات رہزن قزاق و بد نشان — [illegible]
[illegible] — [illegible] مسافر

ان کے مکتوب کے مندرجۂ ذیل اقتباس سے بھی اس راستے کی دشواریوں اور مشکلات کا کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے :۔

> "[illegible]
> [illegible]
> [illegible]

۱؎ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

لشکر در محفلِ سرور بن گئی اور مخلصین کی عید ہو گئی۔

۲ شوال کو جب سورج مشرق سے طلوع ہوا، تو ہم نے سنا کہ اس سمت میں بعض گروہ دشت نشیں ہیں اور غارتگری کرتے ہیں۔ اُن کو کھوسا (یعنی قزاق) کہتے ہیں۔ اس لیے لشکر میں پہرے اور چوکیداری کا خاص انتظام کیا گیا۔ سورج جب ہم دو کوس چلے تھے اور نماز فجر میں مشغول تھے، بیس سوار، دو شتر سوار اور چند پیادے دور سے نظر آئے۔ اس بیابان میں جہاں آدمی کی صورت کو آدمی ترستا ہے، اس گروہ کو دیکھ کر یقین ہوا کہ یہ قزاق ہیں۔ ہر چند کہ میرے ساتھ تھوڑی جمعیت تھی کہ سو سوار جنگل میں چھپ گئے۔ حضرت نے سواروں اور پیادوں کو جنگی ترتیب اور قاعدہ سے آراستہ کیا اور سارے دن اسی ترتیب سے سفر کرتے رہے۔ پڑاؤ پر ایک مقام پر قیام ہوا۔ یہاں ایک کنواں تھا جس کے ساتھ ایک حوض بھی تھا جو موجود تھا۔ اس کا پانی کھاری تھا لیکن مجبوری سے استعمال ہوا۔ اس روز قزاق اس موضع کی چراگاہ سے اکثر مویشی لوٹ لے گئے۔ لشکر کا چوکی پہرہ درست کر دیا گیا۔ رات کو ہم سب جنگ کے لیے مستعد تھے۔ لیکن کسی کو حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

موضع برسا کے باشندے ہم کو دیکھ کر بہت خوفزدہ ہوئے، اور قلعہ بند ہو کر لڑنے کے لیے آمادہ ہوئے، لیکن ہم دشمنوں اور مسافروں کے فرق کو دیکھ کر ان کی جان میں جان آئی۔ موضع کے کنارے برف کنویں تھے۔ اہلِ قریہ نے خود درخت کاٹ کر ان کنوؤں کو بھر دیا تھا کہ دشمن پانی نہ پی سکے۔ حضرت نے ان کے سردار کو بلا کر ان کی تسلی تشفی کی اور اپنا حال بیان کیا۔ ترجمان کے بغیر ان سے گفتگو ممکن نہ تھی۔ آپ نے ان کے ذریعہ ان کو دلاسا دیا اور انھوں نے کنوئیں صاف کیے۔ کنوؤں میں پانی بہت کم تھا۔ بڑی دقت سے رات کاٹی اور صبح روانہ ہوئے۔

برسا سے چل کر ایک دوسرے مقام پر پہنچے۔ وہاں کے باشندے بھی ہم کو دیکھ کر مقابلے کے لیے آمادہ ہوئے۔ حضرت نے موضع سے دور ہی توقف فرمایا۔ آپ نے ان کو کہلا بھیجا

کے بیٹے شیخ باقر علی رئیس تھے۔ انھوں نے ایک بندوق نذر کی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی۔ آخر وہ لمبے ریت کے ٹیلے سے نیچے اترے۔ جب بار بردار اونٹوں کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت مع لشکر کے اُن کے مقام پر تشریف لے گئے اور بڑی خاطر و تواضع اور محبت سے اُن کو رکھا۔ وہاں سے کوچ فرما کر نہر پر پہنچے۔ وہ کنوئیں تھے جن میں صرف ایک دو میں پانی تھا لیکن وہ بھی دو تین ڈول کھینچنے سے خشک ہو گئے۔ پانی کی سخت دقت ہوئی۔ لوگوں نے اپنے منہ اور سینہ پر پانی پیا۔ اونٹ اور گھوڑے پیاسے ہی رہے۔ کسی نہ کسی طرح رات گزاری۔

ڈیروان میں پانچ چھ خام کنوئیں تھے۔ ڈول ڈالتے ہی سب خشک ہو گئے۔ لوگوں کا پیاس سے برا حال تھا۔ حضرت نے حکم دیا کہ لوگ کنوؤں میں اتر کر کھودیں۔ اسی حال میں شام ہو گئی۔ لوگ پیاس سے بیقرار تھے۔ دوسری منزل سے کچھ پانی آیا، جس سے لوگوں نے حلق تر کیے۔ رات کنوؤں سے پانی تھوڑا تھوڑا نکلا، جس سے لوگوں نے اپنی پیاس بجھائی۔ جانوروں کی بھی آدھی پیاس بجھ سکی۔ رات بسر ہو گئی۔

اگلی منزل پر سندوں کا چھوٹا سا شہر تھا اور حضرت نے پہلے ہی سے شیخ باقر علی جمعدار کو بھیج دیا، یعنی لشکر کو لے کر وہ حوض تک پہنچے اور اپنے مویشی لے کر چلے گئے۔ خود حضرت خود اس موضع کے نیچے تشریف لے گئے۔ انھوں نے پیش آ کر آپ سے ملاقات کی۔ یہاں معلوم ہوا کہ یہاں سے بارہ کوس تک کہیں راستے میں پانی نہیں۔ چار گھڑی رات رہے قافلہ کوچ ہوا۔ سارا راستہ ہی خشک ریت کا تھا۔ چاشت چار پانچ گھڑی دن چڑھے کھیوا کے مقام پر پہنچے۔ وہاں ایک پختہ کنواں تھا، جس میں وہاں کے رہنے والوں اور ان کے جانوروں کی ضرورت بھر کا پانی تھا۔ قافلے کے پہنچنے پر وہ کنواں خشک ہو گیا۔ گرمی کی شدت اور رات بھر چلنے کی وجہ سے آدمی اور جانور سخت پیاسے اور تھکے ہوئے تھے۔ پانی کے نہ ہونے اور پیاس کی زیادتی سے سخت تکلیف ہوئی۔ ایسی تکلیف کسی منزل پر نہیں ہوئی تھی۔ جو تھوڑا سا پانی کنوئیں سے نکلتا تھا، قریب تھا کہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑیں اور جانور

کا پیاس سے دم نکل جاتے۔ سید صاحب تمام دن دھوپ میں اسی کنوئیں پر بیٹھے پانی نکلواتے رہے۔ آپ نے گھوڑوں اور اونٹوں کو پانی پلوایا اور جو پیاس سے بہت بیقرار اور خستہ حال تھے، اُن کو اتنا دیا کہ ان کی زندگی برقرار رہ سکی۔

یہاں سے مارواڑ کا علاقہ ختم ہوا اور سندھی بلوچیوں کی عملداری شروع ہوئی۔ یہاں مساوات و فقر کی جیسی تصویر دیکھی کسی ملک میں کسی جگہ کی ایسی تصویر نہیں دیکھی۔ مارواڑ کے پورے علاقے میں کسی جانور کا شکار ممکن نہ تھا۔ جانور کا مارنا ان کے نزدیک آدمی کے قتل کے برابر تھا۔ یہاں پہنچ کر بلوچوں کی حکومت کے آثار نظر آئے۔ ایک شخص نے ایک گائے نذر کی۔ پانی کی قلت کی وجہ سے بڑی مشکل سے اس کا گوشت پک سکا اور قافلے نے کھایا۔"(۱)

سرحد سندھ

جودھ پور کے علاقے اور مارواڑ کے صحرا کا یہ پُر مشقت سفر کنڈیار پر ختم ہوا اور امیرانِ سندھ کی عملداری شروع ہوئی۔ عمرکوٹ کا قلعہ یہاں سے تین کوس کے فاصلے پر تھا۔ آپ نے حاجی عبدالرحیم کو اپنی آمد کی اطلاع کے لیے قلعہ دار کے پاس بھیجا، جو حاکمِ سندھ کی طرف سے متعین تھا۔ حکومتِ جودھپور اور حکومتِ سندھ کے درمیان عمرکوٹ کے معاملے میں جھگڑا چلا آرہا تھا اور انگریزوں کی طرف سے بھی سندھی مطمئن نہیں تھے۔ اُن کی طرف سے ہر آنے والے کو خطرے اور شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ خود قلعہ دار کسی ضرورت سے حیدرآباد گیا ہوا تھا اور بیٹے بھتیجے کو قائم مقام بنا گیا تھا۔ اس نے حاجی صاحب کو قلعے میں آنے اور ملاقات کرنے کی اجازت دی اور اندر سے کہلوا دیا کہ اگر آپ کا مقصد سیاحت ہے اور مسافر ہیں تو حیدرآباد چلے جائیے۔ ہمارے شہر سے نہ گزریے، اس کے قریب سے گزریے۔ ہاں، قلعے سے دو کوس پر ٹھیر کر آگے چلے جائیے۔ سید صاحب نے ایسا ہی کیا اور دوسرے روز وہاں سے کوچ کر کے قلعے کو بائیں جانب ایک کوس کے فاصلے پر چھوڑتے ہوئے قلعے سے ڈھائی کوس کے فاصلے پر موضع لماڈیرو(۲) میں قیام کیا۔ وہاں بھی قلعہ دار کی طرف سے دو آدمی آئے اور دُور سے پیغام پہنچایا کہ کوئی شخص ہتھیار کے ساتھ قلعے کے اندر

---

(۱) مکتوبات قلمی، صفحہ ۲۲ تا ۲۵۔ (۲) مخطوطۂ قلمی میں یہی طرح ہے۔ غالباً یہ مقام کھاڈرو ہے۔

نہ آسکے اور دوسرے روز قیام نہ ہو۔ سید حمید الدین چند رفیقوں کے ساتھ ہتھیار اور سلاح کے بغیر شہر کی سیر کو گئے۔ قلعے کے دروازے پر پہنچے، تو گولہ اندازوں اور بندوقچیوں نے شور کیا اور گولہ فیتی اور بندوق چھوڑنے کے لیے آمادہ ہوئے۔ سید حمید الدین وغیرہ نے ان کا اطمینان کیا اور شہر کی سیر کر کے آگئے۔

سندھ کے مختلف سرحدی مقامات سے چلتے ہوئے موضع کارو میں پہنچے۔ یہاں سید جلن شاہ نامی ایک بزرگ رہتے تھے۔ سید صاحب نے سید حمید الدین اور مولانا سید اولاد حسن قنوجی کو ان کی خدمت میں بھیجا۔ وہ سید صاحب کی ملاقات کو آئے اور ایک بھینسا بھی نذر کیا۔ سید صاحب نے ایک بہت عمدہ بیل ان کو اور ایک سلہٹی سپر ان کے صاحبزادے کو تحفے میں دی۔

سید جلن شاہ کی زبانی معلوم ہوا کہ یہاں کے لوگوں کو سید صاحب اور ان کے ہمراہیوں پر انگریزوں کے جاسوس ہونے کا شبہ ہے۔ اس لیے وہ ہر جگہ آمادۂ جنگ نظر آتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ یہاں سے دس کوس پر میر پور ہے، جو آپ کو راستے میں پڑے گا۔ میں چونکہ یہاں کے معتبر سادات میں سے ہوں، اس لیے بہتر یہ ہے کہ میں پہلے سے جا کر آپ کا تعارف کرا دوں اور بتا دوں کہ آپ سادات [illegible] ہیں، [illegible] ہجرت کر کے آئے ہیں اور [illegible] ان کا مقصد کیا ہے۔

کارو سے چل کر رستے میں [illegible] ہوتے ہوئے میر پور پہنچے۔ [illegible] کو سید جلن شاہ [illegible] کی زبانی اگرچہ حقیقت حال معلوم ہو چکی تھی، مگر وہ مطمئن نہیں ہوئے، [illegible] خود [illegible] ملاقات کرنے کے بجائے [illegible] اور خدمت [illegible] کے لیے دوسرے [illegible] تک پہنچا دیں۔

[illegible]

---

(۱) والد نواب صدیق حسن خاں مرحوم

وہاں سے پیغام آیا کہ سید صاحب کی خدمت میں عرض کرو کہ شوق سے تشریف لائیں۔ یہ آپ ہی کا گھر ہے۔

حیدرآباد سندھ جس وقت سید صاحب نے ہجرت کی ہے، حیدرآباد اُس وقت ایک خود مختار حکومت کا دارالسلطنت تھا، جس پر میر محمد، میر کرم علی اور میر مراد علی حکومت کرتے تھے[1]۔ یہ سندھ کے مشہور تالپور خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس خاندان سے پہلے سندھ پر کلہوڑہ خاندان کی حکومت تھی۔ ۱۷۸۶ء میں میر فتح علی تالپور نے اس خاندان کے آخری حکمران نور محمد کلہوڑہ کو بے دخل کرکے سندھ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ساتھ اپنے تین بھائیوں میر غلام علی، میر کرم علی اور میر مراد علی کو بھی شریک سلطنت کر لیا۔ میر فتح علی نے ۱۸۰۱ء یا ۱۸۰۲ء میں اور میر غلام علی نے ۱۸۱۲ء میں انتقال کیا۔ میر محمد غلام علی کا بیٹا تھا۔

۱۸۰۹ء میں کمپنی اور حکومت حیدرآباد کے درمیان ایک تجارتی اور فوجی معاہدہ ہوا، جس کی رو سے دونوں حکومتیں ایک دوسرے کی حلیف بن گئیں اور یہ طے ہو گیا کہ ہر حکومت کا وکیل دوسری حکومت میں رہے گا۔ سندھ کی یہ حکومت ۱۸۴۳ء تک خود مختار رہی۔ ۲۰ فروری ۱۸۴۳ء کو امیرانِ سندھ اور انگریزوں کے درمیان میانی کے مقام پر سخت جنگ ہوئی جس میں انگریزی فوج نے بہت جدید فنی نظم اور عمدہ وسائل سے بہت کثیر التعداد حریف پر فتح پائی۔ امیرانِ سندھ نے اپنے کو جنگی قیدی کی حیثیت سے حوالے کر دیا۔ حیدرآباد پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ ۲۴ مارچ ۱۸۴۳ء کو [illegible] جنگ سے [illegible] سندھ کے [illegible] دریائے سندھ کی دونوں جانب [illegible] سمندر تک پورا سندھ انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا۔[2]

سید [illegible] نے اپنے مکتوب میں حکومت حیدرآباد کی وسعت اور [illegible]

---

[1] [illegible]

[2] A comprehensive History of India, V. 3, PP. 493 -471

دو جانب این دریاے سندھ جنوباً
و شمالاً صد صد کروه از حیدرآباد داخلِ مملکت
ایشان واقع و شصت کروه شرق طرفِ عمرکوٹ
نه آمده و شصت کروه بندر کراچی که بر لب دریاے
شور واقع است عرض مملکت ایشان است۔[1]

دریاے سندھ کی دونوں جانب جنوباً و شمالاً
حیدرآباد سے سو سو کوس تک ان کی مملکت کا طول
اور مشرقی جانب عمرکوٹ تک جس سے [illegible] ملتی
ہیں ساٹھ کوس اور مغربی طرف بندرگاہ کراچی تک
جو سمندر کے کنارے واقع ہے ساٹھ کوس ان کا عرض ہے۔ ۵

اس تحریر و تالیف کی مدت سے جو خود [illegible] سندھ کے حکمرانوں کی ملکیت تھی، جو ایک ہی خاندان کے افراد تھے اور جن کے بڑے حکومت میں [illegible] جنگ [illegible] تھے [illegible] یہ فرق تھا کہ ان کی حکومت [illegible] تقسیم ہیں [illegible] تھا کہ وہ ملک ایک طرف سکھوں کی بڑھتی ہوئی طاقت، دوسری طرف انگریزوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی اقتدار کے گھیرے میں تھا اور ان دونوں خطرات سے ۱۰ بچنے کی صورت یہی تھی کہ حکمراں اور رعیت میں جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ پیدا ہوا اور ایک عزم و نظم کے ساتھ ان دونوں خطرات کا مقابلہ کیا جاتا۔ انگریزوں نے ان حکمرانوں کو [illegible] اس خاندان کو [illegible] خطرات کا کوئی احساس نہ تھا اور مسلمان [illegible] کی جو حالت ہو چکی تھی اس سے یہ خاندان بھی الگ نہ تھا۔ انہوں نے انگریزوں کی [illegible] سے بچنے کو غنیمت سمجھا اور [illegible] ختم ہوئیں۔ آخر کار سید صاحب کی ہجرت سے ۱۵ پورے سترہ برس بعد یہ زرخیز و سیر حاصل ملک انگریزی اقتدار و سلطنت میں شامل ہو کر رہ گیا۔

حیدرآباد میں امرائے سندھ کی مدارات ٹنڈو الہ یار سے چل کر ٹنڈو جام میں ایک شب بسر کی۔ صبح وہاں سے کوچ ہوا۔ چار کوس کے فاصلے پر پھلیلی ندی کے مشرقی ساحل پر قیام ہوا۔ حیدرآباد اس کے مغربی کنارے پر آباد ہے۔

سید صاحب نے حاجی رحیم بخش [illegible] ۲۰

---

[1] مکتوبات [illegible]، صفحہ ۲۴۴

دینے کے لیے بھیج دیا تھا۔ اسی دن سندھ سے سید صبغت اللہ [illegible] استقبال کے لیے دریا تک آئے۔ سید صبغت اللہ مکہ معظمہ میں سید صاحب سے بیعت ہو چکے تھے [illegible] میر کرم علی کے مقرب خاص تھے۔ وہ سید صاحب کو اپنی کشتی پر سوار کر کے شہر میں لائے اور شہر سے دو میل کے فاصلے پر لشکر اسلام کا قیام ہوا۔ اس وقت والیان شہر نے [illegible] کی اور میر کرم علی و [illegible] کی طرف سے [illegible] پیش کی [illegible] [illegible] تیسرے روز [illegible] میں تشریف لے گئے [illegible] آپ [illegible] آدمیوں کے ساتھ تشریف لے گئے اور [illegible] آپ کی خدمت میں [illegible] سید صاحب [illegible] آپ سے [illegible] اور [illegible] کے [illegible] زیادہ [illegible] حضرت [illegible] صاحب نے ایک ہزار روپیہ [illegible] خدمت [illegible] شہر سے بیعت [illegible] اور [illegible] رہتا، تو شاید بیعت سے کوئی محروم نہ رہتا۔(1)

[illegible]

---

(۱) مکتوبات (قلمی)، صفحہ [illegible]

رشد و ارشاد اُن کی اولاد میں منتقل ہوا؛ ایک سید صبغت اللہ، جن کے سر پر دستارِ مشیخت و خلافت باندھی گئی اور اسی وجہ سے سندھیوں کی زبان میں "پیر پگاڑو" کے شہرۂ آفاق لقب سے مشہور ہوئے؛(1) دوسرے سید محمد یٰسین، جن کے حصے میں علم (جھنڈا) آیا اور وہ پیر جھنڈا کے لقب سے مشہورِ عالم ہوئے۔ پیر جھنڈا کا کتب خانہ ہندوستان کے علمی حلقوں میں مشہور ہے۔(۲)

سید صبغت اللہ شاہ بڑے قوی النسبت، کثیر الارشاد بزرگ تھے۔ روشن ضمیری کے ساتھ بیدار مغزی کی دولت بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اور زمانے کے تقاضوں اور وقت کی ضرورت کا احساس بھی بخشا تھا، جو اس زمانے کے عام مشائخ کے یہاں کم نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنے مریدین و اہلِ تعلق کی روحانی تربیت و ارشاد پر اکتفا نہیں کی، بلکہ بڑھتے ہوئے انگریزی اقتدار کے پیشِ نظر ان میں جذبۂ جہاد اور نظم و اطاعت کا مادہ بھی پیدا کرنے کی کوشش کی اور ان کو ایسے حربی نقشے پر منظم کرنا شروع کیا کہ اہلِ ذکر و ارادت کے حلقے اور گروہ آسانی کے ساتھ مجاہدین اور سپاہیوں کے جیش میں تبدیل ہو سکیں اور میدانِ جہاد و قتال میں اپنی روحانی تربیت کے جوہر دکھا سکیں۔ یہی "حُر تحریک" کی ابتدا تھی، جس نے مرورِ زمانہ سے بیسویں صدی تک خطرناک رخ اختیار کر لیا۔

سید صبغت اللہ کا حلقۂ ارادت نہایت وسیع تھا، لاکھوں انسان ان سے وابستہ تھے۔ سید حمید الدین ان کا ذکرِ خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

در تمام مملکتِ سندھ تخمیناً بیست لک	جہاں تک سننے میں آیا ہے ان جیسا شیخ
مرشدے در زمرۂ مردانِ طریقت نیست، فقیر	طریقت و ارشاد پورے ملک میں پیدا نہیں ہوا۔
سیر تک مرید بیشتر از قومِ بلوچ ہستند بال	بیشتر بلوچیوں میں سے ان کے بڑے مرید ہیں۔
جاہ و جلال در محبت تمام خوش می گزرند	بڑے جاہ و جلال اور مقبولیت کے ساتھ زندگی

---

(۱) سید صبغت اللہ کی دستار بندی [illegible] پیر پگاڑو [illegible]
[illegible] سید صبغت اللہ شاہ [illegible]
[illegible] کے جانشین ہیں۔

(۲) اس سلسلے میں پیر رشید الدین [illegible] کا ذکر ہے۔

در جود و کرم و اخلاص و مروت ہمہ گذشتہ ہیں۔ اُن کی طرف رجوع عام ہے۔ جود و کرم
شہرۂ آفاق۔(۱) اور خلوص و مروت میں بھی شہرۂ آفاق ہیں۔

سید صاحبؒ نے حیدرآباد ہی میں اُن کا ذکرِ خیر سُن لیا تھا اور آپ کو اُن کی ملاقات کا اشتیاق تھا۔ اصل پیر کوٹ میں اُن کا قیام تھا اور وہ حیدرآباد اور رانی پور کے درمیان واقع ہے۔ اس سے اُمید تھی کہ پیر کوٹ ہی میں اُن سے ملاقات ہوگی۔ حسنِ اتفاق سے رانی پور ہی میں اُن سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بڑی گرمجوشی اور اخلاص سے ملے۔ اُن کو ایک دن رانی پور ہی میں قیام کرنا ضروری تھا۔ اس لیے اپنے بھائی کو ہمراہ کر دیا۔ پیر کوٹ رانی پور سے ۱۲ کوس ہے۔ رستے میں کئی منزل کرتے ہوئے اور نالوں ندیوں کو عبور کرتے ہوئے ۲۰ ذی قعدہ کو آپ پیر کوٹ پہنچے۔ سید صبغت اللہ شاہ کے برادر و عزیز بڑی تواضع اور محبت سے پیش آئے۔ دو گھڑی بعد پیر صاحب بھی تشریف لے آئے۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ سید صاحبؒ نے نماز پڑھائی۔ پیر صاحب کے متعلقین اور اہلِ قافلہ کی ایک بڑی جمعیت اور مجمع نے نماز پڑھی۔

تین روز تک مع قافلہ پیر صبغت اللہ شاہ کے مہمان رہے۔ تین روز کے بعد سید صاحبؒ کے حکم سے اہلِ قافلہ کو جنس تقسیم ہونی شروع ہوئی اور اپنا انتظام کیا گیا۔

پیر صاحب بڑے علمی مذاق کے آدمی تھے۔ اُن کے پاس ایک بڑا وسیع اور نادر کتب خانہ تھا۔ سید حمید الدین کا بیان ہے کہ ایسا کتب خانہ ہندوستان کے امرا کے یہاں بھی نہ ہوگا۔ اس کتب خانے میں ۵ ہزار مشہور و معتبر کتابیں تھیں۔ سو تو صرف فارسی کے دیوان تھے جو نہایت عمدہ ایرانی خط میں لکھے ہوئے تھے۔ دس تفسیر کی کتابیں تھیں۔ شاہنامہ فردوسی وغیرہ کے نہایت بیش قیمت و نادر نسخے تھے۔ حدیث و تصوف کی بھی بعض نایاب کتابیں تھیں۔ پیر صاحب کی طرف سے اذنِ عام تھا کہ جس کتاب کو جی چاہے مطالعہ کے لیے بے تکلف ساتھ لے لیا جائے۔(۲)

---

(۱) مکتوبات قلمی، صفحہ ۹۵۔ (۲) مکتوبات قلمی، صفحہ ۱۵۱

سیّد صاحب ۱۰ ذی قعدہ کو پیر کوٹ پہنچے تھے۔ وہاں کشتیوں کے انتظار میں ڈیرہ [illegible] ہوتی تھیں۔ کئی روز [illegible] رہا۔ پیر کوٹ پہنچنے کے نویں روز وہ کشتیاں [illegible]۔ آپ نے سیّد صبغت اللہ شاہ [illegible] اور ایک [illegible] کشتیوں پر [illegible] ہمراہیوں [illegible] ایک مختصر [illegible] روانہ کیا۔

۲۶ ذی قعدہ کو سیّد صبغت اللہ شاہ کی توجہ اور کوشش سے کشتیوں کا [illegible] بد فعات [illegible] شروع ہوا۔ سب کے آخر میں ۳۰ ذی قعدہ کو سیّد صاحب نے دریا [illegible] کو عبور کیا۔(۱) گویا آپ پیر کوٹ میں ۲۰ روز مقیم رہے۔

پیر کوٹ کا دو ہفتے کا قیام پیر سیّد صبغت اللہ شاہ سے ایک مستقل [illegible] کا ذریعہ بنا۔ اہل [illegible] کے لوگ [illegible] سے وہیں منتقل ہونے کی [illegible] سیّد صاحب کی شہادت کے بعد، لوگ منتقل ہو گئے تھے۔ آپ کے اہل خانہ پیر کوٹ ہی میں مقیم رہے۔ سیّد صبغت اللہ شاہ نے ان مہاجرین کی نصرت کے علاوہ اصل مقصد جہاد میں شرکت [illegible] کا عزم بھی کیا۔ [illegible] حلقۂ ارادت میں جہاد کی تبلیغ کرنے کے علاوہ ایک جماعت سیّد صاحب کے پاس بھیجنے اور آپ کی رفاقت کرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن سیّد صاحب نے ان کو مشورہ دیا کہ خود یہیں بحیثیت انصار کے ساتھ سکھوں کے حدود حکومت کے متصل کسی موزوں مقام پر جہاد کا آغاز کریں اور اس [illegible] زور دستے [illegible] ترتیب [illegible] اس طرف [illegible] جہاد کا [illegible] ہنگامہ برپا [illegible] شاید آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس سے سکھوں کی حکومت [illegible] اور [illegible] اور سکھوں میں خلفشار ہو۔(۲)

آپ نے [illegible] جہاد کا [illegible] اہل [illegible] طرف [illegible] میں تبلیغ کی جائے۔ یہ بھی [illegible] اگرچہ آپ نے [illegible] کوئی [illegible] کہ [illegible] پیر کی طرف سے بیعت جہاد [illegible] آپ [illegible]

---

(۱) مکتوبات [illegible] صفحہ [illegible] (۲) [illegible] مکتوب [illegible] سیّد [illegible]

[illegible] یہ منصب نیابت آپ ہی کو زیب دیتا ہے۔(۱)

[illegible] راستے میں نہروں [illegible] پانی کی کثرت کی وجہ سے [illegible] کشتیاں کرایے پر لی گئیں اور [illegible] کے ساتھ روانہ ہوئے۔

[illegible]

ذی الحجہ ۱۲۴۱ھ کی پہلی تاریخ ہوئی۔

[illegible] ایک شب [illegible] (۳)

[illegible]

بے تکلف بولی جاتی ہیں۔(۴)

[illegible]

شاہ شجاع کے لشکر کا شبہ شکارپور تیس سال سے شاہ شجاع الملک کی حکومت سے نکل کر حکامِ حیدرآباد کی حکومت میں آگیا تھا۔ شاہ شجاع شکست کے بعد بے سروسامانی کے ساتھ انگریزوں کی پناہ میں لدھیانہ میں مقیم تھا۔

سید صاحب جب ہندوستان سے اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ پہنچے، تو اہلِ شہر نے سمجھا کہ شاید خود شاہ شجاع خفیہ طور پر اس لشکر کے ساتھ ہے۔ چنانچہ شہر کے [illegible] کو بند کر کے پہرا بٹھا دیا۔ شہر کا حاکم آغا قاسم [illegible] [illegible] معتمد [illegible] سید صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے [illegible] اور [illegible] کو [illegible] کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ ہم کو شاہ شجاع سے کوئی واسطہ نہیں۔ ہم [illegible] یہاں آگئے ہیں اور آگے چلے جائیں گے [illegible] شہر [illegible] کہ ہم کو غلہ اور [illegible] نہ ہو تو دو آدمیوں کو متعین کر دیا جائے جن کی معرفت ہم شہر سے ضروری سامان منگوا لیں۔ آغا کاظم نے جواب دیا کہ ہم کو آپ سے دشمنی نہیں [illegible] البتہ [illegible] اس لیے ہم شہر کے دروازے کھولنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ البتہ ایک دو غیر مسلح آدمی شہر [illegible] جب آپ شہر کو [illegible] ہم اجازت دے دیں گے۔

ہجوم عام ۱۵ دروازہ کھلنے پر جوق در جوق علما، فضلا، صلحا اور ہر طبقہ کے لوگ غیر ملکی لوگوں کو دیکھنے اور سید صاحب کی ملاقات کو آئے۔ جب حقیقت ظاہر ہو گئی کہ اس جماعت کو شاہ شجاع یا کسی [illegible] سے کوئی تعلق نہیں، تو شکارپور کے ہندو مہاجن اور مسلمان شرفا بکثرت دینی و دنیوی اغراض کے لیے [illegible] ہوئے۔ [illegible] لوگ بھی [illegible] لوگ آنے جانے لگے۔ شہر کا حاکم [illegible] [illegible] سید صاحب کے پاس [illegible] [illegible] شرف ہدایت و تلقین کے لیے حاضر ہوتے۔ [illegible] دنیوی غرض سے [illegible]

کے لیے دعا کی درخواست کرتا۔ آپ کے خیمے پر لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوتا کہ آپ کے تنفس کے لوگوں کو بات کرنے کی مہلت نہ ملتی۔

[illegible] ذی الحجہ کو عید کے دن نماز [illegible] شہر [illegible] مسلمان [illegible] آپ بھی [illegible] دو تین سو ساتھیوں کے ساتھ تشریف لے گئے۔ امامت کے لیے ہر شخص کی نگاہ آپ پر پڑ رہی تھی۔ آغا ظہر نے آپ سے نماز پڑھانے کی درخواست کی۔ [illegible] ہزار مسلمانوں نے آپ کے پیچھے عید کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آغا ظہر اور [illegible] مسلمانوں کے جوش [illegible] عقیدت [illegible] منظر قابل دید تھا۔ آپ نے [illegible] ذبح کر کے [illegible] میں [illegible] تقسیم کیا [illegible] ہزاروں آدمی عید کی مبارک باد دینے کے لیے آئے۔ ظہر کے وقت آغا ظہر [illegible] کے لیے آیا۔(۱)

[illegible] آغا محمد [illegible] سید صاحب [illegible] کی خدمت [illegible] میں [illegible] نہیں رکھتا [illegible] حسن عقیدت [illegible] سید صاحب [illegible] سید صاحب [illegible] اس وقت [illegible] مناسب نہ سمجھی [illegible] وقت [illegible] رکھا گیا تھا [illegible]

---

(۱) [illegible] ذی الحجہ [illegible] صفحہ ۱۶۰-۱۶۲

(۲) مکتوبات، صفحہ ۱۶۷-۱۶۹

بیسواں باب

شکارپور سے شال تک

[دقتیں] شکارپور سے شال کا فاصلہ ایک سو بیس کوس تھا۔ یہ راستہ نہایت دشوار گذار [illegible] اور غیر آباد تھا۔ اس مسافت کو طے کرنے کے لیے بڑے انتظامات کی ضرورت تھی۔ قافلے کے ساتھ جو اونٹ تھے۔ ان میں سے بعض تھک کر بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں رہے تھے۔ واپسی پر پہاڑی غارتگروں کا خطرہ تھا۔ اس لیے قندھار تک جانے کے لیے کرایہ پر اونٹ نہیں ملتے تھے۔ بڑی مشکل سے [illegible] اونٹ مل سکے۔ [illegible] چونکہ سارا سامان نہیں جا سکتا تھا۔ اس لیے بہت سی [illegible] چیزیں وہیں [illegible] اور بعض دوسری چیزیں فروخت کر دی گئیں۔

شکارپور سے شال تک کا سفر [illegible] کوہستانی علاقے میں [illegible] [illegible] ایک خاص قسم کی [illegible] [illegible] موسم گرما کی شدت کے زمانے میں [illegible] ہو جاتی ہے۔ اس راستے میں پانی بہت نایاب ہے۔ کہیں دس [illegible] اور کہیں [illegible] تک دستیاب نہیں ہوتا۔

ان تمام وجوہ سے [illegible] [illegible] شروع ہونے کے بعد [illegible] [illegible] دیا جاتا ہے تو اس وقت افغانستان کے حدود میں داخل ہوتے ہوئے کابل اور قندھار [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یں تین سال کے بعد ہوئی ہے۔ (۴)

[illegible]

[illegible]

ملک کے نامور دینی پیشوا اور مقتدا تھے۔ دو تین سال پہلے امرتسر میں سید نور شاہ کی ترغیب سے سکھوں کے اعلیٰ خاندان کا ایک فرد مسلمان ہو گیا تھا۔ اس کے خاندان والوں نے اس پر بہت زور دیا اور سید نور شاہ کی ناک پر ضرب لگا کر چہرے کے حسن کو بگاڑ دیا۔ ہر چند اس مظلوم نے شہر کے استادوں سے اس کا علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا، اس کا نشان باقی رہ گیا۔ سید نور شاہ نے اپنی دینی حمیت سے مغلوب ہو کر چاہا تھا کہ مخلص مسلمانوں کی ایک جماعت تیار کر کے اس [illegible] خلاف جہاد کیا جائے، لیکن سکھوں نے اپنی شمشیر، تدبیر اور حکومت کے زور سے سید موصوف کو دو سال سے نظر بند کر رکھا تھا۔ سید صاحب کو اس واقعہ کی اطلاع آنے جانے والوں کی زبانی بھی مل گئی تھی۔ آپ کو ان [illegible] فرد کی تلاش میں رہتے تھے جن کے سینے میں حمیت اسلامی اور جذبۂ جہاد موجزن ہو، اس لیے آپ نے ان کو اپنے پاس بلانے اور ساتھ لینے کا خیال ظاہر فرمایا۔ وطن سے روانگی کے وقت حاجی یوسف کشمیری کو، جو آپ کے قدیمی رفیق اور مخلص معتقد تھے، [illegible] سید موصوف کی دلجوئی اور ان کو اپنے پاس پہنچانے کے لیے امرتسر روانہ کیا تھا۔ اس مدت میں حاجی صاحب سید موصوف کے پاس پہنچ گئے اور اپنی حسن تدبیر سے سید ممدوح کو پندرہ خادموں اور رفیقوں، تین سواری کے گھوڑوں اور بار برداری کے ٹٹوؤں، ہتھیاروں اور اسباب ضروری کے ساتھ لے کر [illegible] کے راستے سے [illegible] پہنچا دیا اور وہ سید صاحب کی آمد کے [illegible] گوشہ [illegible] کر بیٹھ گئے۔ جب شکار پور پہنچے اور وہاں سے سید دین محمد قندھاری کو [illegible] کے پاس بھیجا گیا، تو ان کی رفاقت سید موصوف سے ہوئی اور سید موصوف نے ان کی ہمراہی میں [illegible] مقام ہوا۔ ان میں سید صاحب کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ سید حمید الدین لکھتے ہیں: "اس موقع پر اہل یمن کا اجتماع اور دینی جوش و خروش کا منظر دیکھنے کے قابل تھا۔ تحریر میں اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔"(۱)

---

(۱) مکتوب، صفحہ ۱۰۲-۵۔

جاتی سے پیٹر تک ۱۸ ذی الحجہ کو جاتی سے کوچ ہوا۔ بارش کی زیادتی کی وجہ سے ریتیلی اور کوہستانی حصہ کا سیدھا راستہ چھوڑ کر تھان گڑھ کا راستہ اختیار کرنا پڑا۔

یہ صاحب خاں کی حکومت کا علاقہ تھا، جو نصیر خاں کا پوتا تھا۔ سید حمید الدین لکھتے ہیں:

اس زمین کا اکثر حصہ محض کوہستان ہے۔ شکارپور اور شہر شاں کے درمیان بڑی کثرت سے اشجار کی غلبت کی وجہ سے ڈاکوؤں اور لٹیروں کا مسکن تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ہزار دو ہزار سپاہیوں کی جمعیت کے قافلہ کا گزرنا مشکل ہے۔ پانی بھی اس راستے میں بڑی کمی ہے۔ مادر زاد جنگل ہے۔ راستہ میں جا بجا دیہاتوں میں جو لوگ بستے ہیں، جو پہلے سے بلے دلق، بدوی اور کثیف ہیں۔

جاتی سے تین کوس پر تھان گڑھ میں پڑاؤ پڑا۔[2] سید حمید الدین لکھتے ہیں: وہاں خشک زمین ڈیرہ ڈالنے کے لیے بہت تنگ تھی۔ وہاں کا زمیندار حاضر ہوا۔ اس نے خوردنی اور گھوڑوں کا چارہ وغیرہ ضیافت دیا اور حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بارش کی وجہ سے چونکہ سیدھا راستہ بند ہو گیا تھا، اس لیے وہاں کے زمیندار نے کمال حسن عقیدت کے ساتھ پیچھے قینچی جھاڑی کو راستہ بنانے کے لیے صاف کر دیا۔

منزل بمنزل پیر سے شہر شاہ پور پہنچے، جو بقول سید حمید الدین ہندوستان کے تعمیر کی حد آ گئی۔ سید محسن شاہ جو وہیں کے پیر زادہ تھے، کمال عقیدت کے ساتھ مع ثبوت اور شکرانہ جمعیت دشت کی۔ تھان گڑھ سے روانہ ہونے کے بعد تین روز سفر کرنے کے بعد کہیں آدمیوں کی شکل نظر آئی۔ اس دشت بے نشان میں سمندر کی طرح عرض و طول سے راستہ معلوم ہوتا ہے، مگر تیرہ غلطی کر جاتے تھے۔ راستہ میں پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے جب کہ ہر جگہ بارش کے علاوہ کہیں اور موسم میں یہاں پانی نظر نہیں آتا، مسافر پیاسے ما تھا یا فوت ہو جاتے ہیں۔ تھان گڑھ کے زمیندار کا بھائی شاہ پور سے رخصت ہوا اور وہاں سے محسن شاہ پیچھے رہ

---

[1] مکتوب فارسی، صفحہ ۵۵۔

(۲) تھان گڑھ جو اب باقی نہیں ہے، اس مقام پر جہاں جیکب نے قریب قدیم آبادی کو جس سے بعد میں قصبہ اور شہر کی حیثیت اختیار کی اور جیکب آباد کے نام سے مشہور ہے۔

بیٹوں کے ساتھ کمال خلیفہ منان سے ہمراہ ہوئے۔ شاہ پور ایک دن ٹھہر کر قمشنگ سے اُٹھے ۸ کوس پر قصبۂ چھتر میں پہنچے۔ وہاں کا حاکم لشکر کے حالات دریافت کرنے کے لیے چند بلوچی سواروں کے ساتھ آیا اور تحقیق حال کے دریافت کرنے کے بعد ایسا متاثر ہوا کہ آپ کی تشریف آوری کو نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر فوراً مرید ہوا۔ سید صاحب لکھتے ہیں: اس علاقہ کا حاکم جو محراب خاں کی طرف سے اس نواح میں مقرر ہے۔ رخصت کے وقت اپنی حکومت کی سرحد تک پہنچانے آیا۔ اس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ اسے محراب خاں سے ڈر ہے۔ بہرصورت سید صاحب نے محراب خاں کے نام دعوت جہاد کا ایک خط بھیجا۔ اس میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ آپ ہمارے متعلقین کو اپنی حکومت کی سرحد میں رہنے کی اجازت دے دیں اور ان سے ممکن رعایتیں برتیں، تو ہم غریب الوطن اپنا کام فراغ بالی کے ساتھ کر سکیں اور یہ بھی فرمایا کہ اس خط کا جواب مجھ کو کسی معتبر قاصد کے ذریعے سے جہاں بھی ہوں پہنچا دیجیے۔

چھتر سے بھاگ تک چھتر سے روانہ ہو کر ندیاں عبور کرتے ہوئے قصبۂ شوری پہنچے۔ اس قصبے کے نیچے چوندی بہتی ہے کافی کیچڑ کی وجہ سے اس کا عبور کرنا بہت دشوار تھا۔ اس سے پہلے بھی یہ مصیبت پیش آچکی تھی۔ بار برداری کے اونٹ بہت کیچڑ میں پھنس کر رہ گئے تھے۔ اس لیے سید صاحب نے غازیوں اور دوسرے ہمراہیوں نے جنگل کی لکڑیاں کاٹ کر ندی پر بچھا دیں اور اس طرح سوار و پیادہ اس کے اوپر سے گزر گئے۔ وہ رات اس میدان میں سب نے بڑی دقت سے گزاری۔ (۱)

۲۶ ذی الحجہ کو شہر بھاگ میں پڑاؤ ہوا۔ سید صاحب لکھتے ہیں کہ یہ شہر تقریباً دو ہزار گھروں کا مرکز ہے اور اس نواح میں اس سے بڑا دوسرا شہر نہیں۔ دوسرے روز شہر کے قاضی اور حاکم اور شہر کے نامور زمیندار ملا حسن محمد آئے۔ اکثر مع لوگوں کے ان میں سے اکثر نے بیعت ارادت کی اور قاضی شہر نے ایک دن سید صاحب کی پچیس آدمیوں کے ساتھ دعوت کی۔ (۲) دو روز وہاں قیام رہا۔

---

(۱) مکتوبات، صفحہ ۱۰۸، ۱۰۹ (۲) مکتوبات، صفحہ ۱۱۰

بھاگ سے ڈھاڈر تک تیسرے روز ۲۹ ذی الحجہ کو بھاگ سے کوچ ہوا۔ اس نواح کا ایک رئیس، جس کا مکان یہاں سے دو کوس شہر ناجی کی طرف تھا، ایک دن پہلے سے ضیافت کا انتظام کر کے بر سرِ راہ بڑی نیاز مندی اور عقیدت مندی کے ساتھ منتظر کھڑا تھا۔ سید صاحب کی سواری پہنچی، تو اس نے وہاں کچھ توقف کرنے کی درخواست کی اور نہایت تکلف اور فرط کے ساتھ کھانا تیار کرایا اور بڑی خوش اخلاقی اور عالی ہمتی کے ساتھ ضیافت کی۔

شہر ناجی سے روانہ ہوئے، تو بیچ ہی میں غرہ محرم ۱۲۴۲ھ کا چاند دیکھا۔ یکم محرم کو وہاں سے چل کر اسی روز ڈھاڈر(۱) پہنچ گئے۔ شہر ڈھاڈر کے شرفا و علما بڑی نیازمندی و عقیدت کے ساتھ حاضر ہوئے اور ان میں سے کثرت نے بیعت کی اور بعض دوسرے فوائد و برکات سے مستفید ہوئے۔ شہر کے تاجر بھی ملاقات کے لیے آئے۔ دونوں دن شہر کے لوگ سید صاحب کو پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ اپنے گھر لے جاتے اور بڑے اخلاق و دلجوئی کے ساتھ ضیافت کرتے۔

درۂ بولان جنوب مشرق سے افغانستان جانے والے قافلوں کے لیے ممکن [illegible] ڈھاڈر سے درۂ بولان میں داخل ہوں اور اس کو عبور کر کے شال (کوئٹہ) کے راستے سے افغانستان کے حدود میں داخل ہوں۔

درۂ بولان ایک قدرتی راستہ ہے، جو دستِ الٰہی نے دو عظیم پہاڑیوں اور [illegible] مسافروں کے لیے [illegible] پیدا کر دیا ہے۔ [illegible] افغانستان سے جدا کرتے ہیں۔ گویا یہ سلسلہ کوہ کے اندر ایک طویل قدرتی شاہراہ ہے، جس میں سے [illegible] کے ساتھ قافلے اور جیش گزر سکتے ہیں۔

۱۲۲۵ھ میں یعنی سید صاحب کی ہجرت سے [illegible] برس پہلے [illegible] مریدوں سے مرد ولی [illegible] شاہ شجاع کو تختِ افغانستان پر [illegible]

---

(۱) ڈھاڈر درۂ بولان کے جنوبی [illegible] درۂ بولان [illegible] شال (کوئٹہ) پہنچتے تھے۔ ریل بن جانے کے بعد ڈھاڈر کی جگہ سبی نے لے لی۔

ایک فوجی مہم روانہ کی تھی۔ یہ مہم ٹھیک اسی ڈھاڈر اور بولان کے راستے سے افغانستان گئی۔ [illegible] میں جو انگریز شریک تھے، اُنھوں نے درۂ بولان کی عظمت و ہیبت اور اس کی جغرافیائی کیفیت مفصل بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں:—

> "یہ ایک گہری کھائی ہے، جو کوہ براہوئیاں ([illegible] Bra[illegible]) کو کاٹتی ہوئی [illegible] تک مسلسل چلی گئی ہے۔ اس پہاڑ کا ایک [illegible] قریب قریب [illegible] شمال سے جنوب کی جانب اس درہ کا عرض [illegible] ہے۔ مختلف [illegible] اس کے مختلف [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہیں اور بآسانی ان کا کام تمام کر دیتے ہیں۔"[1]

[illegible] ان سے مختلف نہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "شہر ڈھاڈر سے [illegible] [illegible]

---

(1) A Comprehensive History of India V. III, P P. 351-352

ترجمہ ڈاکٹر محمد آصف صاحب قدوائی، پی ایچ ڈی۔

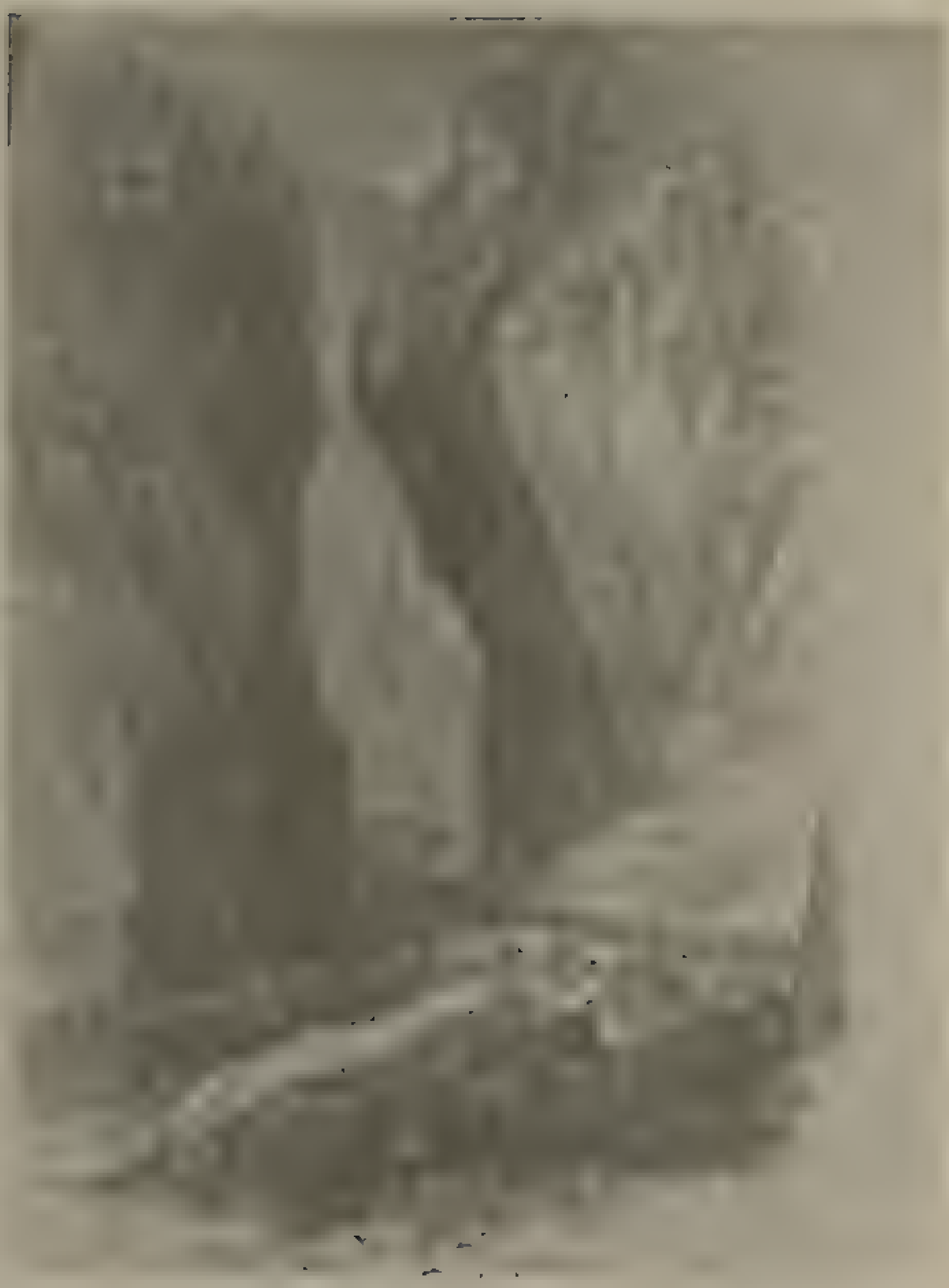

درهٔ بولان

[illegible] عجیب ہے۔ قلعے کی [illegible] کے قریب پہاڑ کی جڑ میں پتھر [illegible] [illegible] صاف و شفاف فوارے کی طرح شیریں پانی کے چشمے [illegible] میں [illegible] چشمے چلے گئے ہیں۔ [illegible] مقام کہہ سکتے ہیں۔ یہاں [illegible] ہیں۔ [illegible] بڑے بڑے گول گول پتھر اس قدر [illegible] [illegible] اس وجہ سے [illegible]

ظہر کے وقت [illegible] سے [illegible] گئے۔ وہاں سے [illegible] قریب [illegible] قلعہ کی دیوار [illegible] معلوم ہوتے ہیں۔ [illegible] کوئی [illegible] ہے۔ [illegible] کسی آدمی کے [illegible] کا کوئی سوال نہیں۔ یہاں [illegible] پتھر [illegible] جیسی [illegible] حضرت [illegible] اونٹوں اور [illegible] کے ساتھ [illegible] خطرات سے محفوظ [illegible] اور ایک گھڑی [illegible] اول [illegible] میں اطمینان کا سانس لیا اور چار پانچ روز کے بعد [illegible] کی ضرورت [illegible] میں [illegible] معلوم ہوا کہ [illegible] بعض درختوں پر سات آدمیوں کی لاشیں دیکھیں، جو قزاقوں کے ہاتھوں زخمی ہو کر مرے تھے۔ دس بارہ روز کی لاشیں معلوم ہوتی تھیں۔

گرچہ بارش کی وجہ سے لو بند ہو گئی تھی لیکن [illegible] شکارپور سے [illegible] دھوپ میں [illegible] حرارت تھی اور پہاڑوں کے پتھر توے کی طرح دہکتے تھے۔ اس [illegible] کو چلتے تھے اور دن کو خیموں کے سایے میں سوتے اور [illegible] پیتے تھے۔ رات [illegible]

[illegible] آفتاب کی حدت اور پسینے کی شدت [illegible]
[illegible] ضرورت ہوئی [illegible] کے اندر ایک [illegible]
[illegible] اور اس وقت [illegible]
[illegible]
[illegible] ڈوب [illegible]
[illegible] جس کو [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اس میدان میں [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible] صورت نہیں دیکھی۔ بہرحال [illegible]
[illegible]
[illegible] کی طرف روانہ ہوئے۔

[illegible] ہر طرف [illegible]
[illegible] کے چشمے ہر طرف جاری ہیں۔(۲)

[illegible] شہر [illegible]
[illegible]

[illegible]

رفقاء کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہاں کا حاکم، محراب خاں کی طرف سے مقرر تھا، ایک عظیم الشان سردار تھا اور بڑا مالدار، مگر کہتے ہیں ایسا [illegible] آدمی کم دیکھنے میں آیا ہے۔ وہ بھی حضرت کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا، لشکر کی ضرورتوں کی چیزیں بروقت [illegible] کا انتہائی خیال رکھا، حضرت کی خوشنودی سے مالامال ہوا۔ وہاں سے دو کوس پر ایک [illegible] میں [illegible] ٹھیرے۔ وہاں اس گھر کے لوگوں نے کھانا اور میوے کی بڑی ضیافت کی، حضرت کو سو آدمیوں کے ساتھ مدعو کیا اور بڑی خوشی سے کھانا کھلایا۔ [illegible] شال کے [illegible] حضرت کے ہاتھ پر ارادت [illegible] جہاد کی بیعت کی اور حضرت کو بہت سے [illegible] کے ساتھ اپنے گھر سے [illegible] مہمانداری کا حق ادا کیا۔ اس سفر میں اپنی محبت و خدمت کی۔ حضرت نے اس کے حق میں دعائیں کیں اور فرمایا کہ جب ہم [illegible] تو تم آنا۔

اس زمانے میں محراب خاں حاکم قلات (بلوچستان) اور حاکم قندھار کے درمیان اختلافات [illegible]

۱۰ محراب خاں کو شکایت تھی کہ قندھاری حکومت نے [illegible] سرحدوں پر چھیڑ چھاڑ کر کے جنگ کی تیاری کر رکھی تھی۔ قندھار کی فوج محمد [illegible] خاں [illegible] کی سرکردگی میں آ گئی اور [illegible] حکومت کی سرحد [illegible] سے [illegible] شہر شال سے تیس کوس پر ٹھیری ہوئی تھی اور محراب خاں حاکم قلات کی فوج [illegible] وزیر کی [illegible] قصبہ مستنگ میں جو شال سے [illegible] قلات کی طرف [illegible] کوس ہے، دونوں طرف سے جنگ کی تیاری ہو رہی تھی۔ حضرت کا حکم ہوا کہ سید اولاد حسن [illegible] آدمیوں کی جماعت کے ساتھ

۱۵ مولوی سید اولاد حسن قنوجی [illegible] بہادر شاہ [illegible] مولوی [illegible] معروف [illegible] اور اس کتاب کے [illegible] ایک دوسرے شخص پر مشتمل ہو [illegible] قصبہ مستنگ جو بہت سے [illegible] کا [illegible] اور محراب خاں کے لشکر کی پہاڑی [illegible] ہیں، وہاں کے مسلمانوں کو جہاد کی تبلیغ کریں [illegible] زیر [illegible] کریں اس خط کا جواب لیں، جو راستے سے حاکم قلات کو بھیجا گیا تھا، [illegible] روز میں [illegible] لشکرگاہ میں پہنچ جائیں۔ یہ جماعت روانہ ہوئی اور قصبہ مستنگ میں پہنچ کر وہاں کے [illegible]

---

(۱) محراب خاں جو اس وقت بلوچستان کا حکمراں [illegible] کا بیٹا [illegible] بلوچستان [illegible] حکومت کو شکست دی۔ اس نے [illegible] میں وفات پائی۔

کی تبلیغ و دعوت کی اور وزیر مذکور سے ملاقات کی۔ وزیر مذکور پختہ عمر و دور بین ہیں، دور اندیش اور خوش خلقی اور مروت میں ضرب المثل ہے۔ اور شاہ کے مدار المہام ہیں۔ ایک سو بیس سال کی عمر ہے لیکن قویٰ بہت اچھے ہیں۔ شعر و شاعری اور فن کشتی کا خاص مذاق ہے۔ تاریخ و فن سپہ گری اور ادب کا ذوق رکھتے ہیں۔ چار بادشاہ بادشاہت کر کے باری باری ملک بقا کو سدھار گئے اور یہ آج تک عہدہ وزارت پر برقرار ہیں، ایک قدم دکو کر رہتے۔ عمر و اقبال اور دیانت و تقویٰ کا ایسا جامع کم دیکھنے میں آیا ہے۔ وزیر موصوف نے ہم لوگوں کے آنے کی خبر سن کر پہلے ہی سے ایک مکان فرش فروش اور ضروری سامان سمیت ہمارے لیے آراستہ کر رکھا تھا۔ جب ہم شہر کے دروازے پر پہنچے تو وزیر موصوف کی طرف سے ایک سردار نے استقبال کیا اور ہم کو سلام پہنچایا اور ہم کو ہماری قیامگاہ میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر سے محمد خاں کے مخصوصین اور مقربین آتے رہتے تھے اور وزیر صاحب کی طرف سے ملاقات اور دریافت حال کے لیے آتے رہے۔ بہرحال دلجوئی اور خاطر داری کا جو حق ہے، اخلاق اور دوستی میں جو شایان شان ہے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مرغن کھانے اور ہمارے گھوڑوں کے لیے چارہ دانہ، غرض ضرورت کی ہر چیز ہمارے لیے پر تکلف مہیا کی گئی۔ نماز کے بعد وزیر صاحب کی ملاقات کے لیے گئے۔ نہایت ادب سے لب فرش تک آ کر مہمانوں سے بغلگیر ہوئے اور نہایت خلق کے کلمات کہے۔ ریاست کے غرور کا شائبہ بھی نہ تھا۔ فرمانے لگے آپ کے خط کے جواب کی تاخیر کا عذر بیان کیا کہ چونکہ قندھار کے ساتھ جنگ کی تیاری تاخیر کا سبب بنی۔ فریقین کی مصالحت کے لیے حضرت نے کی درخواست کی تو فرمایا حضرت کے نام کا ایک خط لکھ کر حوالے کیا کہ آج میں نے اپنے آدمی کو اس خط کے جواب کی یاد دہانی کی ہے۔ جو کچھ جواب آئے گا ان شاء اللہ دو تین روز میں آپ تک ہمارے خاص آدمی کے ہاتھ پہنچ جائے گا۔ دوسرے روز دو سوار ہماری حفاظت اور راہنمائی کے لیے اسباب و خیمہ جات کا ایک اونٹ ہمارے ہمراہ کیا۔ رات کو ہم لوگ روانہ ہو کر دوسرے روز شہر شاہ میں شہزادے کے پاس پہنچ گئے۔ خط کے جواب میں چار روز وہاں قیام رہا۔[1]

---

[1] مکتوب سید حمید الدین، مکتوبات قلمی صفحہ ۱۸۹-۱۹۲

اکیسواں باب

شال (کوئٹے) سے پشاور تک

شال سے روانگی | [illegible] حسین پنشنر صاحب لکھتے ہیں: "۱۵ ربیع الآخر صبح کے وقت شہر شال سے لشکر کا کوچ ہوا۔ [illegible] شال [illegible] زمیندار کا ذکر اوپر ہو چکا ہے، پچاس سواروں کے [illegible]
۵ ساتھ حضرتؒ کی [illegible] کے ساتھ بڑے جنگی ساز و سامان سے مشایعت کے لیے [illegible] تک آئے۔ میدان میں دوڑتے تھے اور بندوقیں سر کرتے تھے اور قنواتِ سپہ گری اور اپنے [illegible] دکھاتے۔ اس موقع پر ہندی و سندھی سواروں اور پیادوں کا انبوہ اور سواری کا ترک و احتشام عجیب شان کا تھا۔ تاج محمد خاں نے رخصت چاہی اور سواروں نے ایک جگہ کھڑے ہو کر دعا کی [illegible] بیعت کے [illegible] حضرتؒ کی شفقت و محبت سے [illegible] حضرتؒ نے [illegible]
۱۰ رفقاء کے حق میں [illegible] دینی اور دنیوی [illegible] سب کے حق میں دعا [illegible] کے لیے بھی گریہ و زاری کے ساتھ دعا فرمائی، جس کی قبولیت کا ذکر [illegible] آئے گا۔"

شال سے روانگی کے وقت محراب خاں [illegible] کا خط [illegible] کا جواب حضرت نے [illegible] جس کا مضمون تھا کہ آپ جس [illegible] تشریف لے جائیں [illegible] کے متعلق آپ نے لکھا ہے اس کا مناسب جواب [illegible] دیا جائے گا۔ [illegible]
۱۵ اندازہ ہو کہ اس کو مجاہدین کے اہل و عیال [illegible] تھا۔

محراب خاں کی حکومت سے نکل کر [illegible] کے علاقے میں داخل ہوئے اور مقام حیدرزئی میں منزل ہوئی۔ اس [illegible] کی آبادی ہے [illegible]

پہنچے۔ عجب [illegible] ہیں اور [illegible] ہمت، جرأت و شجاعت میں بہت [illegible] تھے۔ انھوں نے بہت خلوص کے ساتھ حضرتؒ کا پاس آدمیوں کے ہاتھ دعوت کی۔ اس رستے سے [illegible] گزر ہوتا تھا۔ [illegible] سے کوئی نہ کوئی حضرتؒ کی [illegible] آدمیوں کے ساتھ [illegible] تھے۔ بعض [illegible] ہوتے [illegible] خود [illegible] کرتے [illegible] جب [illegible] کی طرف [illegible] بھی منظر پیش آتا۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا، جس میں کوئی نہ کوئی شخص حضرتؒ کی مجلس میں آکر بیعت کرتا اور دعوت قبول کرتا۔ آپ کے ساتھ محبت و خلوص کی نشانیاں ہر چھوٹے بڑے مرد و عورت کے چہرے سے ظاہر ہوتی تھیں اور ہر شخص گھر پر آپ کی فتح و نصرت کی دعائیں کرتا تھا۔

دوسرے دن مقام جبہ زئی سے چل کر ایک دوسرے مقام سدوزئی میں منزل ہوئی جو پشین کے سادات کا مسکن تھا۔ وہاں کے سرداروں کے مشورے سے حضرتؒ نے وہاں کے سادات کے ذریعے قندھار کے سپہ سالار کو، جو قریب خان حاکم [illegible] ان کے ساتھ جنگ کرنے کے ارادے سے یہاں سے آٹھ کوس کے فاصلے پر فوجوں اور توپخانے کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، ایک رقعہ اس مضمون کا بھیجا کہ ہم لوگ [illegible] مسلمانوں سے [illegible] کرنے کے لیے اور ان کو [illegible] کے لیے [illegible] جہاد کی دعوت دینے کے لیے آئے ہیں اور قندھار سے [illegible] ہو کر کابل کی طرف جائیں گے، تو ہماری طرف سے دل میں کوئی برا خیال نہ کریں۔ امید ہے کہ [illegible] رات کو خط کا جواب اس مضمون کا آیا کہ کل آپ سدوزئی سے کوچ کر کے مقام [illegible] زئی میں ہماری چھاؤنی میں آئیے۔ ہمیں آپ کی آمد کی اطلاع پہنچ

ان لوگوں کا [illegible] آپ کے پیچھے قندھار [illegible]
جب تک اس کا جواب نہ آئے، آپ ہمارے لشکر کو [illegible] توقف فرمائیے۔ [illegible]
[illegible] فرمائیے۔

اس سلسلہ میں حضرت نے [illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت [illegible]
[illegible] آپ کے [illegible]
تھا، جو آپ کی ملاقات کرنے کے لیے آتے تھے اور اس سفر [illegible]
[illegible] حضرت ان کو یہی جواب دیتے تھے [illegible]
[illegible]
[illegible]

کوئٹہ [illegible] پہنچے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

درهٔ کوزک

پہنچے۔ یہاں سے کابل اور قندھار کا راستہ پھٹتا ہے۔

افغانستان کی حکومتوں پر ایک نظر

پچھلے صفحات میں گذر چکا ہے کہ زمان شاہ جو کہ شاہ ابدالی کا پوتا تھا، اپنے محسن [illegible] وزیر پائندہ خاں کو قتل کر دیا، جس کے نتیجے میں وہ تخت و تاج سے محروم ہوا اور پائندہ خاں کے بیٹے فتح خاں نے زمان شاہ کے دوسرے بھائی محمود کو تخت افغانستان پر بٹھا دیا اور ساری حکومت کو اپنے بھائیوں کی تصرف داری میں دے دیا۔ کچھ عرصہ بعد محمود کے بیٹے کامران نے جس کو اپنے باپ کی سلطنت میں بارک زئی سردار فتح خاں کی وسعت اختیار اور خود مختاری گوارا نہ تھی، فتح خاں کی آنکھیں نکلوا لیں اور اس کو قید خانے میں ڈال دیا۔ کچھ عرصے بعد شاہ محمود کے حکم سے وہ قتل کر دیا گیا۔[12]

فتح خاں [illegible]

[illegible]

[illegible]

کا علاقہ سید محمد خان کے پاس تھا۔ اس طرح ہرات کو مستثنیٰ کر کے سارا افغانستان [illegible] سرداروں کے زیر حکومت منتشر تھا۔ یہ ایک باپ کے بیٹے تھے اور عام طور پر درانی کہلاتے تھے۔ سید صاحب کو انہیں سرداروں کی عملداری سے گزر کر یوسف زئیوں کے علاقے میں جانا تھا جس کو وہ [illegible] کہتے ہیں۔

[تذکرہ غوثیہ] "کوئٹہ سے دوسرے روز ظہر کے وقت روانہ ہوئے۔ سات کوس تک کہیں پانی نہ تھا۔ یہ سب راستہ طے کر کے شام کے قریب ایک تالاب کے کنارے پہنچے جو بارش کے پانی سے بھرا تھا۔ شب وہاں گزار کر صبح پھر روانہ ہوئے۔ پانچ کوس پر کاریز محمد فتح اللہ خان پر منزل کی۔ دوسرے روز آٹھ کوس چل کر ایک ویران مقام پر منزل ہوئی۔ وہاں سے [illegible] کوس پر قلعہ [illegible] میں منزل ہوئی۔ وہاں کے زمیندار نے بیعت کی اور چند لوگوں کے ساتھ [illegible] کی۔ اس کی زبانی معلوم ہوا کہ [illegible] پردل خان حاکم قندھار [illegible] بھائی شیردل خان [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

رفقا نے جن میں سے بہتوں نے ان میووں کے نام بھی نہ سنے تھے، شکم سیر ہو کر کھائے۔[1]

استقبال — حاکم قندھار نے آپ کی آمد آمد سن کر اپنی سرکار کے امرا میں سے ایک کو جسے قندھار میں شاہ غاسی کہتے ہیں، پندرہ سو سواروں کے ساتھ استقبال کے لیے بھیجا۔ رؤسائے شہر میں سے بہت لوگ، جو غائبانہ آپ کے اوصاف سن کر اور تشریف آوری کی خبر معلوم کر کے ملاقات کے مشتاق تھے، شہر سے پانچ کوس کے فاصلے پر کاریز ملا عبد اللہ تک پہنچے۔[2]

قندھار میں — دوسرے روز ۹ [illegible] کو آپ قصبۂ خوشاب و کاریز ملا عبد اللہ سے کوچ کر کے اسی عرض بیگی کی رہبری و معیت میں جس کو حاکم قندھار نے آپ کے استقبال کے لیے بھیجا تھا، قندھار کی طرف روانہ ہوئے۔ سیکڑوں سواروں نے شہر سے نکل کر راستے میں ملاقات کی اور فرودگاہ تک ساتھ آئے۔ ہزاروں شرفا و عمائد شہر پیادہ پا استقبال کرتے تھے اور سواری کے ساتھ ساتھ چلتے جاتے تھے اور گلیاں تنگ ہو گئیں۔ ہجوم کی کثرت سے خویش و بیگانہ کی تمیز مشکل تھی۔ اس تزک و احتشام کے ساتھ آپ شہر کے قریب آئے۔ شہر سے ایک میل مغرب کی جانب دروازۂ ہرات کے قریب آپ کا خیمہ نصب ہوا اور لشکر نے قیام کیا۔

پُردل خاں حاکم قندھار نے اپنے بھائی شیر دل خاں کی وفات کی وجہ سے جس کو چوتھا دن تھا، حاضری سے معذرت کی اور ضیافت کا سامان بھیج دیا۔ آپ نے دعا دی اور فرمایا کہ کل فاتحہ میں خود تعزیت کے لیے آؤں گا۔ دوسرے دن چالیس آدمیوں کے ساتھ آپ تعزیت و ملاقات اور مرحوم کی فاتحہ خوانی کی تقریب میں تشریف لے گئے۔ پُردل خاں اپنے مادری بھائیوں کے ساتھ دروازے تک استقبال کے لیے آیا۔ بڑی محبت کے ساتھ ملاقات و معانقہ کیا اور [illegible] سے جا کر اپنی مسند پر بٹھایا۔ آپ رسم تعزیت بجا لائے اور اس کے بعد [illegible] وقت کے [illegible] اس کی تفصیل معلوم کر کے [illegible] کی اور عزم و ہمت کی [illegible] تائید دین متین پر [illegible] دلائی۔ [illegible] کے بعد آپ باہر تشریف لائے۔[3]

---

[1] مکتوب سید حمید الدین، مکتوبات (قلمی)، صفحہ ۲۰۰-۲۰۱ [2] مکتوب سید حمید الدین، مکتوبات، صفحہ ۲۰۲-۲۰۲ [3] مکتوب سید حمید الدین، مکتوبات (قلمی)، صفحہ ۲۰۳-۲۰۴

قندھار سے روانگی "چار روز قندھار میں قیام رہا۔ خاص و عام میں سے کوئی نہ تھا، جو حاضر نہ ہوا ہو۔ ہر شخص نے باصرار معیتِ جہاد کی درخواست کی۔ نوبت اس کی پہنچی کہ بغیر آپ کی اجازت کے ہزار اشخاص نے جہاد کے عزم سے سفر کا ساز و سامان درست کرنا شروع کر دیا۔ حکام کو معلوم ہوا تو شہر آشوبی کے خطرے سے پریشان ہو کر برجوں کو حکم دیا کہ شہر سے کسی کو نکلنے نہ دیں۔ لوگ اس پر بھی باز نہ آئے، تو حضرتؒ کو پیغام بھیجا کہ آپ کے تشریف رکھنے سے سارا شہر شوقِ جہاد میں آپ کی معیت کے لیے بیقرار ہے، انتظامِ حکومت درہم برہم ہو رہا ہے، ہماری گزارش ہے کہ آپ کابل تشریف لے جانے میں تعجیل فرمائیے اور اہلِ شہر میں سے جو آپ کی معیت کی درخواست کرے، قبول نہ فرمائیے۔

حضرتؒ بے لطفی کے اندیشے سے ۲ صفر کو قندھار سے روانہ ہو گئے اور کاریز حاجی عبدالرز پر قیام فرمایا۔ ۳ محرم کو وہاں قیام فرما کر قندھار سے کابل تک کے لیے اونٹ کرایہ پر لیے اور ۵ محرم کو وہاں سے کابل کی جانب روانہ ہو گئے اور قلعۂ اعظم خاں پر منزل کی۔

باوجود بندش اور شدید انتظام کے چار سو کے قریب علما و فضلا، مدارس کے طلبا اور خانقاہوں کے مشائخ کسی نہ کسی طرح باہر آ گئے اور قلعۂ اعظم خاں میں پہنچ کر آپ سے مل گئے۔ یہ سب شوقِ جہاد میں سرشار اور سر دینے کے لیے تیار تھے۔ حضرتؒ نے خواجہ غفور اللہ کو حاکمِ قندھار کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ ہم تمھارے شہر کے لوگوں کو نہیں لے جا رہے ہیں۔ وہ خود آ گئے ہیں۔ اگر اجازت دو تو ساتھ لے جائیں، ورنہ اپنا آدمی بھیج کر واپس کر لو۔ حاکم نے جواب دیا کہ علما و فضلا و طلبا میں سے جو جہاد تک پہنچا ہو، اس کو لے جا سکتے ہیں، دوسرا اگر خواہش کرے، تو اس کو جواب دے دیں۔ حضرتؒ نے ان میں دو سو ستر آدمی انتخاب کر لیے۔ [illegible] کہ جس وقت جہاد شروع ہو جائے اس وقت آ جانا، کوئی امر مانع نہ ہوگا۔ دو سو ستر آدمیوں کے [illegible] قندھاری رفیقوں [illegible] کا افسر مقرر کیا اور ان کو [illegible]

غزنی تک کے واقعات [illegible] حسب قلعۂ اعظم خاں سے چل کر قلعۂ [illegible] پہنچے [illegible]

---

[۱] مکتوب [illegible] صفحہ ۳۰۹

سرداروں اور زمینداروں کا علاقہ شروع ہوتا ہے،(۱) جن کے آبا و اجداد کچھ ہی عرصہ پہلے افغانستان، نیز ایران کے ایک بڑے حصے پر حکومت کرتے تھے اور قندھار کے تخت پر متمکن تھے۔ نادر شاہ افشار نے اُن کو ایران سے نکالا۔ آخر غلزئی فرمانروا حسین شاہ کو شکست دے کر قندھار و کابل پر قبضہ کر لیا۔ نادر شاہ کے قتل پر افغانستان کی عنانِ حکومت احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ میں آگئی۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے پوتے محمود کے عہد میں ابدالیوں کی دوسری شاخ بارک زئی افغانستان کے تخت و تاج کی مالک بن گئی۔ اس پورے عرصے میں افغانستان کے سابق فرمانرواؤں کا خاندان غلزئی جو ایک کثیر التعداد اور طاقتور قبیلہ تھا، حکومت اُس کے تمام مناصب و منافع سے محروم رہا۔ اس بنا پر غلزئی دُرّانیوں اور بارک زئیوں کو ہمیشہ اس نظر سے دیکھتے تھے کہ وہ سلطنت کے غاصب ہیں اور دُرّانی اُن کی طرف سے مطمئن نہیں رہتے تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ غلزئی قبیلے کا ہر فرد اپنے کو حکومتِ افغانستان کا حقیقی مالک اور وارث سمجھتا ہے۔

سید صاحب جب ان غلزئی سرداروں اور زمینداروں کے علاقے سے گزرے تو انھوں نے اپنی مدد و رفاقت کی پیش کش کی اور آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت پر آمادگی ظاہر کی۔ سید صاحب افغانستان کی قریبی گزشتہ تاریخ سے واقف تھے۔ آپ کو دُرّانیوں اور غلزئیوں کے تعلقات کا علم تھا۔ آپ کو خوب معلوم تھا کہ غلزئیوں کی رفاقت و تائید کے معنی صرف یہ ہیں کہ دُرّانیوں کو، جو افغانستان کے حاکم اور اُس کی سیاست پر حاوی ہیں اور جن کے علاقے میں آپ جا رہے ہیں، اپنا دشمن بنا لیا جائے اور ان سے مدد کی ہر امید منقطع کر لی جائے۔ اس بنا پر آپ نے غلزئیوں کی پیش کش کے قبول کرنے سے، جو ممکن ہے مخلصانہ رہی ہو، دینی و سیاسی مصلحتوں کی بنا پر سرِ دست معذرت چاہی اور اُن کے پورے عزت اور شکر گزاری کے ساتھ اُن کو رخصت کر دیا۔ سید صاحب

---

(۱) غلزئی افغانستان کا ایک بہت بڑا [illegible] قبیلہ ہے، جو جنوب میں قلعۂ غلزئی سے [illegible] کابل تک [illegible] حدود سے مشرق میں [illegible] کی حدود تک پھیلا ہوا ہے اور متعدد مقامات پر ان حدود سے بھی متجاوز ہے [illegible] نسل سے ہے [illegible] فوجی صلاحیتوں [illegible] کسی قبیلے سے کمتر نہیں [illegible] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، جلد دہم، اشاعت [illegible]

اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں: "قلعۂ رمضان خان تک رستے کے تمام دیہات میں دُرّانی نفوس کی سکونت و زمینداری تھی۔ قلعۂ رمضان خان سے غلزئی سالم خیل پٹھانوں کی سکونت و زمینداری شروع ہوتی ہے۔ یہ لکھنؤ میں عبدالرحمن قندھاری اسی قبیلے سے ہیں۔ قلعۂ رمضان خان سے دو منزل قندھار تک میری منزل ہوئی۔ چونکہ حضرتؒ کی ہندوستان سے تشریف آوری کی شہرت ان اطراف کے قندھار کے باشندوں تک پہنچ چکی تھی، اس لیے تمام مرزا زادے اور قدیمی رئیس زادے جو خاندانِ سلطنت کی تباہی کی وجہ سے کنجِ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے، کاشتکاری کرتے تھے۔ انھوں نے حضرتؒ کی خانقاہ کو شوکتِ دُنیوی اور نجاتِ اُخروی کا وسیلہ سمجھ کر رفاقت کے لیے درخواستیں کیں اور اس مضمون کے خطوط لکھ کر بھیجے۔

انھی میں سے شاہ حسین غلزئی سالم خیل کی اولاد میں عبدالرحیم خان کا بیٹا نادر خان تھا، جس کے بزرگ پہلے تمام مملکتِ خراسان پر حکومت کرتے تھے۔ نادر شاہ نے حسین شاہ کو شکست دے کر قندھار کو اس سے حاصل کیا۔ جب لشکرِ مجاہدین کا گزر قلعۂ رمضان خان سے ہو کر جلدک کی طرف سے ہوا، تو خانانِ مذکور کے بھیجے ہوئے غلزئی قوم کے دو سوار راستے میں ملے جنھوں نے عرض کیا کہ ہمارے آقا آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور آپ کو اس مہم کے لیے بہت مفید مشورے دیں گے۔ چونکہ دُرّانی اور غلزئی قوم کے درمیان قدیم زمانے سے رقابت اور عداوت ہے اور حضرتؒ کی رفاقت میں زیادہ تر قندھار کے آدمی تھے، جو دُرّانی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور چونکہ اس وقت رُخ غزنی اور کابل کی طرف تھا اور وہاں کی حکومت بھی دُرّانیوں کی تھی، اس لیے اس اندیشے سے کہ خانانِ مذکور کی ملاقات و مشورے سے اس مُلک کے حکام کو کچھ کھٹک نہ پیدا ہو، خانانِ مذکور سے ملنا دُور اندیشی سے مناسب نہ سمجھا۔

جب یہ سوار خانانِ مذکور کے پاس واپس گئے، تو اس نے کمالِ عقیدت اور خلوص اور سعادتِ قدم بوسی کی انتہائی آرزومندی کے ساتھ حضرتؒ کو دوسرا خط دوسرے دو سواروں کے ساتھ بھیجا۔ ان سواروں نے لشکر میں آ کر لکھنؤ کے قندھاریوں سے حالات دریافت کیے اور ان کو

[illegible] اس کی تصدیق [illegible] شاہانہ کے ساتھ [illegible] تشریف [illegible] بیان کیا [illegible] مجھے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پہلے ہم کو تحریری اجازت دیں تاکہ ہم اطمینان کے ساتھ ان حدود سے گزر کر اپنی منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔

اس خط کے جواب میں میر محمد کا خط آیا، جس پر اس کی مہر تھی کہ آپ کی تشریف آوری ہمارے لیے سعادت و مسرت کا باعث ہے۔ آپ بلا تامل تشریف لائیں، ہم سے جو کچھ خدمت بن پڑے گی، ہم دریغ نہ کریں گے۔

۹ مشکئی کی منزل پر لشکر کی قیام گاہ سے دو کوس کے فاصلے پر دامن کوہ میں میر محمد خان اپنے کسی [illegible] سے دو ہزار سوار اور تین ضرب توپ کے ساتھ آیا ہوا تھا۔ اس کے شریک ہونے [illegible] کی تعداد میں ملاقات کے لیے آئے ہیں اور ان مہاجرین کی عزیمت اور ہمت پر آفرین کہتے ہیں۔ خود میر محمد خان کا ارادہ اگلی صبح کو آنے اور ملاقات کرنے کا تھا، مگر پچھلی شب میں کوئی ایسا ضروری کام پیش آگیا کہ اسی وقت تمام لشکر اور توپ خانہ کو کوچ کا حکم ہو گیا۔

۱۰ اگلے روز صبح کو مشکئی سے کوچ ہوا۔ [illegible] [1]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آپ کا تشریف لانا فراوانیٔ برکت اور زینتِ مملکت کا باعث ہے، بے تکلف تشریف لائیں اور ہم سب کو اپنے خدام میں شمار کریں۔"

راستے میں سلطان محمد خاں ایک سردار فوجِ شاہی حکومتِ کابل کی طرف سے پچاس سوار اور پیادوں کے ساتھ حاضر ہوئے اور سردار کابل کا سلام پہنچایا اور مزاج پرسی کی۔ پھر آپ کا استقبال کیا۔ اکثر رؤسا و عمائدِ سلطنت سردار ناصح خاں آپ کے استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے تھے اور آپ کی سواری سے ہم رکاب تھے۔ نصف راستے پر پیر محمد خاں نائب سلطان محمد خاں بڑے تزک و احتشام سے دو سو پیادوں کے ساتھ آپ کا منتظر تھا، سلام و مزاج پرسی ہوئی۔ یہاں سے شہر تک دو ایک کوس راستہ باقی تھا، سوار اور پیادہ، استقبال کرنے والوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ راستہ چلنا مشکل ہو گیا۔ پشاور کے شمال کی جانب پر جہاں کوہستان اور کوہِ جنوبی آکر ملتے ہیں اور ان کے درمیان سے کابل کی ندی بہتی ہے اور اس کے شمالی ساحل پر شارع عام ہے اور اس درے سے مغرب کی طرف جو وسیع میدان ہے جب سواری وہاں پہنچی تو سلطان محمد خاں اپنے تینوں بھائیوں کے ساتھ پچاس سواروں کی جمعیت کے ساتھ استقبال کے لیے کھڑا ہوا تھا۔ سید صاحبؒ نے دیکھ کر دور سے ہاتھ اٹھا کر سلام کیا۔ اس نے ادب سے سلام کا جواب دیا اور سواری سے اتر آیا۔ آپ نے بھی سواری سے اتر کر مصافحہ و معانقہ کیا پھر حضرتؒ کو سوار کرا کر خود سوار ہو کر ہم رکاب چلے۔ بے شمار رؤسا و عمائدِ شہر جوق جوق آ رہے تھے اور سلام و مزاج پرسی کرتے تھے۔ گھوڑوں اور پیادوں کی وجہ سے ایسی گرد اڑ رہی تھی کہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی سلطان محمد خاں نے اجازت چاہی اور اپنے نائب پیر محمد خاں سے کہا کہ حضرتؒ کو شہر کے بازار میں سے ہو کر لے جاؤ، کہ تمام اہلِ شہر آپ کے دیدار سے اپنی آنکھیں روشن کریں۔ آپ بازار سے گزر کر وزیر فتح خاں کی [illegible] اور دوسرا [illegible] باغ [illegible] ٹھہرے۔ اس زمانے میں سرداران کابل [illegible] سخت اختلاف تھا اور جنگ کی نوبت پہنچ گئی تھی۔ آپ مصالحت کی امید پر ڈیڑھ مہینہ ٹھہرے رہے۔ جب کامیابی نہ ہوئی تو پشاور روانہ ہوئے[1]۔ راستے میں مسلمان اس جوش و محبت کے ساتھ استقبال کرتے تھے جس کا

---

[1] مکتوب سید صاحبؒ [illegible] مورخہ [illegible] ربیع الاول ۱۲۴۲ھ

مشاہدہ سامنے سفر میں ہوتا رہا۔[1]

پشاور دو تین روز قیام رہا۔ وہاں سے مشت نگر تشریف لے گئے۔ وہاں چند روز قیام رہا۔ وہاں کے مسلمانوں کو پھر دین کی دعوت و تبلیغ فرماتے رہے، [illegible] ہوتے ہوئے نوشہرے تشریف لائے۔ [illegible] میں محبوب عمل، عبادت عظمیٰ کا آغاز کیا گیا، جو برسوں کی دعوت و تبلیغ اور جہد و جہد کا حاصل [illegible] اس پُرمشقت و پُرمحن سفر کا مقصد تھا جس کی [illegible] صداؤں کے [illegible] [illegible] بھی [illegible] ہے اور جو [illegible] قوت ایمانی، شوق و محبت [illegible] کا مقصد تھا، یہ [illegible] صاحب کی عظمت عزیمت اور حسن تربیت کی کیسی یادگار ہے، جس سے [illegible] کی [illegible] صدق [illegible] نمائی ہے۔

---

[1] [illegible] صفحہ ۲۲۲

بائیسواں باب

پکھلی سے نوشہرے تک

[illegible] آپ [illegible] سے کوچ فرما کر [illegible] چہار [illegible] ماہ ذی قعدہ [illegible] تشریف فرما ہوئے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر اس علاقے کے مرد [illegible] آپ کی زیارت کے لیے جمع ہو گئے۔ جوانب و اطراف کی عورتیں بھی مجتمع ہو گئیں۔ آپ اس وقت [illegible] تھے۔ [illegible] کے بعد [illegible] عورتوں [illegible] کوئی عورت [illegible] تھی۔ [illegible] آپ [illegible] سب [illegible]

[illegible] مولوی [illegible] صاحب [illegible] تھے۔ [illegible] نے [illegible] لشکر کے کھانے کا خرچ نہیں ہے۔ سید صاحب [illegible] تو آپ [illegible] میں رہے۔ آپ نے فرمایا: کچھ فکر و تشویش کی ضرورت نہیں۔ یہ سب لوگ [illegible] کے بندے [illegible] کرے گا۔ پھر فرمایا [illegible] شخص نے ایسا ہی کیا [illegible] حضرت سے پوچھا کہ اس کو کیونکر تقسیم کریں۔ آپ نے فرمایا کہ جس قدر سب کو پہنچ [illegible]

[illegible]

لشکر میں غلّے کی تقسیم کے لیے ایک ناموٹ تھا۔ اس میں تین پاؤ آٹا آتا تھا۔ ہر ایک کو ایک ایک ناموٹ غلّہ دیا جاتا تھا۔ اس روز غلّے کی قلت کے سبب سے تین تین آدمیوں میں ایک ایک ناموٹ آٹا تقسیم ہوا۔ لوگ کھا پی کر اپنی خدمت پر مستعد ہو گئے۔ چوکیدار اپنے چوکی پہرے پر قائم ہوئے، شبینے والے گشت پر گئے اور نقیبوں نے حکم لشکر میں پہنچا دیا اور لوگ آرام سے لیٹ گئے۔

لشکر گاہ کی رات سیّد صاحبؒ کی چارپائی کے گرد اکثر مشتاق لوگ آپ کی باتیں سننے کے لیے رہا کرتے تھے اور اس کثرت سے ہوتے تھے کہ کسی کا سر کسی کا پیر، کسی کا پیٹ کسی کی پیٹھ، کسی کو کسی بات کا تکلف نہ تھا۔ جس نے جہاں کہیں جگہ پائی، وہیں بے تکلف سو رہا۔

پچھلی رات کو آپ اُٹھے اور وضو کرکے نمازِ تہجّد ادا کی۔ لوگوں نے بھی نماز پڑھی۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا: "یہ قبولیتِ دعا کا وقت ہے۔ میں جنابِ الٰہی میں دعا کرتا ہوں۔ تم سب مل کر آمین کہو۔" پھر آپ نے سر برہنہ گریہ و زاری کے ساتھ دعا کی: "اے پروردگار! تو بڑا قادر و بے نیاز ہے۔ ہم سب تیرے محتاج و ناچار بندے ہیں۔ تیرے سوا کوئی ہمارا حامی و مددگار نہیں۔ ہم سب تیری ہی رضامندی کے لیے اپنے شہر و دیار چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔ تو ہم سب پر اپنی رحمت کی نظر کر۔" اسی طرح کے مناجات بار بار کہتے تھے۔ اس وقت ہر شخص کا کچھ ایسا ہی حال تھا، گویا سب پر فنا کی سی حالت طاری تھی۔ دعا کے بعد کچھ حاضرین کو وعظ اور نصیحت فرمائی۔ پھر سو رہے۔ صبح کی اذان کے بعد بیدار ہوئے۔ استنجے سے فراغت کرکے وضو کیا، سنتیں پڑھیں۔ اس عرصے میں لشکر کے لوگوں کے علاوہ اس بستی کے تمام لوگ نماز کے لیے حاضر ہو گئے۔ آپ نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد بڑی دیر تک دعا کی۔

سید محمد خاں کی حاضری دن نکلے سردار سلطان محمد خاں کا سب سے چھوٹا بھائی سردار سید محمد خاں بالا حصار سے ملاقات کے لیے آیا۔ بہت سے لوگ اس کے ہمراہ تھے۔ اس نے بیعت کی۔ اس کے ہمراہیوں اور بستی کے لوگوں میں سے بھی بہت سے آدمیوں نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ بیعت کرنے والوں کی اس قدر کثرت تھی کہ ہاتھ پکڑنے کی نوبت آنی بھی مشکل تھی۔ آپ نے اپنا دوپٹہ پھیلا دیا اور ان سب سے بیعت لی۔

اہلِ لشکر کا خلوص اکبر خاں لشکر میں ایک جیلے دار تھے اور رسول خاں نامی ملیح آباد کے رہنے والے ان کے

بہادری اور ہاتھوں میں مشہور تھے۔ ان کا ایک بھتیجا دس گیارہ برس کا تھا، جس کو انھوں نے تعلیم و تربیت کے لیے اکبر خاں کے قبیلے میں رکھ دیا تھا۔ ہشت نگر میں جن لوگوں نے بیعت کی تھی، وہ کچھ [illegible] بھی رستم تھے۔ وہ بھی اکبر خاں کے قبیلے میں تھی۔ اس لڑکے نے اس سے [illegible] ایک بار دو لڑکوں نے اپنے کو خبر ہوئی، تو انھوں نے اس کو ایک تھپڑ مارا، کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرے۔ [illegible] رسول خاں کی [illegible] بھتیجے کو اکبر خاں نے تھپڑ مارا۔ ان کو اس کا بڑا رنج ہوا اور غصے میں ان کی زبان سے کچھ سخت سست الفاظ نکل گئے۔ پھر کچھ سوچ سمجھ کر چپ ہو رہے۔ اکبر خاں نے یہ سارا واقعہ سید صاحب کو سنایا۔ آپ رسول خاں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ آپ نے ان کو بلایا اور بڑی خاطر داری سے بٹھایا۔ اس کے بعد فرمایا: "ہم نے سنا ہے، کہ اکبر خاں نے تمھارے بھتیجے کو تھپڑ مارا، جس سے تم کو بڑا رنج ہوا۔ یہ بات تم کو نہ چاہیے۔ انھوں نے اپنا لڑکا سمجھ کر تعلیماً مارا ہوگا۔" رسول خاں نے کہا: "حضرت! جیسا میرا مزاج ہے، آپ بھی جانتے ہیں اور اکثر لوگ واقف ہیں، کہ مجھ کو کسی سخت بات کی برداشت نہیں۔ جب سے میں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی، تب سے وہ جہالت، اور شورہ پشتی اللہ تعالیٰ نے دور کر دی۔ گردن کشی، رعونت اور شیطنت نعوذ باللہ مجھ میں ہوتی، تو اس کے باوجود کہ آپ کے لشکر میں ہندوستانی و قندھاری وغیرہ اتنے لوگ بہادری و شجاعت میں یکتائے زمانہ ہیں، مگر میں کسی کو خیال میں نہ لاتا اور سخت بات کا جواب تلوار ہی سے دیتا لیکن میں نے سچے دل سے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی ہے۔ اکبر خاں تو میرے بھائی ہیں۔ مارا، تو خوب کیا۔"

یہ بات سن کر آپ ان سے بہت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعا کی۔

ایک جاسوس کی گرفتاری ہشت نگر میں قندھاریوں نے ایک اجنبی آدمی کو گرفتار کیا اور کہا کہ بدھ سنگھ کا جاسوس ہے۔ لہٰذا بعض قندھاریوں نے چاہا کہ اس کو مار ڈالیں۔ کسی نے یہ خبر آپ کو پہنچائی۔ آپ نے [illegible] آدمی بھیجا کہ خبردار اس پر کوئی شخص ہاتھ نہ ڈالے، اس کو سلامت میرے پاس لے آؤ۔ یہ حکم سن کر چند قندھاری اس کو لے کر آپ کے پاس گئے۔ آپ نے اس کو بلا کر اپنے خیمے میں بٹھایا اور جو قندھاری اس کو لائے تھے ان کو رخصت کر دیا۔ نمازِ عشا سے فارغ ہو کر آپ نے اس آدمی کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا: "تو [illegible] ہم سے

تک پہنچ گئی ہیں [illegible] بات سے مت ڈرنا ۔ اس نے کہا حضرت کی بات تو یہ ہے کہ [illegible] [illegible] ہو ہے ۔ ان کو یہ یقین ہے کہ کوئی سید تھا ہندوستان سے فقیروں کے رستے [illegible] لشکر [illegible] ہیں ۔ [illegible] [illegible] انتقال [illegible] [illegible]

آپ نے اس کی گفتگو سن کر فرمایا: "ہماری طرف سے [illegible] کہنا کہ [illegible] [illegible] میں [illegible] رہو [illegible] انہیں سمجھاتے رہو [illegible] طرح ہم بھی اپنے [illegible] [illegible] ہیں ۔ [illegible] ہم [illegible] ہیں ۔ ہم [illegible] ہندوستان سے یہاں آئے اور [illegible] مقابلہ ہوگا ۔"

اس کے بعد آپ نے اللہ بخش خان [illegible] کو [illegible] آدمی کو [illegible] میں ڈیرے ڈیرے کی [illegible] لشکر کے [illegible] ڈیرہ کو [illegible] پہنچ [illegible] جو یہاں سے چلا جائے گا ۔

لشکرگاہ کی تبدیلی صبح کو [illegible] امیر خان [illegible] ملاقات [illegible] آپ [illegible] حضرت [illegible] تشریف [illegible] اور عرض کی: میر [illegible] خان کا بیٹا [illegible] خان [illegible] مخالف [illegible] ۔ اس نے [illegible] بلوایا ہے ۔ [illegible] سوار [illegible] آگئے ہیں [illegible] مناسب یہ ہے کہ آپ یہاں سے کوچ کریں اور [illegible] ۔

خوشگی میں دوسرے روز آپ وہاں سے کوچ کر کے موضع خوشگی میں داخل ہوئے ۔ نماز مغرب کے بعد میاں عبد اللہ نے آکر عرض کیا: یہ بستی چھوٹی ہے یہاں کھانے کی جنس کم ملتی ہے [illegible] بھوکے ہیں ۔" آپ نے اس وقت [illegible] فرمایا: "ہم دعا کرتے ہیں [illegible]" پھر آپ سر برہنہ دعا میں مشغول ہوئے ۔ [illegible] کہتے تھے ۔ جب [illegible] ہوئے [illegible] بھائیو، ہر شخص اس وقت سے عشا کی اذان تک لا الٰہ الا اللہ پڑھے ۔ سب نے [illegible] ۔

اذان عشا کے بعد ایک شخص آپ کے پاس آیا اور عرض کی کہ [illegible] کشتی دریا کے کنارے [illegible]

---

(۱) [illegible] میدان [illegible] جو [illegible] پہاڑوں کے درمیان [illegible] ہیں ۔

[illegible]

حکومت لاہور کو اعلام نامہ اسی نظم و انتظام کے ساتھ آپ نے بڑی خوش اسلوبی سے کوچ کر کے ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ (۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء) کو نوشہرے میں قیام فرمایا۔ آپ نے حکومت لاہور کو شرعی دستور کے مطابق اس مضمون کا اعلام نامہ تحریر فرمایا تھا:

(۱) یا تو اسلام قبول کر لو (اُس وقت ہمارے بھائی اور ہمارے مساوی ہو جاؤ گے، لیکن اس میں کوئی جبر نہیں)۔

(۲) یا ہماری اطاعت اختیار کر کے جزیہ دینا قبول کر لو۔ اس وقت ہم اپنے جان و مال کی طرح تمھارے جان و مال کی حفاظت کریں گے۔

(۳) آخری بات یہ ہے کہ اگر تم کو دونوں باتوں میں سے کوئی بھی منظور نہیں تو لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ، مگر یہ یاد رکھو کہ سارا یاغستان اور ملک ہندوستان ہمارے ساتھ ہے اور تم کو شراب کی محبت اتنی نہ ہوگی، جتنی ہم کو شہادت کی ہے۔[1]

ایک مخبر نے آکر خبر دی کہ بدھ سنگھ لشکر کے ساتھ اکوڑے میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ خبردار، کوئی شخص کمر نہ کھولے، ہوشیاری سے تیار رہے اور جس کو کھانا پکانا ہو وہ ابھی پکا کر کھا لے۔

---

(۱) "تواریخ احمدی" میں اس اعلام نامے کے ذکر کے ساتھ اتنا اضافہ فرمایا ہے: "ارباب لاہور نے بر وقت جواب اعلام نامہ کا نہیں دیا، بلکہ قصداً آمادۂ عداوت ہو کر راستہ کھلوا دیا۔ ... بسبب اس کے جنگ کی تیاری شروع ہوئی" (تواریخ احمدی، صفحہ ۲۳)۔

تیئسواں باب

اکوڑے کی جنگ

شب خون کا فیصلہ

اس وقت تک مجاہدین کو سکھوں سے جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ جنگی مصلحتوں کا تقاضا تھا کہ پہلا معرکہ کامیاب ہو اور دشمن پر مجاہدین کی جانبازی کا نقش قائم ہو جائے۔ حریف کی تعداد سات ہزار بیان کی جاتی تھی۔ اس کے مقابلے میں جن مجاہدین پر اعتماد کیا جا سکتا تھا، وہ صرف پانچ سو ہندوستانی اور دو سو قندھاری تھے۔ قندھاریوں کی شجاعت اور میدانِ جنگ میں ثابت قدمی کا ابھی تک کوئی تجربہ نہ تھا۔ درحقیقت مجاہدین کی تعداد و استعداد اس درجے کو نہیں پہنچی تھی کہ نسبتاً کثیر التعداد دشمن سے میدان کی جنگ کی جائے۔ اس تمام نشیب و فراز کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا گیا کہ پہلا معرکہ شب خون کی صورت میں ہو، جس میں مرکزی حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے دشمن پر ناگہاں ٹوٹ پڑا جائے اور اس کو ہراس زدہ کر دیا جائے۔

مجاہدین کی فہرست

نمازِ ظہر کے بعد آپ نے اپنے خاص خاص لوگوں سے کچھ مشورہ کیا اور چند جماعت داروں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی جماعت سے اچھے اچھے چست و چالاک جوانوں کے نام لکھ کر پیش کریں اور ان میں سے جن کے پاس اپنے درست ہتھیار نہ ہوں، وہ ہمارے ہتھیاروں سے لے لیں۔

سید صاحب کا شوق

وہ جماعت بہ جماعت ان مردوں کی فہرستیں لے کر آپ کے پاس آئے۔ آپ نے ان فہرستوں کو دیکھ کر چند مردوں کو ان میں سے نکال لیا اور ان کی جگہ دوسرے مقرر کیے۔ وہ لوگ اکثر کم سن تھے۔ ان میں عبدالمجید خاں جہان آبادی رائے بریلی والے بھی تھے۔ ان کو منع کیا گیا تھا۔ سید صاحب(۱)

---

(۱) قلمی مکتوب سید صاحب

نے اسی سبب سے اُن کا نام نہیں رکھا۔ یہ خبر سُن کر وُہ اسی بخار کی حالت میں بستر سے اُٹھ کر آئے اور آپؒ سے پوچھا کہ آپ نے میرا نام فرد میں کیوں داخل نہیں کیا۔ آپؒ نے اُن کی تسلی کی اور فرمایا کہ تم کو بخار آتا ہے، اس لیے میں نے تمھارا نام نہیں لکھایا۔ اُنھوں نے کہا: "حضرت، آج کا دن سب سے پہلا مقابلہ ہے گویا آج سے جہاد فی سبیل اللہ کی بنا قائم ہوتی ہے۔ میں ایسا سخت بیمار نہیں ہوں کہ جا نہ سکوں۔ میرا نام آپ مجاہدین میں ضرور داخل فرمائیں۔"

آپؒ نے اُن کا نام بھی فرد میں لکھایا اور کہا: "بارک اللہ و جزاک اللہ۔ اللہ تعالیٰ تم کو دین کی کوشش کی زیادہ توفیق عنایت کریں۔"

مجاہدین کی روانگی ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ کو نمازِ مغرب کے بعد آپؒ نے اللہ بخش خاں صاحب[1] جمعدار کو بلایا اور لڑائی کے چند قانون، جو آپؒ نے اس وقت مناسب جانے، اُن کو تعلیم فرمائے اور کہا: "ہم نے تم کو اس چھاپے کی جماعت کا امیر کیا۔ تم اس وقت کچھ لوگ لے کر دریا کے پار اس کنارے پر ٹھیرو۔ جب اور لوگ یہاں سے جا کر تمھارے پاس جمع ہوں، تب سب صاحبوں سے کہہ دینا کہ سب گیارہ بار سورۂ "لایلٰف" پڑھیں، پھر وہاں سے کوچ کرنا۔ اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔"

خان مذکور چند آدمی ساتھ لے کر کشتی پر سوار ہو کر دریا کے پار گئے اور وہیں ٹھیر کر باقی لوگوں کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں لشکر میں سید صاحبؒ نے نمازِ عشا کے بعد جن کے نام فرد میں تھے اُن کو بلایا اور فرمایا: "بھائیو! یہاں سے وہ مکان جہاں جانا ہے، کا چھ سات کوس ہے۔ جس کو اتنی دور جانے اور پھر آنے کی پوری طاقت ہو، وہ تو جائے ورنہ نہیں، نہ جائے اور جس کو بیماری وغیرہ کا کچھ عذر ہو، وہ بھی بیان کر دے۔ ہم اس کے عوض کسی اور کو بھیجیں۔" وہاں جو حاضر تھے، وہ تو سب جانے ہی کی نیت سے آئے تھے اور ہر کسی کو یہی اشتیاق تھا کہ ہم جائیں، اگرچہ کچھ عذر بھی تھا۔ مگر جب آپؒ نے اپنی زبان سے یوں فرمایا، تب اُن میں سے دو چار آدمیوں نے اپنی اپنی ناطاقتی وغیرہ عذر معقول بیان کیا۔ آپؒ نے اُن کے عوض دوسروں کو شامل کر دیا۔

---

(۱) [illegible] سید صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا [illegible] قریب کی جگہ تھی [illegible] بلکہ [illegible] ہیں، [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] بہت اچھا کرے گا۔

پھر آپ ہندوستانی، قندھاری اور مُلکی لوگوں میں سے تقریباً نو سو آدمیوں کو لے کر دریا کے کنارے تشریف لے گئے۔ آدمیوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک سو چھپن یا کچھ کم و بیش ہندوستانی تھے اور اسّی کے قریب قندھاری تھے، باقی ملکی لوگ تھے۔

اس عرصے میں اللہ بخش خاں صاحب بھی چند آدمیوں کے ہمراہ کشتی پر سوار ہو کر آپ سے آ ملے اور رخصت ہو کے اس پار اتر گئے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ ہم جنابِ الٰہی میں دعا کرتے ہیں، تم سب اس پر آمین کہو۔ پھر آپ سر کھول کر دعا میں مشغول ہوئے کہ: "اے پروردگار، قادرِ بے نیاز اور اے کریم کارساز، بندہ نواز! یہ تیرے بندے محض عاجز و خاکسار، ضعیف و ناچار ہیں۔ تیری ہی مدد کے امیدوار ہیں۔ تیرے سوا ان کا کوئی حامی و مددگار نہیں۔ یہ صرف تیری ہی رضامندی اور خوشنودی کو چاہتے ہیں، تو بھی ان کی مدد کر۔" اسی ترجمے کے الفاظ اپنی زبانِ مبارک سے دیر تک فرمایا کیے۔

[illegible] دعا کے بعد سب لوگ آپس میں ملے اور ایک دوسرے سے اپنا کہا سنا معاف کرایا اور کہا: "اگر اللہ تعالیٰ زندہ سلامت لائے گا، تو پھر ہم تم ملیں گے اور جو وہاں شہید ہو گئے تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ ہماری ملاقات جنت میں ہوگی۔"

پھر ہر شخص سید صاحب سے دست بوس ہو کر کشتی پر سوار ہوا۔ اس وقت وہاں تین کشتیاں تھیں، تین تین پھیروں میں سب لوگ پار اتر گئے اور سورۂ یٰسین گیارہ گیارہ بار پڑھ کر اُن کی طرف دم کرتے رہے۔

یہ سب مجاہدین جاتے جاتے فوجِ مخالفین کے ورے پاڈوس کے مقابلے پر ایک نالے پر ٹھیرے۔ وہاں پہنچ کر اللہ بخش خاں صاحب سے مولوی خیرالدین صاحب ولایتی نے مشورۃً کہا: "یہ ملکی لوگ جو ہمارے ساتھ ہیں، اگر ان کو آگے کریں، تو ہمیں ان پر بھروسہ نہیں، شاید وقت پر پیچھے ہٹ جائیں اور ہندیوں کو آگے کریں، تو وہ یہاں کے راہ گھاٹ سے ناواقف ہیں۔ کیا تدبیر کرنی چاہیے؟" پھر آخر یہ صلاح ٹھیری کہ خدا پر توکل کر کے ہندی لوگوں کو آگے کیا جائے، مگر ملکی لوگوں میں سے ایک شخص کو جو وہاں کے حال سے واقف تھا، آگے بھیجا کہ جا کر لشکرِ مخالف کی خبر لائے کہ کس طرف

لشکر کے لوگ غافل ہیں اور کس طرف ہوشیار۔

سکھوں کے لشکر کا معمول تھا کہ جہاں کہیں اُترتے، لشکر کے گرد خاردار درخت کاٹ کر سنگر بنا لیتے تھے کہ ایکایک کسی غنیم کی فوج نہ آ پڑے۔ کچھ دیر میں وہ آدمی وہاں کی خبر لایا اور کہا کہ فلاں طرف لوگ غافل ہیں، اور لوگوں کو لے جا کر اُن کے سنگر کے قریب کھڑا کر دیا۔

راہِ خدا کا پہلا شہید اس وقت لشکرِ کفار میں گھڑیال نے تین پہر پر تین گھڑیاں بجائیں۔ ادھر سے آواز بلند اللہ اکبر! اللہ اکبر! کہہ کر سب مجاہدین سکھوں کی فوج میں گھس پڑے۔ اس عرصے میں اُدھر سے ایک پہرے والے نے بندوق ماری۔ قضائے الٰہی سے وہ گولی شیخ باقر علی کو لگی۔ وہ وہیں بیٹھ گئے اور کہا: "کوئی بھائی میرے پاس سے ہتھیار لے لے۔ یہ امانت کا مال ہے۔ میرا کام تو ہو گیا، مگر ارمان دل ہی میں باقی رہا۔"

مجاہدین کی شجاعت مجاہدین میں جو لوگ دلاور و جری اور کارآزمودہ تھے، وہ دس دس، پانچ پانچ سکھوں کے ہر خیمے کی طرف جھکے اور اُن کی طنابیں کاٹ کاٹ کر گرانے لگے اور نوتعلیم مجاہدین سے کہا کہ خیمے کے آدمیوں کی خبر لیتے جاؤ۔ یہ لوگ تو اُن کی مار کوٹ میں مشغول ہوئے اور بعض لوگ لوٹنے پر جھکے۔ کسی نے گھوڑی لی، کسی نے ہتھیار لیے، کسی نے کپڑے وغیرہ لیے اور اپنے ٹھکانوں کو چلے گئے۔ یہاں تک کہ [illegible] میں سے کسی نے چار آدمی مارے، کسی نے دس، کسی نے زیادہ۔ عبدالمجید خان بریلوی نے [illegible] سکھ مارے۔ اس عرصے میں اُن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ مولوی [illegible] صاحب [illegible] تلوار [illegible] دی۔ اس تلوار سے بھی کئی سکھ مارے۔

عبداللہ بسم اللہ ایک مخنث تھا۔ جس کے پاس برچھی تھی۔ اس نے سات یا آٹھ آدمی برچھی سے مارے۔ اسی طرح اللہ بخش خاں، شمشیر خاں [illegible] رسول خاں [illegible] حمید خاں، شیخ بدھن اور [illegible] مرزا [illegible] بیگ [illegible] نے دشمن کے [illegible] مارے اور جو [illegible] بقیہ سکھ شکست [illegible] کھا کر بھاگ نکلے [illegible] جس طرف موقع پایا [illegible] بندوق [illegible] دس دس، پانچ پانچ مجاہدین [illegible]

دریائے کابل کو عبور کر کے مجاہدین اکوڑہ کے میدان میں آئے

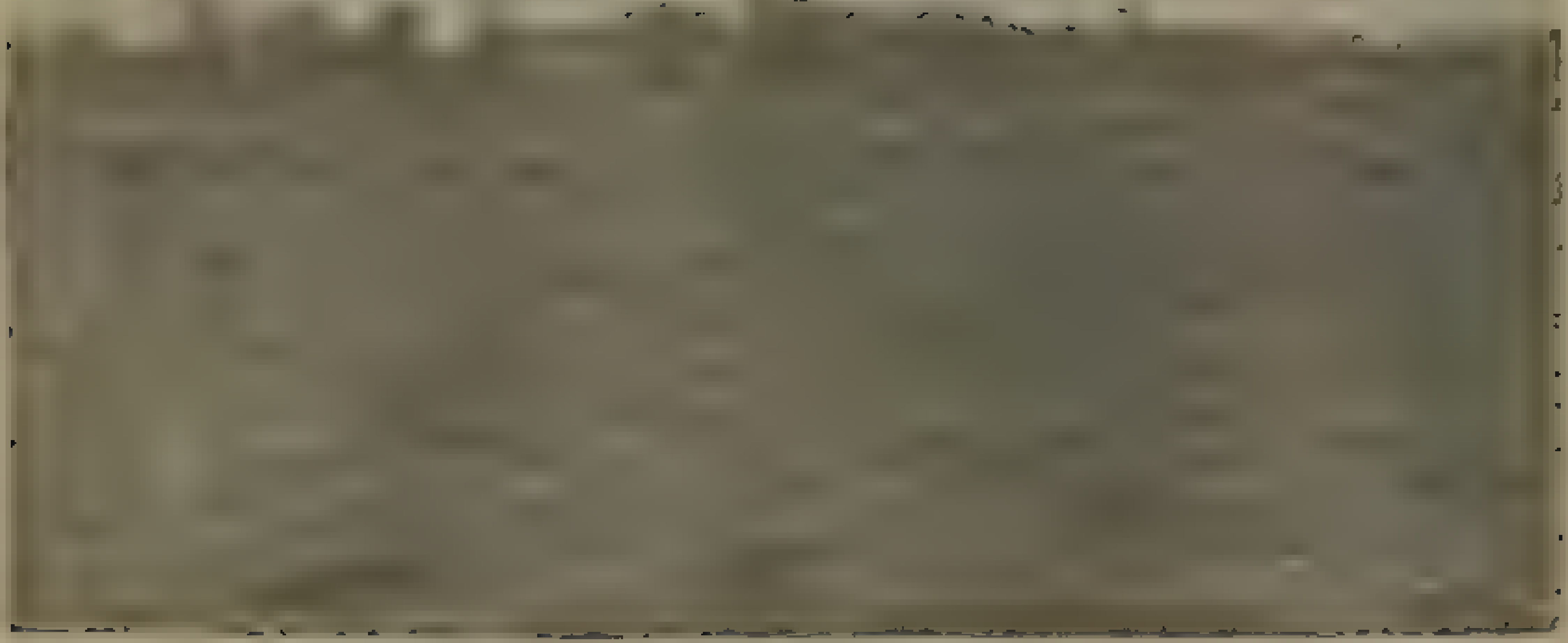

بستی اکوڑہ، جہاں مجاہدین نے پہلی جنگ کی

خیموں کی طرف متفرق ہو گئے۔

اس عرصے میں چند مجاہدوں نے اُن کے توپخانے پر قبضہ کر لیا۔ اس اثنا میں توپخانے کے ایک نصرانی یا گولہ انداز نے رن مہتاب کو آگ دی اور اُس کی ڈور کھینچ کر اُسے بلند کیا اور آپ وہاں سے ایک طرف بھاگ گیا۔ اُس وقت روشنی سے گویا تمام لشکر میں دن ہو گیا۔ اُس وقت تک مجاہدین میں گنتی کے کوئی دس پندرہ آدمی زخمی اور شہید ہوئے ہوں گے۔ بُدھ سنگھ اس رات اکوڑے میں تھا۔ لشکر میں فقط اس کا خیمہ کھڑا تھا۔ ایک طرف لشکر کے باہر ان بھاگتے ہوئے سکھوں نے ایک چھوٹا سا نقارہ بجایا اور اس روشنی میں دیکھا کہ مجاہدین تھوڑے ہیں، کہیں کہیں دس دس، پانچ پانچ نظر آتے ہیں۔ وہ بندوقیں لے کر یکبارگی حملہ آور ہوئے۔ مجاہدین بھی جابجا سے سمٹ کر ایک جانب کو ہو گئے اور دونوں طرف سے بندوقیں چھوٹنے لگیں۔ مجاہدین کی طرف سے کسی نے آواز دی کہ اب یہاں سے نکل چلو۔ لوگوں نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ فتح علی عظیم آبادی کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ اللہ بخش خاں جو تم لوگوں کے امیر تھے، چند آدمیوں کو اپنے ہمراہ لیے باہر نکلنے کے ارادے سے چلے آتے ہیں اور اُن کے پیچھے سکھ حملہ کرتے آتے ہیں۔ اس وقت شیخ ہمدانی اور علی حسن زاہد کے ساتھ بھرماری کی بندوقیں چھوڑ رہے تھے۔ اس وقت ہماری طرف ایک دو شہید اور زخمی ہونے لگے۔ چنانچہ سید رستم علی صاحب بھی اسی جگہ زخمی ہوئے۔ اس عرصے میں اللہ بخش خاں امیر، شیخ ہمدانی اور علی حسن کے برابر پہنچے کہ لشکر سے باہر نکلیں۔ تب انھوں نے آواز دی: ”اللہ بخش خاں صاحب، تم کو تو حضرت نے سردار کر کے بھیجا تھا۔ اب کہ اس وقت لڑائی کے موقعے سے نکلے جاتے ہو۔“ یہ بات سُن کر اللہ بخش خاں صاحب اپنے ہمراہیوں کو لے کر کافروں کے مقابلے کو چلے۔ ان کو دیکھ کر اور لوگ بھی پیچھے سے دوڑ کر ان میں شریک ہو گئے۔ سب مل کر کوئی پچاس ساٹھ غازی ہو گئے۔ وہ بندوقیں مارتے گئے۔ جب سکھوں کے نزدیک آ گئے تب بندوقیں اور شمشیر سے مارنے لگے۔ یہاں تک تلواروں کی نوبت آئی۔ یہاں تک کہ تلواروں کے مارے اُن کا منہ پھیر دیا۔ اللہ بخش خاں صاحب لڑائی کے آخر تک اس جگہ میں شہید ہو گئے اور بہت غازی زخمی بھی ہوئے۔

لشکر کی مراجعت یہ حال دیکھ کر اکثر لوگوں نے، جو باقی رہ گئے تھے، قصد کیا کہ ہم بھی جا کر شہیدوں میں شامل ہوں۔ تب اکبر خاں صاحب نے، جو بڑے دلاور اور جہاں دیدہ آدمی تھے، لوگوں کو روکا اور کہا: "بھائیو! کیا آج ہی لڑنا ہے؟ اب یہاں سے چلو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ پھر کافروں کو ماریں گے۔" اور سب کو سمجھا کر پھیر لائے۔

اس وقت صبحِ صادق خوب نمودار ہو گئی تھی۔ وہاں سے دریا بہت ہی نزدیک تھا۔ اوّل لوگ، جو آگے نکل گئے تھے، اُن میں سے کسی نے جا کر دریا پر اذان کہی، جس سے پیچھے والوں کو معلوم ہوا کہ ہمارے کچھ لوگ آگے پہنچ گئے۔

پھر لوگوں نے سنگت ہو کر انتظام کے ساتھ راستہ لیا اور مخالفین میں سے کسی نے اُن کا تعاقب نہیں کیا۔ وہاں سے کوس بھر پر تیمم کر کے نمازِ فجر پڑھی۔ نماز کے بعد وہاں سے چلے اور اسی گھاٹ پر آئے، جہاں سے اترے تھے۔ سید صاحب بہت سے لوگوں کے ساتھ دریا پر ٹھہرے تھے۔ آپ نے کچھ لوگوں کو مجاہدین کی تقویت کے لیے بھیجا کہ ایسا نہ ہو سکھوں نے تعاقب کیا ہو۔ یہ لوگ باقی ہمراہیوں کے انتظار میں عصر تک اسی پار رہے۔ جب پیچھے کے اکثر لوگ دو دو چار چار کر کے آگئے، تب آپ کشتی پر سوار ہو کر اترے اور پھر رات گئے تک اکثر لوگ دریا میں اتر کر لشکر میں داخل ہوتے رہے اور سید صاحب سے مصافحہ کیا اور ملاقات کی۔ آپ نے شہدا کے لیے دعائے مغفرت کی۔ لوگ ایک ایک دو دو کر کے صبح تک آملے۔ زخمیوں کا معالجہ اور مرہم پٹی ہوئی۔ ڈیرے ڈیرے جہاں سے لوگ گئے تھے، اُن کا شمار کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ ہندوستانیوں میں سے کوئی چھتیس آدمی شہید ہوئے اور قندھاریوں سے کوئی چالیس پینتالیس اور دونوں میں سے کُل تیس چالیس آدمی زخمی ہوئے۔ سکھوں کے سات سو آدمی مارے گئے۔

یہ واقعہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ (مطابق ۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء) چہار شنبہ و پنجشنبہ کی درمیانی شب کا ہے۔

جنگِ اکوڑہ کے شہدا اس جنگ کے شہدا کے نام مع اُن کی وطنیت کے لکھے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اُن کی سعادت اور شوقِ شہادت اُن کو کہاں کہاں سے کھینچ کر لائی تھی۔

شیخ باقر علی عظیم آبادی، اللہ بخش خاں مورانوی (ضلع اُناؤ) امیرِ سریّہ، عبدالمجید خاں [illegible]

رائے بریلوی، شمشیر خان جمعدار مورانوی (ضلع اناؤ)، شیخ بڈھن، شیخ رمضانی مورانوی (ضلع اناؤ)، شیخ محمد فاضل خالص پوری، ملیح آبادی (ضلع لکھنؤ)، علی حسن گنتوری (نزد مانکپور ضلع پرتاپ گڑھ)، غلام حیدر خان خالص پوری (ضلع لکھنؤ)، غلام رسول خان خالص پوری، خدا بخش خان (امیٹھی)۔ شادی خان خیرآبادی (اودھ)، کریم بخش خان بڈھانوی (روہیلکھنڈ)، کریم بخش مسجد فتحپوری (دہلی)، میاں جی احسان اللہ پھلتوی، شیخ معظم جگدیس پوری (ضلع پرتاپ گڑھ)، دین محمد کوربستانوی بیسواڑہ (اودھ) ۵
عبداللہ (ضلع اعظم گڑھ)، قاضی حبیب، امام خان خیرآبادی، اولاد علی مادھوی، ہمایوں بیگ لکھنوی، امیر الدین خان رامپوری، سید محمد لہاروی (ضلع مظفر نگر)، محمد کمال خرم پوری، فہیم خان حسین پوری (ضلع مظفر نگر)، سید عبدالرحمن تسیالی (ضلع مظفر نگر)، شیخ مخدوم مسجد فتحپوری (دہلی)، غلام نبی خان گوہباری، عبدالرزاق دیوبندی، جواہر خان لکھنوی، منور خان ملیح آبادی (اودھ)، عبدالجبار مورانوی، سید عبدالرحمن سندھی، حسن خان سندھی، اکبر خان خالص پوری (اودھ)۔ ۱۰

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

موت میں کامیابی مولانا اسمٰعیل صاحب نے سید صاحب سے کہا: "یہاں جو واقعہ گزرا ہے اس کا حال ہندوستان کے لوگوں کو بھیجنا ضروری ہے۔ اس کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟" فرمایا: "بہتر ہے۔" مولانا نے پوچھا: "جو لوگ شہید ہوئے ہیں ان سب کے نام بھی خط میں لکھے جائیں یا ان کا مجمل تذکرہ کر دیا جائے؟" آپ ۱۵
نے کچھ دیر سکوت کیا۔ پھر فرمایا: "یوں لکھ دیجیے کہ خیریت سے ہیں ہم سب لوگ یہاں خوش حال ہیں۔" مولانا نے کہا: "حضرت یہ بات آپ کے کہنے کی ہے، مگر مجھے سمجھ نہیں آئی۔ ذرا تفصیل فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "مختصر یہ ہے کہ جو لوگ یہاں زندہ موجود ہیں وہ بھی خوش حال ہیں اور جو شہید ہوئے ہیں وہ اپنی مراد کو پہنچے، وہ سب نہایت خوش حال ہیں۔"

اہل سرحد پر اثر اس جنگ کا اثر مسلمانوں اور مخالفین پر خاطر خواہ ہوا۔ مسلمانوں کے دل بڑھ ۲۰

---

(۱) بیسواڑہ ضلع رائے بریلی کے پرگنہ کا نام ہے۔

گئے اور حوصلے بلند ہوئے۔ دربارِ لاہور کی بھی آنکھیں کُھلیں۔ کئی سردار جُوق جُوق آکر مدد دیتے

سردار بُدھ سنگھ نے اس ہزیمت کے بعد موضع شیدو سے جہاں وُہ اکوڑے کے بعد مقیم تھا، پیچھے ہٹ جانے کا ارادہ کیا، لیکن اٹک کا قلعہ دار یہ خبر سُن کر مانع ہُوا کہ اس وقت یہاں سے پیچھے ہٹنا مُناسب نہیں ہے۔ اگر آپ یہاں سے چلے جائیں گے تو مجاہدین کا لشکر خیرآباد اور اٹک تک تباہ کر دے گا۔ یہ سُن کر بُدھ سنگھ نے موضع شیدو ہی میں لشکر کے گرد سنگر باندھنے کا سامان جمع کیا۔ یہ خبریں سنتے یہ سُن کر سید صاحبؒ نے صبح کو نوشہرے سے کُوچ فرمایا اور جو لوگ وہاں زخمی تھے، اُن کی خدمت اور خبرگیری کے واسطے دو صاحبوں (عبدالقیوم اور سید امانت علی) کو چھوڑا اور اُس روز تمام لشکر نے مصری بھانڈے میں مقام کیا۔ دُوسری منزل موضع تورڈھیر میں کی۔

چوبیسواں باب

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

قابلِ ذکر ہے جو اس نواح کا ایک نامی گرامی سردار اور اس علاقے کا بہت متمول رئیس اور خان تھا۔ وہ چار پانچ سو سواروں کے ساتھ ملاقات کے لیے آیا۔ خلوت میں آپ سے کچھ مشورہ کیا اور وہیں آپ سے بیعت کی اور کہا: آپ کو اس بستی میں رہنا مناسب نہیں ہے۔ یہاں سے آپ میرے پاس چل کر ٹھہریں۔ وہاں ہر بات کا آرام ہے۔ چونکہ ہنڈ میں ایک مضبوط قلعہ موجود تھا، وہاں کا سردار رضامندی سے دعوت دے رہا تھا اور نصرت و رفاقت کا وعدہ کرتا تھا اور چونکہ ابتدا ہی سے یہ بات سید صاحبؒ کے پیش نظر تھی کہ سرحدی خوانین و سرداروں کی رفاقت و تعاون سے جہاد کا کام انجام دینا ہے، اس لیے آپ کو اس پیشکش کی قبولیت میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ نے اس کی دعوت منظور فرمائی۔ صبح سردار خادے خان آپ کو مع لشکر کے ساتھ لے گیا اور موضع بازار میں جو ہنڈ کے مشرق میں تقریباً ایک میل کے فاصلے پر لبِ دریا واقع تھا آپ کا قیام تجویز کیا۔

سید صاحبؒ کی آمد کی اطلاع سن کر اطراف و جوانب کے سردار و خوانین ملاقات کے واسطے حاضر ہوئے۔ کچھ کم یا زیادہ پانچ ہزار آدمیوں کی جمعیت ہوگی۔

حضرو پر چھاپہ

ان سرداروں اور خوانین نے سید صاحبؒ سے عرض کی کہ یہاں سے ڈھائی تین کوس دریائے اباسین کے پار ایک بستی حضرو[1] سکھوں کی عملداری میں ہے اور وہ بڑی منڈی ہے۔ سکھوں کے روپے کا مال و اسباب وہاں رہتا ہے۔ اس بستی کے کنارے ایک چھوٹی سی گڑھی بھی ہے۔ اس میں ایک توپ بھی ہے۔ اگر آپ وہاں چھاپہ بھیجیں تو بہت مالِ غنیمت ہاتھ لگے گا۔

سید صاحبؒ نے اخوند ظہور اللہ صاحب سے فرمایا: "ان کی زبان پشتو ہے، تم ہماری طرف سے کہہ دو کہ ہمارے بہت غازی اکوڑے میں شہید ہوئے اور کچھ زخمی ہوئے۔ باقی یہاں ہمارے پاس تھوڑے سے لوگ ہیں اور یہ آپ کے ملک کی راہ و رسم سے واقف بھی نہیں۔ آپ کے ہمراہ بہت لوگ ہیں اور یہاں کے نشیب و فراز سے واقف ہیں۔ اگر آپ اس بات کا ارادہ کریں تو ہو سکتا ہے۔"

اخوند صاحب نے آپؒ کی طرف سے ترجمانی کی تو ان سرداروں نے عرض کیا کہ "ہماری طرف سے

---

[1] حضرو اب تحصیل ضلع کیمبل پور کا مشہور قصبہ ہے۔ دریائے اباسین (سندھ) سے تقریباً چار پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔

حضرتؒ کی خدمت میں عرض کیجیے کہ ہم فقط آپ کی اجازت کے منتظر تھے۔ جب آپ ہمارے آگے ہیں

دُعا کریں۔ تم یہ معاملہ سمجھ نہیں سکتے"۔

یہ گفتگو سُن کر ہندوستانی لوگ خاموش رہے کہ حضرتؒ کے دل میں ہم کو بھیجنے کی طرح نہیں ہے۔ مگر قندھاریوں میں تیس چالیس شخصوں نے سید صاحبؒ سے اجازت چاہی کہ ہم کو حکم ہو تو ہم بھی آپؒ نے فرمایا کہ بہت بہتر، تم کو اجازت ہے۔ مگر اس شرط کے ساتھ کہ وہاں جو لوگ مسلمان ہوں اُن کو کسی طرح کا صدمہ نہ پہنچے۔ اس لیے کہ اُن کو ابھی ہماری دعوت نہیں پہنچی۔ ایسی حالت میں تو تعجب نہیں کہ خُدا مدد کرے اُس گروہ سے تم کو محفوظ رکھے"۔

رات کے وقت کشتیوں [illegible] دشمنوں پر [illegible] پار اُتر [illegible] آدھی رات کے قریب سب اُتر کر روانہ ہوئے اور چکر اپنا کام کیا۔ صبح کو سید صاحبؒ نماز فجر کا سلام پھیر کر بیٹھے تھے کہ اُن مجاہدوں میں سے ایک شخص ایک بہت عمدہ گھوڑا لے کر آیا اور سید صاحبؒ سے عرض کیا مبارک ہو، غازیوں نے حضرو کو لوٹ لیا اور آپ کے قندھاریوں نے گڑھی پر قبضہ کر لیا۔ یہ گھوڑا آپؒ کی نذر ہے۔

وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اُس رات ہم لوگ بیٹھے تھے کہ [illegible] دریا سے پار [illegible] آتا [illegible] بات سُن کر شکر کے مارے [illegible] کی طرف [illegible] سب لوگ [illegible] تو دیکھا کہ [illegible] اسباب [illegible] چھوڑ کر سب [illegible] بھاگ گئے ہیں اور اُن کے [illegible] قندھاری شخصوں کے [illegible] نے وہاں سے [illegible] کا تعاقب کیا تھا [illegible] یہاں تک کہ ایک [illegible] کو گولیاں مار کر [illegible] یہ [illegible] غنیمت [illegible] پہنچے۔ [illegible] اور کوئی شخص [illegible] قندھاریوں کے [illegible] سکھوں کا مقابلہ کیا [illegible]

---

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

اور [illegible] ہو گئے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کیا تھا۔ [illegible]

سامان حوالے نہیں کرتے اور [illegible]

[illegible] آپس میں فساد کرنا مناسب نہیں۔ [illegible]

سپہ سالارِ جنود و عساکر، مالکِ خزائن و دفاتر، جامعِ ریاست و سیاست، حاویِ امارت و ایالت، صاحبِ شمشیر و جنگ، عظمت نشان سردار بدھ سنگھ هَدَاهُ اللّٰهُ سَوَآءَ الطَّرِيقِ وَأَمْطَرَ عَلَيْهِ سَحَابَ التَّوْفِيقِ! پوشیدہ نماند کہ نامۂ فصاحت شمامہ مشتمل بر اظہارِ مراتبِ دعاویِ شجاعت و شہامت رسید، مضامینِ مندرجہ واضح گردید۔ ظاہراً آنچہ ایں جانب را ازیں ہنگامہ آرائی و معرکہ پیرائی مقصود است آں را خوب نہ فہمیدہ اند کہ نامۂ مذکورہ نگارش نمودہ اند۔ حال بگوشِ ہوش باید شنید و خلاصۂ آں بغورِ تمام باید فہمید کہ منازعت با اہلِ حکومت و ریاست بنا بر اغراضِ متعددہ می باشد: بعضے را از منازعتِ مذکورہ حصولِ مال و ریاست مقصود می باشد و بعضے را اظہارِ شجاعت و شہامت و بعضے را فقط تحصیلِ مرتبۂ شہادت۔ ایں جانب را امرِ دیگر مقصود است، آں فقط بجا آوردنِ حکمِ مولائے خود کہ مالکِ علی الاطلاق و معبودِ باستحقاق است کہ در نصرتِ دینِ محمدی وارد شدہ است۔ خدائے عزّ و جلّ گواہ است برایں معنی کہ ایں جانب را ازیں ہنگامہ آرائی غیر از امرِ مذکور غرضِ دیگر از اغراضِ نفسانیہ

جنود و عساکر، مالکِ خزائن و دفاتر، جامعِ ریاست و سیاست، حاویِ امارت و ایالت، صاحبِ شمشیر و جنگ، عظمت نشان، سردار بدھ سنگھ کو اللہ اُس کو سیدھے راستے کی ہدایت دے اور اُس پر توفیق کی بارش کرے، واضح ہو کہ آپ کا گرامی نامہ جو اظہارِ مراتبِ شجاعت و شہامت کے دعاوی پر مشتمل ہے، پہنچا اور اُس کے مضمون سے آگاہی ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ میری اس ہنگامہ آرائی و معرکہ پیرائی سے جو مقصود ہے، آپ نے اُس کو اچھی طرح نہیں سمجھا اور اسی لیے آپ نے اس طرح کا خط لکھا۔ اب کان لگا کر سنیے اور غور کر کے سمجھیے کہ اہلِ حکومت و ریاست سے لڑائی جھگڑا چند اغراض سے ہوتا ہے۔ بعض آدمیوں کا مقصود مال و ریاست کا حصول ہوتا ہے، بعض کو محض بہادری و دلیری دکھانی ہوتی ہے اور بعض آدمیوں کا مقصد شہادت کا مرتبہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لیکن اس سے میرا مقصد کچھ دوسرا ہے یعنی فقط اپنے مولا کے حکم کی بجا آوری جو مالکِ مطلق اور بادشاہِ برحق ہے۔ اس نے دینِ محمدی کی نصرت کے بارے میں جو حکم دیا ہے، محض اس کی تعمیل مقصود ہے۔ خدائے عزّ و جلّ اس بات کا گواہ ہے کہ میرا اس ہنگامہ آرائی سے اس کے علاوہ کوئی دوسرا مقصود

درمیان نیست بلکہ آرزوے کہ دراں تمتع نفس باشد نہ گاہے
بر زبان جاری می گردد و نہ گاہے در دل می گذرد بلکہ
در نصرت دین محمدی ہر سعی بہر وجہ کہ ممکن می باشد
بجا می آرم و ہر تدبیرے کہ دراں مفید می نماید بروئے
کار می آرم و انشاء اللہ تا دم مرگ بہمیں سعی مشغول
خواہم ماند و نقد عمر در ہمیں مہم مبذول خواہم
کرد تا زندہ ام ہمیں راہ می پویم و تا نمیرم ہمیں مقصد
می جویم تا دم واپسیں ہمیں خواست ہمیں سودا
خواہ مفلس شوم خواہ غنی، خواہ منصب سلطنت
بیابم خواہ منصب رعیت گری، خواہ متہم بجبن شوم
خواہ متسم بشجاعت خواہ بمرتبۂ غزا فائز شوم خواہ
بدرجۂ شہادت رسم۔ آرے اگر ببینم رضاے مولیٰ
من در ہمیں منحصر است کہ در معرکۂ جنگ تنہا
بجان خود درآیم پس باللہ و تاللہ کہ بصد جان
سینہ سپر میشوم در مقابل عساکر عدو و دشمن
دریغ ندارم، مرا باظہار دعوی شجاعت و تحمل
ریاست غرض نیست۔ خلاصش ہمیں است کہ
سررشتۂ فرمانبرداری مولاے عالی مقدار
دین محمدی بیرون نماید فی الحال مردانگی را بصد
زبان [illegible] سلطنت را بہر زبان
فی نفسہ ہیچ رغبتے در باب ترقی ریاست و مساعی

نہیں اور اس میں کوئی نفسانی غرض ہرگز شامل نہیں،
بلکہ کبھی نفسانی غرض کے حصول کی آرزو نہ کبھی زبان
پر آئی ہے، نہ کبھی دل میں گزری ہے۔ دین محمدی کی نصرت
میں جو کوشش بھی ممکن ہوگی بجا لاؤں گا، جو تدبیر بھی
مفید ہوگی عمل میں لاؤں گا اور ان شاء اللہ زندگی کی آخری
سانس تک اسی کوشش میں مشغول رہوں گا، اپنی پوری
عمر اسی کام میں صرف کروں گا۔ جب تک زندہ ہوں اسی
راستے پر چلتا رہوں گا اور جب تک مر نہیں جاتا اسی
کا دم بھرتا رہوں گا۔ جب تک سانس ہے اس وقت تک یہی
خواہش ہے اور جب تک ہستی ہے اس وقت تک یہی سودا، خواہ
مفلس ہوں خواہ دولتمند، خواہ منصب سلطنت سرفراز ہوں
خواہ محض کی رعیت بنوں، خواہ بزدلی کا الزام لگے خواہ بہادری
کی تعریف سنوں، خواہ میدان جہاد سے زندہ واپس آؤں خواہ شہادت
سے سرخرو ہوں، ہاں اگر میں دیکھوں کہ میرے مولیٰ کی خوشی
اسی میں ہے کہ میدان جنگ میں تنہا سربکف کودوں تو خدا
کی قسم کہ سو جان سے سینہ سپر ہوں گا اور لشکر کے لشکر سے
بھی بے تکلف مقابلہ کروں گا۔ مختصر یہ کہ مجھے نہ شجاعت
کا اظہار مقصود ہے، نہ ریاست کا حصول۔ بس اتنا
ہی ہے کہ اگر میرے آقا و مالک اور والی نعمت مرد میدان
ہیں، کہ کوئی شخص دین محمدی کی مدد کرے تو مجھے اس کی
مردانگی اور زبان سے اس کی تعریف کروں گا اور ہر جا

[illegible]

وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ ۔

[illegible]

[illegible]

پچیسواں باب

بیعتِ امامت

بیعتِ امامت اکوڑے اور حضرو کے چھاپے کے واقعات سے صاف تجربہ ہو گیا کہ ملکی لوگ کسی نظم و ضبط کے پابند نہیں۔ جنگ کے موقع پر مال و زر کی لوٹ پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ مالِ غنیمت شرعی اصول پر تقسیم نہیں ہونے پاتا۔ اس لیے علمائے لشکر کا بہ اتفاق فیصلہ ہوا کہ سب سے زیادہ ضروری اور مقدم کام یہ ہے کہ اپنا امام مقرر کر لیا جائے تاکہ اس کی قیادت و امامت میں شرعی جہاد ہو، بلوہ اور لوٹ مار نہ ہو، منظم جنگ ہو، مالِ غنیمت کی شرعی تقسیم ہو، احکامِ شریعت و قوانین و حدودِ شرعیہ کا اجرا ہو، فتنہ و مفسدین کا قلع قمع ہو اور جو لوگ [illegible] چنانچہ پنجشنبہ کے دن ۱۲ جمادی الآخری ۱۲۴۲ھ کو حضرت سید صاحب کے ہاتھ پر بیعتِ امامت ہوئی اور [illegible] جمادی الآخرہ کو جمعہ میں آپ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

یہاں ایک مکتوب درج کیا جاتا ہے جس میں آپ نے ہندوستان کے اہلِ تعلق کو اکوڑے کی جنگ و حضرو کے چھاپے کے واقعات اور بیعتِ امامت کی تصریح [illegible] سلسلے [illegible]۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

از فقیر سید احمد [illegible] مناقب انتساب

بعد حمد و صلوٰۃ و تسلیمات و تحیات مفروضہ	حمد اور درود اور تسلیمات کے بعد واضح ہو کہ
واضح [illegible] جمیع نعمت	خدا کا شکر و احسان ہے کہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

رسیدند۔ در صبح آبِ شمشیرِ بتان مثلِ ریزشِ باران
بر سرِ ایشاں بارید۔ چنانچہ جمعے از کفارِ بدکردار کہ قریب
ہشت صد نفر باشند بدار البوار فرستادند و بسیارے
را بزخمہائے پرخطر تابِ سقر ساختند و اجناسِ نفیسہ
از قسمِ سلاح و یراق وغیرہ و ہزار راس اسپ غنیمت
آوردند۔ چند از مجاہدین بدرجۂ شہادت فائز گردیدند۔
بالجملہ بابے از ابوابِ فتوح بر روئے مجاہدین کشادہ گردید
و درے از درہائے جہنم برائے تعذیبِ کفار
وا کردہ شد۔ بعد ازاں مجاہدین مذکورین بمقرِ دوکارہ
خود مراجعت بخیر و خوبی نمودند۔ بعد چند روز از موضع
زشہرہ کوچ نمودہ بموضعِ پنڈ کہ گزرِ دریائے اباسین
است رسیدند۔ باز دیگر جماعتے از جنودِ مجاہدین شبانہ
از دریائے اباسین عبور نمودہ بر سرِ حضرو کہ مرکزِ کفار
و مجمعِ متمولینِ آں نواح بود تاخت آوردند۔ بسا
۱۵ از ایشاں زیرِ تیغِ بے دریغ گذشتند بعضے دستگیر
مقید کردہ آوردند و دریں نوبت مالِ خزینہ و غنائم
کثیرہ از نقود و اجناس بدستِ غزاۃ رسید کہ آں قدر
نقد کہ تخمیناً بہ پانزدہ لک روپیہ شد و
بعضے بندوقِ محمد وال۔ چوں در ہر دو نوبت شجاعت
و تہور و ہمتِ مجاہدین ظاہر و باہر گردید رعب و
از ہیبتِ ایشاں گردید [illegible]

قریب سکھ مارے گئے اور بہت سے
خطرناک حد پر زخمی ہوئے۔ بہت سلاح
اور ہتھیار، ایک ہزار گھوڑے مالِ غنیمت
میں آئے۔ چند مجاہدین بھی درجۂ شہادت
کو پہنچے۔ یہ مجاہدین کے لیے ایک
بڑی فتح اور مخالفین کے لیے بڑی
ہزیمت تھی۔ اس کے بعد مجاہدین اپنے
پڑاؤ پر بخیر و خوبی واپس آ گئے۔
چند روز کے بعد موضع زشہرہ
سے کوچ کرکے موضع پنڈ میں آ گئے، جو
دریائے سندھ کی گزرگاہ ہے۔ دوسری
بار لشکرِ مجاہدین کے کچھ لوگوں نے
دریائے سندھ عبور کرکے راتوں رات
حضرو پر چھاپہ مارا، جو سکھوں کا ایک
مرکز اور دولتمندوں کا ایک اڈہ ہے۔ کچھ
لوگ تلوار کی نذر ہوئے۔ کچھ گرفتار
ہو گئے۔ اس مرتبہ بہت بڑا مالِ غنیمت
جس میں نقود و اجناس تھیں، عام لوگوں کے ہاتھ
لگیں۔ لوگ پندرہ سولہ لاکھ روپے کا اندازہ کرتے
ہیں۔ بدھ سنگھ کے لشکر نے دونوں مرتبہ اہلِ ایمان
کی سی صفت و شجاعت [illegible] مرعوب ہو گئے

دیگر لشکرِ کفار گرداگرد بودند، چنانچہ وقتِ تحریرِ ایں رقیمہ بہ سمتِ پنجتر دہانِ دریا در زندانِ لشکر مقید ساختہ بودند، نہ ملجا مفر، نہ امیدِ اعانت می داشتند، و نہ بسماعِ نجیبہ نسبت بہ ہر نوبت نُجح جنودِ مجاہدین مثلِ جرگۂ عامہ و لشکرِ بے سر بود، در کوچ و مقام بے انتظام ماند، غنائم ہر بار بر وفقِ قانونِ شرعِ شریف منقسم نہ گردید۔ بنا علیہ جمہورِ مجاہدین حاضرین از سادات کرام، و علمائے عظام، و مشائخ ذوی الاحترام و امرائے عالی مقام، و سائر خواص و عوام از اہلِ ایمان و اسلام کہ در آں مقام حاضر بودند، بر ایں معنی اتفاق نمودند کہ اقامتِ جہاد و ازالۂ کفر و فساد بدونِ نصبِ امام بر وجہِ مشروع صورت نمی بندد۔ بنا علیہ بتاریخِ دوازدہم جمادی الآخرہ ۱۲۴۲ ہجری قدسی بیعتِ امامت نمودند، و ربقۂ اطاعتِ فقیر در گردن نہادند، و روزِ جمعہ خطبہ بنامِ فقیر خواندہ شد۔ انشاء اللہ ببرکتِ ادائے ایں رکنِ رکین یعنی نصبِ امام کہ مدارِ اکثر کارہائے دین است، روز بروز فتح و ظفر انشاء اللہ الغفور مظفر و منصور خواہند گردید۔ ایں است بیانِ اجمالیِ احوال، غرضِ فقیر از نگارشِ ایں آنکہ وقتِ کار بسر رسیدہ و معرکۂ کارزار درپیش آمد، بنابریں بر ہر مؤمن راسخ الاعتقاد

فرودگاہ سے دُور جا کر ایک دُوسری جگہ بہت بڑا لشکر لگایا۔ اس خط کے تحریر کے وقت وہ پنجتر کے اندر مقیم و متعین ہے۔ کمک پہنچ جانے کی اُمید پر اُس نے بھاگ جانے کا سہارا نہیں لیا۔

ایک قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ہر مرتبہ مجاہدین کا لشکر ایک بے سری فوج اور عام بلوائیوں کی طرح تھا اور کوچ و مقام میں کہیں کوئی نظم نہیں تھا۔ اس سے مالِ غنیمت شرعِ شریف کے قانون کے مطابق تقسیم نہ ہو سکا۔ اس بنا پر تمام مسلمانوں نے جو موجود تھے، جن میں سادات، علما، مشائخ، امرا اور خواص و عوام تھے، باتفاق اس بات کو کہا کہ جہاد کا قیام اور کفر و فساد کا ازالہ امام کے تقرر کے بغیر مسنون اور شرعی طریقے پر انجام نہیں پا سکتا۔ اس بنا پر ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۲۴۲ھ کو ان سب نے اس فقیر کے ہاتھ پر بیعتِ امامت کی اور اس کی اطاعت کا عہد کیا۔ جمعے کے روز خطبہ بھی اس فقیر کے نام کا پڑھا گیا۔ انشاء اللہ اس رکنِ رکین کے ادا کرنے کی برکت سے، جس پر دین کے اکثر کاموں کا مدار ہے، فتح و نصرت ظاہر ہوگی۔ یہ حالات کی مختصر روداد تھی۔ اس تحریر سے فقیر کی غرض یہ ہے کہ کام کا وقت سر پر آ گیا ہے اور معرکۂ کارزار درپیش ہے۔ ہر صاحبِ ایمان اور ہر مسلمان کو

[illegible] لازم است که [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۵ الْمُؤْمِنِينَ (۳۰: ۴۷) [illegible]

[illegible]

[illegible] غالب خواهد کرد [illegible] هر که جان [illegible]

در این معرکه [illegible] سعادت [illegible]

میان [illegible] که در این [illegible]

۱۰ [illegible] ندامت خواهد [illegible] الْبَلٰغُ الْمُبِينُ (۳۶: ۱۷) وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (۲۰: ۴۷)۔

[illegible] ہو جائے۔ اگرچہ یہ سلسلہ انجام کو پہنچ کر رہے گا و كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ (۳۰: ۴۷) اور اللہ کے [illegible] پس جو شخص اس معرکے میں خود [illegible] مشرف ہوگا اور وہ دوسروں سے سبقت لے جائے گا اور جو اس معاملے میں کاہلی اور سستی سے کام لے گا، وہ [illegible] قیامت [illegible] إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ (۳۶: ۱۷) وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ [illegible]

بیعتِ امامت کے بعد آپ نے [illegible]

۵ [illegible]

۶ [illegible]

سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ
أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَ
اجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (۴:۷۵)۔

بالجمله عمرے گذشت که [illegible] دیدۂ انتظار همین معنی می نمائیم که تا کدام وقت محمود و کدام ساعت مسعود رسد که آفتابے بر فلکِ سلطنت طلوع نماید و تا ستاره از افقِ حکومت درخشد که از شعشعهٔ انوار آن منیر ظلمات شرک و طغیان مضمحل و مفقود گردد۔ لیکن مدتِ مدید و عرصهٔ بعید منقضی گردید که نه شاہے از سیستان متصدیِ این معنی گردید نه از خراسان و نه سرکشے از قندهار و کابل سر بر آورد و نه از پشاور و [illegible]ستان۔ بالجمله کسے از سرداران زمان و [illegible] گوش نه نهاد و به دستگیری افتادگان دست نگشاد۔ آخر الامر نورِ محمدی علمِ محمدیت برافراخت و جمالِ احمدی نقاب از چهره برانداخت یعنی سلاله [illegible]

سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ
وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ
أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَ
اجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (۴:۷۵)۔

مختصر یہ کہ عمر گزری کہ ہم لوگ یہ [illegible] دیکھتے [illegible] رہے ہیں کہ وہ کون سی مبارک ساعت ہوگی کہ آسمانِ سلطنت میں وہ آفتاب طلوع ہوگا اور اُفقِ حکومت پر وہ ستارہ ظاہر ہوگا۔ جس کی چمک سے شرک و سرکشی کی تاریکیاں کافور ہو جائیں گی۔ لیکن ایک طویل مدت ہو گئی اور ایک زمانہ بیت گیا کہ نہ کوئی بادشاہ سیستان یا خراسان سے یہ مقصد لے کر اُٹھا اور نہ کوئی سردار قندھار [illegible] وقت اور سلاطین زمانہ میں کسی نے ان مظلوموں کی فغاں پر کان دھرا اور نہ ان گرتے ہوؤں کو تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ آخر نورِ محمدی نے حمایت کا پرچم لہرایا اور جمالِ احمدی نے چہرے سے نقاب ہٹایا۔ یعنی اس سلالہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

صعود فرموده بود، منتظران نزول فرموده و اشعار [illegible]

[illegible]

[illegible] یاد آمد۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نہیں [illegible] منصب [illegible] اور احیاء سے کلمۃ اللہ اور ترویج سنتِ نبوی کے لئے ہو تو اس کو عُرفِ شرع میں جہاد کہتے ہیں اور وہ تمام عبادات میں افضل [illegible] تمام [illegible] اس لئے کہ کوئی عبادت [illegible] ریاضت اور تحفہ [illegible] اس کے مساوی نہیں جیسے کہ آیہ کریمہ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً (۴: ۹۵-۹۶) سے معلوم ہوتا ہے۔ پس اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ فرض قانونِ شریعت کے مطابق ادا کیا جائے تاکہ آخرت میں وسیلۂ ثواب اور دنیا میں ثمرِ ثمرات اور نزولِ رحمتِ یزدانی اور [illegible] کا باعث ہو۔ جہاد کے لئے سب سے بڑی شرط امام کا مقرر کرنا ہے۔ چنانچہ آیت ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (۴: ۵۹) اور وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ (۴: ۸۳) اور حدیث مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً اور حدیث صَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَطِيْعُوْا ذَا اَمْرِكُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّةَ رَبِّكُمْ اور حدیث مَنْ قُتِلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ [illegible] اور حدیث [illegible] وَاَصَابَهٗ ذٰلِكَ [illegible] وَمَنْ [illegible] فِي الْاَرْضِ [illegible] فَلَقَدْ [illegible]۔ اس طرح سے [illegible] اس پر دلالت [illegible] جہاد [illegible] زمانہ میں [illegible] اہل [illegible] کی [illegible] کے لئے [illegible] امام کا مقرر کرنا [illegible] واجب ہے۔

الحمد للہ [illegible] ہے۔ [illegible] اس فقیر یعنی سید احمد کو [illegible] [illegible] منصبِ [illegible] کا [illegible] مجھ [illegible] [illegible] [illegible]

مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت نے جس میں خوانین اشرف خان، فتح خان، سعادت خان، بہرام خان اور علماء و سادات وغیرہ تھے، اس فقیر کے ہاتھ پر بیعتِ امامت کی، فقیر کو امام بنا دیا اور اس کی امامت و ریاست کو تسلیم کیا۔ مدت سے سلطنت کا خطبہ ان کے شہروں میں بند تھا، اور اسی مہینے کی ۱۳ تاریخ کو جمعہ تھا، خطبے میں فقیر کا نام داخل کیا۔ انشاء اللہ عنقریب اِس نعمت کی ادائے شکر کی برکت سے مظفر و منصور ہوں گے۔

ان خطوں کا بھی جو یہاں موجود نہیں [illegible] مضمون ہے کہ [illegible] مرتبت [illegible] ہیں اور اس فقیر کی امامت کی بیعت [illegible] کی [illegible] صاحب کے ہاتھ پر کی اور [illegible] بھی اور جمعہ [illegible] کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے [illegible] کی [illegible] شروع [illegible] ہیں اور دنیا و آخرت کی مراتبِ جلیلہ اور [illegible] کی موجب ہوں۔

شاہ اسمٰعیل [illegible] کا خط

مولانا اسمٰعیل شہید نے ہندوستان کے کسی صاحب کے نام [illegible] سید صاحب کی امامت [illegible] ایک بڑا خط لکھا ہے، جس میں بہت علمی اور دینی اور فقہی [illegible] امامت پر [illegible] سے [illegible] امامت پر روشنی پڑتی ہے۔ اس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے:

بندۂ ضعیف محمد اسمٰعیل کی طرف سے بخدمت [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] آپ نے [illegible] کے [illegible]

[illegible] آپ [illegible]

[illegible] ہیں کہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اعتبار کیا ہے پس جس بیعت کو صاحبِ شوکت مسلمین قبول کرتے ہیں کہ لوگوں کا مجمع کثیر اُن کے ہمراہ ہوتا ہے اور ان کے عرف میں وہ ہوتے ہیں کہ ’’الناس‘‘ کا مجمع کثیر اُن کے پاس ہو اسی طرح شریعت کے عرف میں اہل و صاحبِ شوکت وہ ہے جس کے ہاتھ پر مسلمانوں کے مجمع کثیر نے بیعت کی ہو کیونکہ بیعت کا تحقق شرع کے نزدیک امامت ذات کے تحقق سے قسمی دیا گیا ہے پس جناب امام ہمام کو بالفعل اس درجے کی شوکت شرعی حاصل ہے جو ان بعضوں کی شوکت سے کئی درجے زیادہ ہے کیونکہ لشکر و فوج و توپ شاہی کے مالک اگرچہ اہل پشاور و سوات وغیرہ ملک خراسان کے تمام عوام و خواص یاغستان وغیرہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت امامت کی ہے اور ان اشخاص کا شمار کرنا مشکل ہے غرض یہ ہے آپ کے مشیروں کی تعداد اس درجے کو پہنچ چکی ہے کہ کوئی شخص ہمسری کی قوت اس درجے کی نہیں رکھتا یہ کہ بعض لوگوں نے بیعت نہیں کی ہے اور احتمال ہے کہ دوسرے بھی یہی معاملہ کریں پس یہ بات شوکتِ قائمہ کی مضر نہیں اس لیے کہ بہت سے لوگ ملک خدا تعالیٰ کی بلاد میں آباد ہیں اور احتمال ہوتا ہے کہ دوسرے بھی یہی طریقہ اختیار کریں پس جس طرح یہ بات سلاطین کی شوکت کے ثبوت میں قادح نہیں اسی طرح یہ احتمال امام کی شوکت قائمہ کے بھی منافی نہیں۔

تیسری یہ بات ہے کہ مشرق و مغرب کے قدر کی شوکت کے مثل شوکت دنیا میں ہو ورنہ اگلے پچھلے اماموں میں سے کسی کی امامت ثابت نہیں ہوگی پس اس شرط سے صرف یہ مطلب ہے کہ ان مخالفین کی شوکت کے مثل شوکت ہو جو مقابل ہیں اور اس وقت یہ شوکت متحقق ہے یعنی سنگھ کے عملوں کی شوکت کے مثل شوکت موجود ہے اگرچہ رنجیت سنگھ کی شوکت کے مثل شوکت نہ ہو۔

کسی شخص نے اب یہ خبر دی ہے کہ جناب امام ہمام اسی مختصر جمعیت سے ... عزم رکھتے ہیں تو اب قدرتِ الٰہی سے مسلمانوں کی جمعیت کی زیادتی اور اُن کی شوکت کی ترقی کے منتظر رہتے ہیں اور اسلام کی شوکت کے عروج کی مدد کی امید رکھتے ہیں اور یہ بات بالکل مستبعد نہیں بلکہ قرآن و حدیث کے عرف میں اللہ کی یہی سنت جاری ہے کہ تھوڑی جماعتیں بہت سی ... جیسے شاہ بخارا ... اور آہستہ آہستہ ... ایک ملک قبضہ کر لیتے ہیں اور تدریجاً قوت و شوکت حاصل کر لیتے ہیں یہاں تک کہ بڑے بڑے سلاطین کی سلطنت بڑے بڑے قلعے اور شہر ان کی ہمت میں ہو جاتے ہیں کس قدر بے انصافی ہے کہ جو شخص محض دنیا کی طلب میں کمربستہ ہو تب اس کے حق میں نتیجہ نصرت ...

[illegible]

[illegible]

اور ہر شخص [illegible] سنت [illegible] جماعت [illegible] جمعہ [illegible] ایسی بات نہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے گھر سے [illegible] آئے اور مسجد میں [illegible] جماعت جمع ہو تو اس میں شریک ہو جائے اور مسجد میں [illegible] دوسرے [illegible] اگر اس نے [illegible] جماعت [illegible] لازم ہے کہ ہر شخص [illegible] دعوت [illegible] اور [illegible] مسلمانوں کی جماعت میں [illegible] اللہ [illegible] اس [illegible] مشغول [illegible] اسلام [illegible] شخص [illegible] کے سینے میں [illegible] کے باوجود اسلامی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

مناسب [illegible] [illegible] خیالات کو چھوڑ دیں اور دنیاوی [illegible] اس مشغولیت [illegible]

[illegible]

حدیث شریف میں [illegible]

---

(۱) [illegible]

شکر و اعتراف

الحمد للہ کہ سیرت سید احمد شہید کی جلد اول، جو ولادت سے بیعت امامت تک کے حالات پر مشتمل ہے، ناظرین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ مصنف کو احساس و اعتراف ہے کہ یہ کتاب غیر معمولی تاخیر سے شائع ہو رہی ہے۔ اہل ذوق و اہل خلوص کی ایک جماعت عرصے سے کتاب کی مشتاق اور اس کی اشاعت کی منتظر ہے۔ بعض احباب نے جس اشتیاق اور بے چینی کے ساتھ اس کتاب کا انتظار کیا، وہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت و سیرت سے والہانہ تعلق کے مظاہر ہیں اور یہ کچھ تعجب نہیں، مصنف کو ان کے اشتیاق و انتظار کو دیکھ دیکھ کر اس کتاب کی اشاعت کی برابر تحریک ہوتی رہی، لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ یہ کتاب اتنی تاخیر سے شائع ہو اور مشیت الٰہی ارادے پر غالب آئے اور انسان کی بے بسی اور بے چارگی کے ثبوت فراہم کرتا رہے۔

لیکن کتاب اب شائع ہو رہی ہے اور اس عرصے میں اللہ تعالیٰ نے اس کی تکمیل کے لیے جو جو بھی سامان مہیا کیے، ان کو دیکھتے ہوئے قلب اللہ تعالیٰ کی حمد سے معمور اور زبان اس کے شکر میں مشغول ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِعِزَّتِهٖ وَجَلَالِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ۔

کتاب پہلے بھی مواد اور تحقیق مباحث کے لحاظ سے متعدد نئی دستاویزوں اور مسودوں سے مزین ہے۔ دو نقشے بھی شامل کتاب ہیں۔ ان نقشوں میں آپ کے سفروں کی نشان دہی کی کوشش کی گئی ہے۔ پھر ملک کی بیاض تنقید اور ۱۲۰۱ھ اور ۱۲۴۶ھ میں جن میں سفر حج اور ہجرت بترتیب پیش آئے تھے، ہندوستان کی سیاسی حالت اور تمد

رنگوں میں اُس کے مختلف علاقے دِکھائے گئے ہیں۔ اِن نقشوں کی تیاری میں اُن نادر اور بیش قیمت تاریخی نقشوں اور تاریخی کتابوں سے مدد لی گئی ہے، جو لاہور کے علمی ذخیرے میں دستیاب ہو سکی ہیں۔ یہ نقشے بجائے خُود اِس کتاب کے لیے ایک بڑی زینت اور اہلِ علم کے لیے ایک نادر تحفہ ہیں۔ اُمید ہے کہ اِن پر نظر ڈالنے سے ہندوستان کا قدیم سیاسی مُرقّع سامنے آ جائے گا اور ایک ہی نظر میں سیّد صاحبؒ اور اُن کے رُفقا کی بلند ہمّتی، جفاکشی، اُولُوالعزمی اور دِلی لگن کا اندازہ ہو جائے گا، جنھوں نے اِس ہفتخواں کو سر کیا۔ اُن کے سفرِ ہجرت کے طویل، لیکن نُورانی خط نے اِس برّ عظیم کے تین گوشوں کو اِس طرح اپنے دائرے میں لے لیا ہے، جس طرح سمندر کسی جزیرہ نُما کے تین حصّوں کا احاطہ کر لیتا ہے۔

اپنے محسنوں اور عنایت فرماؤں کا شکریہ مُصنّف کے لیے ہمیشہ سعادت و مسرّت کا موجب رہا ہے۔ دیباچہ تحریر کرنے کے بعد بھی بعض احباب نے اِس کتاب کی طباعت و تکمیل میں اِعانت فرمائی۔ مصنّف اِس عزیز فہرست میں بڑی مسرّت کے ساتھ مہر محمّد صاحب (ساکن لاوا، ضلع اٹک) اور سیّد انور حسین نفیس رقم صاحب سیالکوٹی کا اضافہ کرتا ہے۔ مہر محمّد صاحب نے سنگسازی کی پڑتال میں نہایت قابلِ قدر مدد دی اور اپنے عزیز وقت کا بڑا حصّہ بڑے اِنہماک کے ساتھ صرف کیا۔ نفیس رقم صاحب نے سرورق کے صفحات اور آیات و اشعار، نیز نقشوں کے اسما کی کتابت میں بڑے ذوق سے حصّہ لیا اور ان کی مہارتِ فن اور نفاستِ قلم نے کتاب کے حُسن میں گراں قدر اضافہ کیا۔ اِسی طرح محترمی پروفیسر شیخ محمّد ناظر صاحب، بی اے آنرز (لندن)، پی ای ایس I ریٹائرڈ، سابق پرنسپل، سنٹرل ٹریننگ کالج، لاہور کا شکریہ بھی واجب ہے، جن کی عنایت سے بعض نہایت نادر اور اہم نقشے دیکھنے میں آئے، جن سے اِن نقشوں کی تیاری میں قابلِ قدر مدد ملی۔ اللہ تعالیٰ موصُوف کو قومی خدمت کے لیے طویل حیات اور صحت عطا فرمائے! اِسی طرح میں اپنے عزیز و مخلص دوست جناب آغا نور محمّد صاحب کا بھی ممنون ہوں کہ اُنھوں نے کتاب کی تیاری

میں مدد دی اَور لاہور کے قیام میں میری رفاقت فرمائی ۔ جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا !

اندازہ ہَے کہ دُوسرا حصّہ زیادہ ضخیم ہوگا ۔ وُہ بیعتِ امامت کے بعد سے معرکۂ بالاکوٹ اَور شہادت تک کے حالات پر مشتمل ہوگا ۔ اِس کتاب کا ایک اہم حصّہ سیّد صاحبؒ کے اوصاف و اَخلاق اَور صفات و خُصُوصیّات کا باب ہَے ، جو خاصی تفصیل کے ساتھ مُرتّب کیا گیا ہَے ۔ اِس کے علاوہ آپؒ کے تجدیدی و اصلاحی کارنامے ، آپؒ کی جماعت کی سیرت و اخلاق ، خُلَفا اَور اہلِ ارادت پر مستقل ابواب ہیں ۔ اللّٰہ تعالیٰ سے اُمید اَور اپنا اندازہ ہَے کہ دُوسرے حصّے کی طباعت میں زیادہ تاخیر نہیں ہوگی اَور یہ حصّہ توفیقِ الٰہی سے رجب ۱۳۷۸ھ (جنوری ۱۹۵۹ء) میں شائع ہو جائے گا ۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

اللّٰہ تعالیٰ اِس سعی کو قبُول فرمائے اَور اس کے مصنّف ، اُس کے معاونین اَور کتاب کے پڑھنے والوں کو اُس حلاوتِ ایمانی اَور حمیّتِ اِسلامی کا کوئی حصّہ عطا فرمائے ، جو صاحبِ سیرت ، رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ ! کی زندگی کا جوہر اَور اُن کے رفقا کی متاعِ گراں مایہ تھی !

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ابوالحسن علی
کان اللہ لہٗ

۱۴/۴۸ ، ایمپرس روڈ ، لاہور
۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۷۸ھ
(۲۶ ستمبر ۱۹۵۸ء)

MASOOD ★ FAISAL JHANDIR LIBRARY ★
15 FEB 2024